

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_232791

UNIVERSAL
LIBRARY

سنة النبوة

على حبها الصلوة والتحية

جلد ہمام

ضمیمہ نمبر مساکل مبدعین اہل السنہ

بابت منفرج الاول ۱۲۹۸ھ مطابق جنوری و فروری ۱۸۸۱ء

شرح قیمت وغیرہ امور متعلق رسالہ

نمبر	قیمت	تفصیل خریداران		قیمت سالانہ	
		بابت رسالہ	بابت ضمیمہ	بابت رسالہ	بابت ضمیمہ
۱	انصافیت	اسلامی ریاستین کے نواب اور رئیس	۱۰	۱۰	۱۰
۲	خاصیت	گورنمنٹ انگریزی مغربہ داران گورنمنٹ عالمہ انگریز و لائبریری و لائبریری	۱۰	۱۰	۱۰
۳	عام قیمت	مستطاب اہل دست	۱۰	۱۰	۱۰
۴	رعایتیت	کم دست جو دس پڑھ ماہوار زیادہ فی نہ کہیں اور رسالہ پیشگی داخل کریں	۱۰	۱۰	۱۰
۵	الائقی قیمت	بیعت جو دس روپیہ ماہوار کی آمدنی نہ کہیں مگر قیمت بہرہ راشاعت کریں	۱۰	۱۰	۱۰

ہر ضمیمہ سالہ سے علیحدہ فروخت نہ ہوگا مان رسالہ بدون ضمیمہ ملے گا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ضمیمہ کی بہت

کمیت ہے اور ہر سالہ رسالہ میں ضمیمہ سے مطلب برآری ناظرین ممکن نہیں اور

اسکی قیمت بہت زیادہ ہے۔ ہر سالہ رسالہ میں ضمیمہ کا برابری ممکن ہے۔

جلد ہمام اصل رسالہ میں ضمیمہ ہمارے ہر سالہ رسالہ میں حسب حیثیت خود اسی ہونے سے

جس میں کار پر یہ وصول پاویں اور ہر سالہ خریداری منظور نہ کردہ اصل رسالہ

متعلق ہر پرچہ ہمارے نام کے نام ہے۔

رد ہما

الحق یہ ہے کہ ہر سالہ رسالہ میں ضمیمہ ہمارے ہر سالہ رسالہ میں حسب حیثیت خود اسی ہونے سے جس میں کار پر یہ وصول پاویں اور ہر سالہ خریداری منظور نہ کردہ اصل رسالہ متعلق ہر پرچہ ہمارے نام کے نام ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وكفى وسلا على عباده الذين

اختتم سال گذشتہ و آغاز سال ہندہ

بہر دور ملتکہ اشاعت السنۃ کا تشریل

سال ختم ہوا اور سال چہارم شروع ہوا۔

سال سوم میں اس رسالہ نے عمدہ آثار کا جلوہ کہا یا ہے اور ایک عجیب و غریب نمایاں میکراٹر اور قوی

اثر اسکا اس سال میں ہوا ہے۔

اپنی مقابل تہذیب الاصلاح کی طرف اشارہ کرنا

جو وہ اس سے پہلے چہ چہ مسئلہ مقابل

میں چون پھر کرنا تھا اس سے ہی روک دیا اسکی

وجہ کہ کجیام و بے انصاف مقلدین تہذیب الاصلاح

یہی سمجھتے ہوں کہ تہذیب الاصلاح اسکو مخاطب صحیح

نہیں سمجھتا اور اس کے مضامین کو لائق تعرض و جواب

نہیں جانتا۔ مگر اہل علم و انصاف راہی کے ہم

خیال کیوں نہ ہوں خوب جانتے ہیں کہ یہ تہذیب

سہادی ہے اور یہ سکوت از در ماندگی سے

زہد ناسد باب سال پری رخاں

گنجے گریہ سر را دہانہ ساخت

اگر یہ سکوت لایں طاب ہونے اشاعت

سے سب سے پہلے سو وہ لائق خطاب ہیون

سمجھا جاتا اور تہذیب ہاجادی الاولی و ثانیہ

شعبان ۱۲۹۶ھ میں صلحہ اور پیر چہ ذی قعدہ

وغیرہ میں اشارہ کیوں مشرف خطاب کیا جاتا۔

اسکو ایک مدت تک مخاطب بنا کر یہ خطاب ترک

کرنا اس بات پر کامل دلیل ہے کہ آپ کو اسکی میت

کا حوصلہ نہ رہا۔ اور اس کے پروردگار عقلی و نقلی دلائل کے

معاہدہ سے عاجز ہو کر سپر یا شمشیر کو ہاتھ سے دالہ تاہر

آخراپ نے اس نصیحت پر عمل کیا

بہر کہ بانو لا د باز و خبہ کرد

ساعہ میں خود را رنجب کرد

اور بغیر اگر بھیجی رسالہ لائق خطاب و تعرض جاتا

تو آپ نہ ہی کوئی اور ہی آپ کے اہل و عوریا

سے (جو ہمیشہ سے اسکو اخباروں کے ضمن میں

خلع از جہت میں مخاطب فرماتے ہیں اور سن نو

و سب و شتم سے پہلے دے جاری رکھتے ہیں)

اسکے کسی مسئلہ سے تعرض کرتا اور مطلب کی بات

کا جواب دیتا۔

ن گو کہ اسکا جواب دیتا۔

ن گو کہ اسکا جواب دیتا۔

لائق خطاب ہوتا ہے۔ یہاں پہر اگرچہ
 حوصلاً ہے۔ یہاں طلب کی باتوں کا جنسین ہے
 بڑے سخت اور خاشامورین جناب مخاطب کو لازم
 کیا گیا ہے اور برسرِ باہم انکو اصول اسلام (توحید
 نبوت معاد وغیرہ) میں مخالف اسلام بنایا گیا ہے
 یہاں جواب نہ دیا۔ اور کچھ باتیں ہیں نہ تھا تو لعل اللہ
 علی قائلہا و معتقدہا کو ہی پیش کر دیا ہوتا۔ جو مولانا
 حاجی سید علی بخش خان صاحب کے جواب و مقابلہ میں
 پیش کیا گیا تھا۔ سمجھنے و دہرس کے عرصہ میں
 اشاعت السنہ کے جواب میں بیسیوں مضامین کو اخباروں
 میں ملاحظہ کیا مگر مطلب کی بات کے جواب میں کہی
 کسیکلمہ و سطر میں غمخون نہ پایا جو مضمون دیکھا
 اسی قسم کا دیکھا کہ ہم ایسے ہو طالع دنیا خود پسند
 نو دشمن غیر وغیرہ اور تمہارا رسالہ ایسا ہے
 مگر (۱) کا طالب دنیائے فانی الفاظ و عربی کا متضمن
 (۲) میں معلوم سے عاری وغیرہ وغیرہ اور اگر
 انہیں سے ٹیپ حضرت سے لیکر چٹہ پتوں تک کیسے
 باتیں میں کسی مطلب کی بات کا جواب ہوتا تو وہ کس درجہ
 کے لیے چھپا کر کہنا تھا۔ اس سے بھی صاحب
 نے تین تہا ہے کہ ان کے جواب میں

مقصودہ اشاعت السنہ سہ ستر بی بی ازبے چادری
 کا مصداق ہے۔ لائق خطاب نہ ہونے کا ثبوت
 کے سبب تک نہیں ہے۔ اور تیرا اگر یہ رسالہ لائق
 توجہ خطاب نہ ہوتا تو تہذیب الاخلاق کے
 قیدی معتقدین و معاونین میں وقعت نہ پاتا حالانکہ
 وہ حضرات اس رسالہ کی بڑی قدر کرتے ہیں اور بڑے
 شوق سے اس کو پڑھتے اور ملاحظہ فرماتے ہیں۔
 یہ بعض اوقات قلم تہذیب الاخلاق نہیں ہونے
 بعد ملاحظہ اشاعت السنہ سنیالات تہذیب الاخلاق
 سے جو کر کے اعتقادات قدیمہ اسلام پر قائم و مستحکم
 ہوتے جاتے ہیں اور بعض جو غرض تہذیب الاخلاق
 کے مقلد ہیں یا اسکی محبت میں صحبت للشیع
 یعنی دیصم کے مصداق ہو رہے ہیں اگرچہ
 خیالات تہذیب کو چھوڑ نہیں سکتے مگر قوت و صلاح
 جوابات اشاعت السنہ کو دیکھ کر اتنا تو ضرور کہہ سکتے
 ہیں کہ ظاہر میں اشاعت السنہ تہذیب الاخلاق
 کا جواب خوب ہے۔ اس کے جواب میں انہوں
 کے کسی خط و جواب میں اس کا جواب نہیں ہوگا
 تو ان خطوط کو پیش کیا۔ یہاں اس سے بھی صاحب
 ثابت ہوتا ہے کہ بڑے حضرت یا انکی

تہذیب الاخلاق کی دعوت اور نفوس عامہ کے موافق ہے کہو مکہ وہ لوگوں کو یہ سکھاتا ہے کہ روزہ نہ مریہو کھانا نہ جامِ بد نہ دے سجدہ وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا اور یہ سنا ہے کہ قیامت کے دن جس کو مسلمان تھے ہر ابنِ اکبر کہا ہے کہ کوئی حیوانی و فرخ ہے نہ نہ ظاہری حساب کتاب کسی نبی یا کتاب آسمانی کا ماننا شرطِ نجات ہے نہ کسی حکمِ مذہبی کا پابند ہونا۔ اے اشاعت السنۃ کی دعوت اُس کے برخلاف ہے وہ یہ کہتا ہے کہ خُزْی و کُلی و علی و اعتقادی و دینی و دنیاوی امور میں کُتبِ تعلیمِ انبیاء کا پابند ہونا ضرور ہے اور اکیان ہی قیدِ شریعت سے باہر ہونا موجبِ ہلاکت ہے جو کسی ایک نبی یا کسی کتابِ آسمانی کا حکم بہتانِ مزہ حج زکوٰۃ سے انکاری ہوگا رَبِّ الرَّالْبَادِ ورنہ میں جلیگا جسکے آلام کا حاجی و جو مخصوص ہر چکا ہے۔ اے منہرہ شاعۃ السنۃ عامۃ خلائق پر وہ اثر کر رہا ہے کہ تہذیبِ الاخلاق کا وہ اثر نہیں ہے۔ تہذیب سے غالباً آزاد منش اور متبعان ہو اور نفس بہتے اور متانت نہیں اور اشاعت السنۃ میں کسی تہذیب سے متبعان نہ ہوں گے۔ اے منہرہ شاعۃ السنۃ متبعان ہو اور نفس سے متبعان نہ ہوں گے۔

ہو جلتے ہیں اور اتباعِ موالِ نفس کے باز آتے
ہیں اور ظاہر ہے کہ ہوا نفس کی طرف لوگوں کو
بلانا اور اس میں کامیاب ہو جانا یہ مشکل اور بڑا
بیماری امر نہیں ہے جیسا کہ لوگوں کو ہوا نفس
سے بھٹانا اور قیدِ شریعت میں لانا مشکل ہے۔
اس تاثرِ عام سے ہی یہی تیس میں آتا ہے کہ
سکوتِ مخاطب ہی کسی تاثر کا اثر ہے اس کا
یہ اثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض احباب (جن کو
میں اپنا ثانی اثنین اور قوتِ بازو بلاریب دین
سمجھتا ہوں) کی یہ ہراس ہو گئی ہے کہ جس
نیچروں کو مار لیا اور نیچر گڑھ کو فتح کر لیا اب
اُن سے مقابلہ اور مبارزہ کچھ ضرور نہیں ہے
بلکہ اب بجائے اسکے اشاعتِ عالمِ ابدولِ اسلام
طرف توجہ بکا رہے۔ مگر میرے خیالِ ناقص میں
اس رائے جگہ نہیں بگڑی اور میرے نزدیک جب تک
کہ تہذیبِ الاخلاقِ قدیم و جدید و تفسیرِ تہذیب
کی ایک ایک بات کا جو مخالف اسلام ہے
جواب نہ ہوئے، اس کے خطابِ ربِ جلالت ہو نا
مناسب نہیں ہے۔

اگر چه ایا مقصود حضرت مخالف پیروی ایا ایا سکو
شکست و نایاب تو اوس دوست کا خیال

میں اس طرحی مقصود تھا کہ ان خیالات باطلہ کے
بطلان پر اس کثرت سے دلائل موجود ہیں اور محقق
الحوالہ بالیقین بیان کی اس وسعت سے استطاعت ہے
کہ ہر سال کے عرصہ میں خوب ظاہر
ہو چکا۔ اور کس نہا کس پر زور دلائل و بیان
انہی کا نمایاں ہوا تو اس سے وہ مدعا حاصل
ہو گیا۔ آئندہ نہایت مختصر بحث ہو اگر کسی غالباً
ایک ایک نمبر میں کئی کئی مسائل کی صفائی ہو
جاو گی جو فیق اللہ العزیز۔

پھر اگر ایک ماہ اس رسالہ کا سال سوم میں بھی
ظاہر ہو جائے کہ اسکی خریداری و اشاعت سنین
گزشتہ کی نسبت ترقی پر ہے۔ اگر کوئی ایک یا
دو شخص کسی شہر کے جب مالی یا نا اشنائی مضامین
رونیچہ کے سبب خرید سے انکاری ہوئے ہیں
تو انہی عوض دو چار اور بڑھ گئے ہیں۔ اسکی
ترقی روز افزون سے ہم امید کرتے ہیں کہ یہ
بہت جلد ترقی میں اپنی ہم عصر اخباروں اور سال
پر فائق ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور جو خوشنمایان گاہ اس رسالہ نے سال سوم
میں پکڑ لیا وہ یہ ہے کہ اسکا فرقہ ماہل اسلام
میں بھی مخالفہ سے تباہ چھوٹ گیا ہے اور یہ

باہمی اتحاد و انقیاد کی طرف متوجہ ہو گیا ہے۔
اس سے یہ مقصود ٹھیک ہے کہ اب اسکو
مخالفین فی الفروع سے مسائل فروعی میں اتنا
ہو گیا ہے اور جن مسائل میں وہ اپنے مذہبی
بیانیوں سے مخالف تھا اور شیعہ سے انہیں
بحث کر رہا اور اشتہار دے رہا اور مل میں مبارزہ
کا نقارہ بجا رہا تھا انہیں وہ اب مخالفین کا تابع
ہو گیا ہے۔ کلا واللہ ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ وہ
جس خیال و جزئی مخالفت پر تھا اب بھی ویسا ہی
ہے بلکہ مقصود اس سے یہ ہے کہ ان مسائل خلافت
کے اظہار و بیان میں وہ اب کسی کا مقابلہ
و معارض نہیں رہا اور اسکو کسی الزام و افحام
مذہب نہیں رہا۔ وہ اب بھی اپنے مسائل خلافیہ کو
سجائے خود ظاہر و مدلل کر گیا۔ مگر اس میں کسی کو
بنا کر اس الزام و تشدد کا قصد نہ کر گیا۔ اپنے لفظین
فی الفروع کی دعوت میں آیت ادع الی سبیل ربک
بالحکۃ و الموعظۃ پر کار بند ہو گا۔ اس میں غلط علیہم
پر عمل اختیار کر گیا۔

پہلے پیر شان موسوی دوحی کا ظہور تھا
جنہوں نے اپنی قوم کی سختیوں اور سرکشوں
پر ان سے بغض کیا اور درستی اور سختی سے انہیں

بد دعا کی۔ اب اس پریشان عیسوی اور ایسی
کاظم ہو گیا ہے جنہوں نے اپنی قوم پر
کھا کر رحم فرما کر مغفرت کی دعا کی۔ اور باوجود
اس شائبہ طرز خلاف اور اظہار سائل اختلاف
کے وہ اب اس اتفاق کی طرف بھی
رجوع کر گیا جو سب مسلمان بھائیوں کو آپس میں
حاصل ہے پر اکثر اہل اسلام کو اس کی طرف توجہ
نہیں ہے۔ اور اظہار سائل خلاف سے برکھ
اور اظہار و اشاعت سائل اتفاق میں کوشش
کر گیا۔ اور اس کے ذریعہ سے وہ ہر ایک فرقہ ملا
کو مدد پہنچا گیا۔ اور مسلمانوں کے اس مخفی و
مختبئ اتفاق کو ظاہر کر کے اس کی ترقی میں سعی
ہو گا۔ اس اتفاق و اتحاد کو ترقی دینے
کے لئے اسی ایک انجمن اشاعت اسلام کی بنا
ڈالی ہے جس کی کیفیت ضمیمہ ۱۱ سابقہ و حال میں
تفصیل موجود ہے اور اپنے سائل خلافیہ کے
شائبہ طور پر اظہار کر کے لئے اس نے ایک ضمیمہ
علیہ رقمہ کر دیا ہے جس کے مقاصد و مبادی
کی تفصیل اسی ضمیمہ کے دیباچہ میں ہے۔
ابھی تو اس رسالہ کے مولف اور بانی کو خطوں
بابت دعا کر اور اس کی قلم اور زبان اور الفاظ

غیبی برکت نازل فرما اور اس سالہ کو یونانیوں
ترقی دے اور ان کو باعث ترقی اسلام و اہل
و اشاعت السنۃ و اعزاز اہل سنت کر دین

مشرکہ

تالیف تنقیح النبا جو انفسیہ بخیری
تفسیر بخیری کے جواب میں امام من مناظرہ
اہل کتاب سیدنا صر الدین محمد ابو النعمان
دہلوی (نصرہ السد علی معاویہ) نے کتاب
تنقیح البیان کی تالیف شروع کر دی ہے
بلکہ ۵۶ صفحہ تک چھاپ کر فرط عنایت سے ہر
پاس پہنچ ہی ہے۔ میں اس کو اول سے آخر
تک ایک سرسری نظر دیکھا تو جو اہر زو اہر معانی
و مطالب سے ملو پایا۔ اور مؤلف علامہ کا تہذیب
سے شکریہ ادا کیا۔

جناب مدوح نے ہر ایک تاویل انفسیہ
خالصہ کا جو مخالفین اسلام سے ماخوذ ہے
بہت تیار دیا ہے اور جو الہ نقل و کتاب ثابت کر
دیکھا یا ہے کہ یہ تاویل آپ نے کتب عیسائیوں
سے لی ہے اور وہ آتش پرستوں سے اخذ کی
ہے اور اس تاویل میں آپ نے ہر ایک کذاب

کی شاگردی کی ہے اور یہ تاویل اپنے جی سے گہری ہے۔ پہرہ ایک دلیل کا عقل و نقل سے جواب دیا ہے اور اچھا ماتہ دکھایا ہے۔ اس مقام میں تشویق و ترغیب ناظرین کے لئے اسکی چند تمثیلات نقل کرتا ہوں اور بحکم شک انست کہ خود بیوید نہ عطار بگوید اسکی خوبی پر منسی سے شہادت بہم پہنچاتا ہوں۔

(۱) تفہیم نحری کے ص ۳۱ میں قرآن مجید کے معجزہ فصاحت کے انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اسکے بیضا پر ہونے اسکا خدا کی طرف سے ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ بہت کلام انسان کے ایسی دنیا میں موجود ہیں انکی مثل آجک دور کلام نہیں ہوا۔ مگر وہ من اللہ تسلیم نہیں ہوتی۔ تنقیح البیان کے ص ۲۰ میں اسکا یہ جواب دیا ہے۔ یہی دلیل نصرانی علماء نے بھی فصاحت و بلاغت قرآنی کی بابت لکھی ہے دیکھو میزان الحق وغیرہ مگر اتنا نہ سمجھے کہ ان فصیح و بلیغ مصنفوں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ فاقوا بسوق من مثله وادعوا لشہداء کہ من و اللہ ان کنتم صادقین یعنی لے آؤ تم ایک سوف اسکی مانند اور خدا کے سوا اپنی حمایتوں کو بھی

ملاوا انتہی پس ان کے اس طرح کا دعویٰ کینکے سبب کسی کو انکی مثل تصنیف کرنے پر توجہ نہ ہوئی ورنہ بیسوں ان سے بہتر تصنیفیں ہو جاتیں اسکی تائید میں اور بھی کلام لطیف کیا جودہنے کے لائق ہے۔

۲) تفہیم نحری کے ص ۳۳ میں کہا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام احکام عشرہ تورات کے جبکہ حضرت موسیٰ نے پہاڑ میں بیٹھا کر تھپڑ تھپڑ کی تختیوں پر کہہ دیا تھا الخ۔

تنقیح البیان کے ص ۳۱ میں اسکا یہ جواب دیا گیا حضرت موسیٰ کہہ رہے تھے کہ میں بیٹھا کر نہیں کہہ دیتے تھے جو پہاڑ پر کہہ دینے گئے اس سے مطلب یہ نکلا کہ تمام امت کو دہوکا دینے کے لئے حضرت موسیٰ نے غوربا اسدیہ مکر کیا تھا کہ پہاڑ میں بیٹھا کر تختیوں پر کہہ دیا تاکہ لوگ جانیں کہ خدا پاس سے یہ احکام لائے ہیں۔ لیکن اگر تورات میں یہ عبارت موجود ہو کہ خدا نے اپنے ہاتھ سے ان تختیوں پر لکھا تھا تو تورات کا ابطال خان صاحب نے کیا یا نہیں؟ ۹ تورات میں لکھا ہے کہ خداوند نے جب موسیٰ سے کوہ سینا پر اپنا کلام تمام کر چکا ہے نامہ کی دولہین دین اور وہ

لو حین خدا کی انگلی سے لکھی ہوئی تہین اسکے
سوا حضرت موسیٰ چالیس دن رات پہاڑ پر سے
تھے کیا چالیس دن تک وہ لو حین کہو واکسی حال
ایک نہیں ان لو حین سے زیادہ عبارت کہوی
جاسکتی ہے۔ یہ کہ حضرت موسیٰ توبے پڑے
لکھے تھو (سوانح عمری عیسیٰ مصنفہ ایان صاحب)
باب ۱۰ کتاب موبد الاسلام مطبوعہ شمشاد ترجمہ
کتاب جان دیون پورٹ کے صفحہ ۸ کا حاشیہ
جسے آپ ہی انڈین سے لائے تھے پس باوجود
بے پڑے لکھے ہوئے حضرت موسیٰ وہ لو حین
کیونکہ کہو دے سکے نظر اسکے نہ میں حضرت موسیٰ
کا حال پہاڑ پر دیکھنے گیا تھا آپ مگر ہونے تو
سے جانا کہ حضرت موسیٰ کو خدا نے دو لو حین لکھ کر
دی تھیں یہ تو ریت کہ خلاف یہ کہہ کر کا منصب
کہاں سے آپ کو مل گیا کہ حضرت موسیٰ نے پہاڑ پر
بیٹھ کر تھو کی تختیاں کہو دی تھیں
۳۴ تفسیر نجرنی کے مفسر وغیرہ من بھشت کی کہوں
اور باغون و نسبت بہت نہیں اور تھو کی ہے
حور و علماں و درود و شراب و شہد و لذیذ
میوہوں کو نہیں سے ارایا ہے۔
متنقیح البیان میں اسکا یہ جواب دیا ہے

کہ یہی اعتراض ہناری نے دین اسلام اور قرآن
پر کے ہیں دیکھو منیر الحق و مفتاح الاسرار وغیرہ
پھر اس منہی کا بہت تفصیل سے جواب دیا ہے۔
۳۴ تفسیر نجرنی کے مفسر وغیرہ میں قصہ آدم
و ملائکہ کی نسبت لکھا ہے کہ یہ واقعی قصہ نہیں ہوا
اور فرشتوں نے آدم کے خلیفہ کرنے پر اعتراض
نہیں کیا اور نہ شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کیا
ہے اور نہ شیطان یا ملائکہ کوئی خارجی وجود لیتے
تھیں مفسرین نے اسکو ایک واقعی جھگڑا بنا دیا ہے
متنقیح البیان میں اسکا جواب یہ دیا ہے
کہ یہ بات آپ نے مسلمہ کذاب کی کتاب سے
لی ہے ورنہ کتب سماوی قدیم و جدید اس قصہ کی
تصدیق کرتے تھیں چنانچہ فرمایا ہے کہ جب قبل
آپ کے تمام مفسرین اسکو ایک واقعی جھگڑا یا حاشیہ
سمجھتے ہیں تو جہور کے خلاف آپ کا یہ فیاس ثابت
ہوا یا تھیں اور نہ فقط جمہور اہل اسلام کے خلاف
بلکہ جمہور اہل کتاب کے برخلاف بھی۔ دیکھو علوم
الہی کا خلاصہ پادری بنی صاحب صفحہ ۸۰ سوال
۲۸۴ کے جواب میں لکھا ہے کہ بعض فرشتوں نے
حسد بے ایمانی اور غروری کے باعث خدا کے
بغادت کر کے پتھر تھیں برباد کیا ۲ پطرس باب ۲

اباب ۶) کتاب ایوب کی ۴ باب ۸ میں ہے
 دیکھو اُس نے اپنی کارگراردن کو امانت دار نہ بنا
 اور اپنے فرشتوں کو بیوقوف گنا انتہی یعنی
 قال انی اعلم ما لا تعلمون اور عبرانیوں کے
 اباب ۶ میں ہے کہ جب پہلوٹھے کو دنیا میں یعنی
 خاکی جسم میں لایا تو کھا کہ خدا کے سب فرشتے
 اُسے سجدہ کریں انتہی۔ اور اولیٰ طمطاوس ۳ باب
 ۶ میں ہے کہ کھینچہ غرور کر کے شیطان کی طرح
 عذاب میں پڑے انتہی اور توریت کے شروع
 میں یہ قصہ مفصلاً مرقوم ہے اب یہ فرمائیے کہ
 قرآن مجید کے سوا توریت و انجیل کے کئی کیتوں کا
 بھی انکار آپ سہ ثابت ہوا یا نہیں اور یہ انکار ہی
 کفر ہے یا نہیں؟ اصل یہ ہے کہ بعض فلاسفہ
 بیدین و ملت نے جو اپنی عقل پر بہت نازاں تھے
 یہ دلیلین پیدا کی تھیں کہ پیوستن روح بہ بدن
 راندن آدم است از بہشت و میل بہ بدن فرمانبرداری
 خواہ کر دار کو ہریدہ خوردن شجرہ منہیہ یا خشم
 و طامس شہوت و گفتہ اند ابلیس عبارت از قوت
 دہمی کہ پیر محسوسات است و عالم معقولات را سنگین
 و با قوت عقلی درستیزد اچہ در شرع آمدہ کہ ہنہ فرنگا
 آدم را سجدہ کردند مگر ابلیس اشارت است باین معنی

کہ ہر قولے جسمانی کہ فرشتگان ارضی اند مطیع رہ
 آدم اند مگر قوت دہمی کہ سرکش است انتہی۔
 (دیکھو دبستان المذاہب مطبوعہ کتب خانہ
 تعلیم یازدہم در عقاید حکماء نظر اول صفحہ ۳۴۳)
 اور اسی طرح یہ لوگ معراج اور حجت اور زار و اعراض
 و صراط وغیرہ سب چیزوں کی تاویل کرتے ہیں
 اُسی کتاب کے صفحہ ۳۴۵ و ۳۴۶ وغیرہ میں
 دیکھو اور مسلمہ کذاب کی کتاب جسہ وہ کتاب
 آسمانی اور وحی کہتا تھا اور اسکی ہر دو جلدوں
 کے نام فاروق اول اور فاروق ثانی
 ہیں انکی تسلیم یہ ہے کہ یہ جو کہتے ہیں کہ خدا نے
 ابلیس کو سجدہ آدم کا حکم دیا اور اُس نے نہ کیا
 اور اسیدو جہ سے مردود در گاہ ہوا یہ قول کفر ہے
 کیونکہ حق تعالیٰ کسی غیر کو سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیتا
 ہے اور اُس نے کوئی شیطان کہ آدمیوں کو گمراہ
 کرے پیدا نہیں کیا ہے اور فاروق ثانی میں
 لکھا ہے کہ کوئی شیطان موجود نہیں ہے نہ تنہا
 نے آدم کو نیک و بد کا سونے کا اختیار دیا تھا
 اور اسیدو جہ سے کردار نیک و بد کی پریشش ہوگی
 انتہی (دیکھو دبستان المذاہب مطبوعہ
 کتب خانہ تعلیم یازدہم در عقاید حکماء صفحہ ۳۴۳)

مسلمہ میں صفحہ ۲۹۹) انہیں باتون کو خان صاحب بہادر نے بڑے فضل اور طویل بیا کے ساتھ کئی درقون تک کہا ہے۔
 لوجیان پھر یون کا بہانہ اچھوٹا گیا اور راز نہ ہفتہ کہل گیا اور خوب معلوم ہو گیا کہ جن باتون کو امام پیر پیرینہ نے شہرت دے رکھی ہیں یہ مسکندہ کی باتیں ہیں۔ جو اس نے قرآن کے مقابلہ میں کہی اور شایع کی نہیں اب بھی مسلمان ان کے دام تزدیر سے نہ بچے تو پھر ان کے بچاؤ کی صورت انہیں خدا تعالیٰ صنفِ عظام کو جزا خیر دی اور انکی عمر و کمالات میں کثرت عطا کرے جنہوں نے اس راز مخفی کو آشکار کیا اور اصول مذہب نیچر کا ماخذ و پتہ بتا دیا۔
 پھر صفحہ ۲۹۹ تنقیح البیان میں فرمایا ہے کہ کثرت پرستوں نے جب دیکھا کہ ہم مسلمانوں کے آگے اپنے عقاید اور محبتوں کو ثابت نہیں کر سکتے تباہیوں نے اپنے مذہب کی باتون کی تاویل کر دی پس یہ انکی بے بیانی کی دلیل و دفع ہو چنانچہ دبستان الذاہب مطبوعہ لکھنؤ شہ

تعلیم اول در عقیدہ پارسیان صفحہ ۲۲ و ۲۳ میں لکھا ہے اسچہ گفتہ اند سر و شان و پیر شکاں و ہر گاہ پیدا آمدند و آن مشاہدہ در ویت ارواح طیبہ در حالت خواب و سمرخ نام حکیم بود کہ زال سرور و اسچہ گویند خضرا شامید اشارت است بدانکہ کمال عقل بنو سبط بدن نیست و خرد و حکیم و حسابی محتاج ندارد نہ ذاتاً و صفاتاً بایدا نیست کہ این فرقہ اسچہ از قانون صواب بیرون باشند و بمیزان خرد و سنجیدہ نشود و ہوش نہ پسندد و نہ ہمہ بدینگونہ تاویل کنند انتہی۔ پس جو ثابت نہیں کر سکتے ہیں وہ ایسی بغلیں جھاکلین مگر جو اپنے دعویٰ پر دلیل کہتے ہیں انہیں کیا حاجت ہو جو ایسا گزیر کرین سمرخ نام آدمی کا کہہ نہی سنا ہو گا اگر وہ جانتے کہ کتنے ہی لڑکے ہندوستان میں موجود ہیں جنہیں بہر یون نے پرورش کیا ہے تو اتنی تاویل کی کیوں حاجت ہوتی۔ پس انہیں آتش پرستی کی طرح خالصا صاحب بہادر نے ہی تاویلات پر کمر باندھی ہے۔

۵۔ تفسیر نیچر کی۔ کہ ملہ میں کہا ہے توت میں لکھا ہے کہ خدا نے فرشتوں سے کہا کہ اؤ تم کو اپنی صورت پر بنائیں یہ قسمیں مسلمان غمخوار

کے دل میں تھا اور وہ اسکو مثل یہودیوں کے
ایسا ہی سمجھ رہے تھے جیسے کہ ایک آدمی سے ایک
آدمی بات کرتا ہے اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ
کو اوتھوں نے ویسا ہی سمجھا اور آدم اور شیطان
کا قصہ بنالیا ورنہ وہ صرف انسان کی فطرت
کا زبان حال سے بیان ہے الخ۔

تفہیم البیان میں اسکا یہ جواب دیا ہے
تو بیت میں لکھا ہے کہ خدا نے فرشتوں سے لکھا
اور قرآن میں ہے اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ
اور مسلمان مفسرین نے ویسا ہی سمجھا کہ ان
انصاف کرے کہ اتنے دلائل وجود ملائکہ کے قابل
اعتبار ہیں یا فقط خالص صاحب بہادری کا لایق قیاس
خالص صاحب بہادری کے دعویٰ کی بنیاد میں این
نیت کہ لکھتے پرست فلاسفہ نے یہی وجود
ملائکہ کا انکار کیا ہے لیکن ان فلاسفہ کی ہمت
پشت میں یہی کہی کسی پر وحی کا نزول نہیں ہوا
تھا اسلئے وہ اپنے طور پر اسکا یقین نہیں کر سکتے تھے
جیسے کوئی مسلمان گلا گھونٹے مرغی کی لذت سے
اگاہ نہیں ہے اسلئے وہ اس فعل کا منہ الفسبہ مگر
خالص صاحب بہادری اسکی لذت حاصل کر چکے ہیں۔
اسلئے وہ اسکے قدر دان نہیں علاوہ اسکے وہ

فلاسفہ چونکہ الہام سے بہرہ ور نہ تھے اپنی انا
میں خبط الحواس ہو رہے تھے کہ علاوہ بت پرستی
کے انہیں آبدست لینے تک تمیز نہ تھی کیونکہ یونا
میں کوئی آبدست نہیں لیتا ہے اور یہ فلاسفہ
بہت بڑی بدکاریوں میں ہی مبتلا تھے چنانچہ
علم الہی کا خلاصہ صفحہ ۸ سوال ۸ کے جواب میں
لکھا ہے کہ اگرچہ **بقراط** نے علم اخلاق کے
بابت بہت اچھی طرح سے لکھا اور سکھایا تو یہی آئے
آپ جادوگری کو مانا اور سمجھایا اور ہر کاری
میں مبتلا رہا۔ پہر اقلاطون کہ بقراط کا سب
سے بڑا شاگرد رشید تھا یہ سکھاتا رہا کہ چھوٹے
گناہ نہیں ہے بلکہ ایک عمدہ کام ہے اور سو
اسکے سیسر و کہ قدیم غیر قوم عالموں میں سے
ایک بڑا معقول شخص تھا زنا کاری کیواسطے
دیل لاتا اور خود کشتی سکھاتا کہ آخر کو اپنے نفس کا
خود قاتل ہوا۔ کیدو کہ فضیلت کا کامل نمونہ
ہو نیکیواسطے موصوف اور مشہور تھا لوڈو باری
اور مے خواری میں تنقیر فرما رہا اور سیسر و کی
مانند قتل نفس کے تعلیم سکھاتا کہ آخر خشن اپنے ذات
کا آپ ہی قاتل ہوا انتہی۔ اب خالص صاحب بہادری
کو عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ جو لوگ ملائکہ اور

الہام سے بوجھ رہے انکا یہ انجام ہوا۔
یہ ہم نے چند مطالب اس کتاب کے بطور تمثیل
بدیہ ناظرین کے ہیں بقیہ مطالب کے لطف قوت
کا اندازہ اہل بصیرت انہی چند تمثیلوں سے
کر سکتے ہیں یہ کتاب اسی زور و شور سے اتمام
کو پہنچی تو تمام اصول مذہب نیچری کی قلعی کھل
جائے گی اور نفسیہ پروردگار کی بھی خوب حقیقت و
ہر گز گرافسوس اس کتاب کا اتمام طبع
کافی روپیہ نہ ہونیکے سبب معرض تعویق والتوا
مین پڑ جائے اور مسلمانوں کو اس طرف توجہ نہ ہیں،
زیادہ افسوس کے لاینی یہ امر ہے جو ہر کوئی مغیر
ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں کی عدم توجہ
کے سبب مصنف علام فکر معاش سے ناخ البال
نہیں اور انکے گذارہ اوقات روزمرہ کی سبیل ترویج
و فروخت کتب مصنفہ جناب کے سوار اور کچھ
نہیں ہے۔ پس اگر مسلمان پیشگی قیمت ارسال
کتاب کی طرف توجہ نہ فرمائیں گے تو اس کتاب کا
اتمام تو کیا اور افادات و فیوض مصنف بھی بند
رہیں گے۔

مسلمانوں کو اپنے مخالفین مذہب عیسائیوں
کی طرف بچشم عبرت دیکھنا چاہئے کہ ان کے اکثر

اصول کے مخفون مبرج تیس تیس ہزار روپیہ
اشاعت میں عیسویں کے لئے سمجھ رہے ہیں
جسمین صد باروپیہ پادری صاحبان کے ذاتی
مصارف میں آتا ہے اور ہزار ہا کتب مذہبی کے
تصنیف تیو سچ میں خرچ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے
یہ امر تو ہونے سے کہ کیونکہ انکے حال پر یہ بہت
صادق آ رہا ہے

کریمان را بدست اندر دست
خداوندان نعمت را کر دست

یعنی جبکہ ہاتھ میں مال ہے انکو اپنا عیش و عشرت
سوچتا ہے جمہوری یا قومی کام میں ہی اس سے
کچھ بن پڑتا ہے تو اسی محل میں جہان دنیا کا
نام اور دم نقد فخر دکھائی دیتا ہے اور جن کے
دلوں میں نصرت دین و حمایت ایمان کا جوش
ہے ان کے ہاتھ میں دلوں میں نہیں لہذا وہ انکو
سے تو درگزر نہ کریں کہ اگر کوئی شخص نصرت
و حمایت اسلام کے لکھ کوئی کتاب تصنیف کرے
تو نامقدور اسکو واجب قیمت سے خرید لیں اور
ز قیمت پیشگی مصنف کے پاس سال فرما دیں۔

ادھر تو یہ حسرت اثر خبر سننے میں آئی ہے
ادھر کتاب براہین احمدیہ کی جلد دوم کا ٹیلہ

دیکھا کہ اسی قسم کی وحشت گیر خبر نظر سے گزری
ہے کہ وہ کتاب جو تین سو عقلی برائیاں حقانیت
قرآن و نبوت محمدیہ ضمن میں کہتی ہے اور اپنا
مصدق غلبہ اس زور سے دکھا رہی ہے کہ بقول
منلوبیت دس ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ
کرتے ہے نیز مسلمانوں کی عدم موجودگی سے
معرض تعویق میں ہے اسکے مصنف محبتی مرزا
غلام احمد صاحب رئیس قادیان منلع گورکھ پور
نے اس کتاب کی ڈیڑھ سو جلد بڑے بڑے
رؤساء اسلام کے پاس ارسال فرمائی اور ساتھ
اسکے بذریعہ خط ادوہ آنے کا مکٹ ارسال فرما کر سب
صاحبوں سے یہ درخواست کی کہ اگر منظر اشاعت
دین و حمایت نبوت سید المرسلین اسکی خریداری
منظور ہو تو زر قیمت پیشگی عطا فرما دیں ورنہ
یہی ٹکٹ جو ارسال خدمت ہو اُس کتاب چرچا
فرما کر واپس کرین مگر اُن ڈیڑھ سو روپے میں سے
بجز ایک دو کسان اہل ہمت کہ کینے خریداری
کتاب تو کیا خط کا جواب تک نہیں دیا اور نہ
اصل کتاب کو واپس کیا ہے شاید ادوہ آنے کے
ٹکٹ کو غنیمت سمجھ کر اور کارخیز میں لگا دیا ہو گا اور
کتاب کو ذخیرہ روایات اخبار میں داخل کیا ہو گا

انا لله وانا اليه راجعون -

مسلمانوں کا یہی حال رہیگا تو خدا نخواستہ
باشد بہت جلد وہ وقت آجائیگی کہ قرآن اور
اسلام کا نام کوئی نہ لیکھا اور دین عیسائی یا
دھرم پرین کا عام چرچا ہو جائیگا۔ اللہم حفظنا
عن ذلک ولا تدینا ما ههنا لک واقبضنا
الیک غیر مفتونین قبل ذلک -

مسلمانان اہل فضل اب بھی اس بات کو سمجھیں
اور غبنہ غفلت کان سے نکالیں اور دین اور
معاذین دین کی اعانت فرض سمجھ کر اور نہیں تو
عشر عشرتیں ہی اپنے مصارف ذاتی سے نکال کر
دینی کاموں میں صرف کریں پس اس کتاب
برائیں احمدیہ کی طرف ہی توجہ کریں اور اُس
کتاب تنقیح البیان کو بھی تمام کراویں اس کتاب
کا مجسم و مقدار یہی غالباً اس تفسیر سحری کے
برابر ہو گا جسکا یہ جواب ہو اور قیمت بھی وہی
لیجائیگی جو اس تفسیر کی قیمت ہو یعنی ستر
اب مسلمان بہائیوں کو چاہئے کہ بہت جلد ہی
قیمت خدمت معتمد مطبع نصرت المطابع
دہلی میں روانہ فرما دیں اور کتاب کو شائع کرا دیں
اور کتاب برائیں احمدیہ کی طرف ہی توجہ کریں

بقیہ

مضمون التفريق بين السلام والزند

حکمی ابتدا نمیں جو جلد سوم ہے

نمبر آیت

زمین کی طرف جھپکنا گاہ ایک فرشتہ آنحضرت کے
ساتھ سُکھل ہو گیا اور اُس نے کہا اے محمدؐ خدا
تجھے سلام کہا ہے اور تجھے نبی بندہ اور نبی فرشتہ
ہونے میں اختیار دیا ہے جبریل علیہ السلام
نے آنحضرت صلیع کی طرف اشارہ کیا کہ آپ تو ضعیف
اختیار کریں۔ پس آنحضرت صلیع نے فرمایا میں بندہ
ہونا چاہتا ہوں پہر وہ فرشتہ آسمان کی طرف
چڑھ گیا آنحضرتؐ جبریل سے کہا کہ میں اُسکا حال
تجھ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ مگر میں تجھ کو خوفناک لگتا ہوں
دیکھا جس نے مجھے اس سوال سے روک دیا اب بتلا
یہ کون تھا جبریلؑ نے کہا یہ اسفل تھا یہ جب
پیدا ہوا وہ قد مون پر صف باندھی ہو پیدا
کیا گیا یہ نگاہ نہیں اُٹھاتا خدا تعالیٰ درمیں شہرِ حجاز
نور میں ایک کسے بھی قریب ہو تو جل جلالہ اس کے آگے
لوح محفوظ رہتی ہے جب خدا تعالیٰ کسی کام کا آسمان
یا زمین میں ہونا چاہتا ہے تو لوح محفوظ اسکی پیشانی کے
قریب ہوجاتی ہے پھر اگر وہ کام میرے متعلق ہوتا ہے

ان فی السماء فاقبل جبرئیل فیضاً ولیدخل
فی بعض یدنو من الارض فاذا ملکاً قد مثل
بین یدی رسول اللہ صلیع فقال یا محمد ان
ربک یقریک السلام ویخیرک بین ان تکون
نبیاً ملکاً و بین ان تكون نبیاً عبداً ا قال علیہ
السلام فانشا الی جبرئیل بیدہ ان توضع
فعرفت انه فی ناحية فقلت عبد انبیاء فخرج
ذک الملاء الی السماء فقلت یا جبرئیل
قد کنت اردت ان اسالک عن هذا فقلت
من حالک واشغلتک عن المسئلة فمن هذا
یا جبرئیل فقال هذا اسرا فی خلقه الله
یوم خلقه بین یدیہ صفاً قد میہ الیرفع
طرفہ و بین الرب و بینہ سبعون مائتا و سید
منہ الا احترق و بین یدیہ اللوح المحفوظ
فاذا اذن الله له فی شئی من السماء او من
الارض ا سرتفع ذلک اللوح بقرب جبینہ فینظر
فیہ فان کان من عمل امر فی بہ وان کان من

عَلَى صِيحِ إِبْرَئِيلَ أَمْرًا بِهِ وَأَنْخَانُ مِنْ عَمَلِ مَلِكِ الْمَلَكُوتِ
أَمْرًا بِهِ تَلَّتْ يَا حَبِيلَ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ أَنْتَ قَالِ
عَلَى الرِّيحِ وَالْجَنُودِ قُلْتَ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ مِيكَائِيلُ
قَالَ عَلَى النَّبَاتِ قُلْتَ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ مَلَكُ الْمَوْتِ
قَالَ عَلَى قَبْرِ الْأَمْوَالِ وَمَا ظَنَنْتَ أَنْ هَبْطَ
الْإِقْيَامِ السَّاعَةِ وَمَا ذَاكَ الَّذِي رَأَيْتَ مِنِّي
الْأَخُوفَ مِنَ الْقِيَامِ السَّاعَةِ (تفسير كبير جلد اول)
اس کے سنہ پیر شوقناک حال دیکھا تھا۔

تو مجھے کہہ دیتا ہے اور اگر ملک الموت کا کام تھا
تو اس کو کہہ دیتا ہے آنحضرت صلعم نے جبریل سے کہا
کہ تم کس کام پر یا موریہ جبریل سے کہا میں ہواؤں اور
شکرین پر یا سورہوں آنحضرت فرمایا میکائیل
کس تغیر پر ہے کہانیاں پر آنحضرت نے پوچھا
کہ ملک الموت کس تغیر پر ہے جبریل نے کہا وہ قبض
ارواح پر ہے یہ سچا تھا کہ وہ قیامت ہو نہ کہ لے اُترے

لَنْ يَسْتَنَافِكَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ
الْمُقَرَّبِينَ (نساء ۶۲)

اور ملائکہ مقربین کی نسبت ارشاد ہے مسیح اور مقرب فرشتے ہماری عبادت سے انکار ہی نہیں ہیں
ان مقربین میں چار فرشتے (جبریل میکائیل
اسرافیل عزرائیل) بڑے رتبہ کے ہیں جبریل

اور میکائیل کا ذکر تو قرآن میں ہے اور عزرائیل کو قرآن میں ملک الموت سے تعبیر کیا ہے اور اسرافیل
کو حدیث میں صاحب الصور بتایا ہے۔ ان چاروں کا حالی رتبہ اور اکابر ہونا تفسیر کبیر میں بدلائل
ثابت کیا ہے ان میں جبریل علیہ السلام کو ایسا قرب ہے کہ وہ صاحب الوحی ہیں حکم ربانی انبیاء کو پہنچاتے
اور اپنے سونچے کے فرشتوں کو یہی حکم خداوندی سے آگاہ کرتے ہیں۔

سورہ سبا میں ارشاد ہے کہ جب ملائکہ کی گہیرا ہٹ (جو وحی کی آواز سننے سے پیدا ہوتی ہے)
دور ہوتی ہے تو کہتے ہیں خداؤں کا فرمایا یہ ایک دور
گو کیا ہے کہ اس نے حق کہا ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جبہ انصاری
کچھ حکم فرماتا ہے تو نابینا جس سبحان اللہ پکارتے
ہیں یہ اس سبحان و احوال کے بعد ہیں یہاں تک کہ وہ

حَتَّى إِذَا فَرَغَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ
قَالُوا الْحَقُّ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ (سبا ۶۳)
عز ابن عباس إذا قضى الله أمرًا استجج حلة
العرش ثم يستجيم أهل السماء الدنيا ثم يستجيم
أهل السماء الذين يليونهم ثم الذين يليونهم

سقی يبلغ النسيج الى هذه السماء ثم قال
اهل السماء الله اذ ساء اهل السماء الساء
قال ربكم قال في خبر ولفهم يستخبر اهل كل سماء
حق بلان الغابر اهل السماء الدنيا (ترمذی حلیہ)

تسج آسمان دنیا پہنچتی ہے پہر چٹے آسمان کے
ساتوین آسمان والوں سے پوچھتے ہیں کہ خدا نے
کیا فرمایا ہے پس وہ انکو خبر دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ خبر
آسمان دنیا پہنچتی ہے

بخاری وغیرہ کی روایت میں آیا ہے کہ جب خدا تعالیٰ آسمان میں کوئی حکم فرماتا ہے تو فرشتے عاجی
عن بیہرۃ قال اذا قضی اللہ الامر فی السماء
ضربت الملكة اجنحتها خضعا لقوله
كانه صلصلة على صفوان فاذا فرغ عن
قلوبهم قالوا ماذا قال ربكم قالوا الحق
وهو العلیٰ الکبیر (بخاری مشہ)

سپر پار تے ہیں اس قول کی آواز ایسی ہوتی ہے
جیسے پتھر پر زنجیر کی۔ جب انکی گہرے دور ہوتی
ہے تو پوچھتے ہیں خدا نے کیا فرمایا پس مقربین
کہتے ہیں کہ خدا نے حق فرمایا ہے۔

قالوا ای المقربون کجبرائیل قال ربنا لکون
ابوداؤد کی روایت میں صاف آیا ہے کہ جب خدا تعالیٰ وحی سے حکم فرماتا ہے تو آسمانوں والے
وعن ابن مسعود قال اذا نکلم الله تعالى
بلوحی یسمع اهل السماء للسماء صلصلة کجبرائیل
السلسلة على الصفا فیصعقون فلا یزالون
کذلک حتی یاتہم جبریل حتی اذا جاءهم جبریل
فرع علی قلوبهم قال فیقولون کجبریل ماذا قال

قسطانی نے شرح بخاری میں ان مقربین
کی تمثیل میں جبریل کا نام ذکر کیا ہے
ابوداؤد کی روایت میں صاف آیا ہے کہ جب خدا تعالیٰ وحی سے حکم فرماتا ہے تو آسمانوں والے
آواز سنتے ہیں جیسی زنجیر کی پتھر پر آواز نکلتی ہے
وہ اس سے بہوش ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ جبریل
انکے پاس آتا ہے تو انکی بہوشی رفع ہو جاتی
ہے پھر جبریل سے پوچھتے ہیں کہ خدا نے کیا
فرمایا پس جبریل بتا دیتے۔

الذین یحملون العرش ومن حوله یسبحون
بحد ربهم و یومنون به ویستغفرون
للذین امنوا (رومن ۱۶)

ملا یکہ حاملین عرش اور اسکے گرد و طواف کر نیوالوں کے حق میں فرمایا ہے جو عرش کو
اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اسکے گرد و طواف
میں ہیں خدا کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور
خدا سے ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے لئے

وَجَلَّ عَرْشُ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ
ثَمَانِيَةً (الحاقة ۱۶)

رَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُرِيَتْ
فَأَخَاكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَيُّهَا اللَّهُ بَارِعَةً (تفسير المفسر)
قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثَمَانِيَةً أَسْمَاءً عَلَى صِدْقَةِ
الْأَوْعَالِ (فتح البيان جلد ۱)

وَفَوْقَ ذَلِكَ ثَمَانِيَةً أَسْمَاءً بَيْنَ الْأَفَاقِ
وَرَكِبَهُنَ مِثْلُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قُبُورُ
ظُهُورُهُنَّ الْعَرْشِ (ترمذی جلد ۱)

وَالَّذِينَ حَوْلَ الْعَرْشِ هُمُ الْمَلَائِكَةُ الَّذِينَ
يُطَوِّفُونَ بِهِ مَمْلَأِينَ وَمَكْبَرِينَ هُمُ الْكَرُوبِيُّونَ

فتح البيان

مَا لَيْكَ بِبَيْتِ الْمَعْمُورِ كَيْ نَبْتَ أَنْخَفَتْ صَلَاحُ
عَنْ النَّاسِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ كُلُّ يَوْمٍ يَسْجُدُ لَكَ الْمَلَائِكَةُ أَلَا يَدْعُونَكَ
حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ (رواه ابن جرير وابن المنذر والحاكم وصححه)

ثُمَّ عَرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَى جِبْرِيلُ
فَقِيلَ مِنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ فَقِيلَ مِنْ مَعَاذِ
مُحَمَّدٍ قِيلَ وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْهِ قَالَ وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْهِ
فَفَتَحَ لَنَا فَأَخَانَا بِأَبْرَاهِيمَ وَمَسْنَدًا ظَهَرَ إِلَى
بَيْتِ الْمَعْمُورِ وَأَخَاهُ يَدْعُو خَلَهُ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ

اور فرمایا کہ قیامت کے دن خدا کے عرش کے
آٹھ فرشتے اُٹھائیں گے۔

۹ حدیث میں آیا ہے کہ وہ فرشتے آج چارہین
قیامت کے دن آٹھ ہزار چارہین گے۔

۱۰ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ ان ملائکہ
کی صورت احوال (نیکوئی) کی سی ہے

۱۱ ترمذی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ
ان عال کے کہ وہ دن سے گھنٹوں تک اس قدر درازی
ہے جقدر کہ ایک آسمان سے دوسرے تک۔

جو ملائکہ عرش کے گرد گردہین وہ تسبیح و تہلیل
کے ساتھ طواف کر رہے ہیں اور وہ کروبیوں
کہلاتے ہیں۔

۱۲ ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جبکی
قیامت تک پہرہ باری نہیں آوے گی۔

۱۳ صحیح بخاری غیرہ میں جو حدیث معراج مروی ہے
اس میں صاف ارادہ ہے کہ آنحضرت نے ساتویں
آسمان پر آیا ایم علیہ السلام کو بیت المعمور
میں ٹھیک لگا کر بیٹھ ہوئے دیکھا اور بیت المعمور
کو دیکھا کہ اس میں ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے

ملك لا يوجودون اليه (بخاری و مسلم و لفظه)

ہیں جو پہر کر نہیں آتے۔

ملائیکہ جو آسمان پر سجود میں ہیں انکا ذکر آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے اس ذات کی

عن ابی ذر قال قال رسولہ صلعم والذی نفسی

قسم ہے جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ آسمان

بیدہ ماکہم مفعول اربع اصابع الا و ملک و اضع ہتہ

پر چار انگلی کی کوئی جگہ نہیں جس پر فرشتے پیشانی

ساجد اللہ (رواہ الترمذی و احمد ابی ماعہ)

رکھ کر سجدہ نہ کرتے ہوں۔

ملائیکہ ہمیشہ و دوزخ کا بہت آیات میں ذکر ہے ایک آیت میں ارشاد ہے کہ جب پرہیزگار ہشت

کی طرف جاویں گے اور اُسکے دروازہ کھلے

وسبق الذین اتقوا ربهم الی الجنة زمرا حق

پاؤں کے تو ملائیکہ ہمیشہ کے خزانچی الکو کہیں گے

اذا جاءوها و فتحت ابوابها و قال لهم خذوها

تم میرا سلام تم اچھے آئے ہمیشہ کے لہم اسید بن داخل ہو

سلام علیہم طبت و ادخلوها خلدین۔

اور ایک آیت میں ارشاد ہے فرشتہ انہی پر دروازہ

والملائیکۃ یدخلون علیہم من کل باب سلام

سے آویں گے اور سلام کہیں گے

علیکم عاصبرتم فنعمر عقبی الدار (رعد ۳۶)

ایک آیت میں ارشاد ہے کافر دوزخ کے ملائیکہ

وقال الذین کفروا للخرزۃ جرمنا دعوا ربکم

سے کہیں گے کہ تم خدا سے دعا مانگو خدا ہمارا

ینخفض عنا یومًا من العذاب۔

عذاب ایک دن ہلکا کرے۔ ایک آیت میں ارشاد

(مومن ۵۶)

مالک (دوزخ کا داروغہ) کہیں گے کہ تم خدا سے کہو ہمارا

ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک (نور ۲۴)

ایک آیت میں ارشاد ہے دوزخ پر ایسے فرشتے مسلط ہیں جو بڑے سخت دل بڑی سخت قوت والے

علیہم املائکۃ غلاظ شداد (تحریم ۱۶)

ہیں اور ایک آیت میں ارشاد ہے وہ انیس

علیہا تسعة عشر و ما جعلنا اصحاب النار

ہیں اور ہننے دوزخ پر فرشتوں ہی کو مقرر کیا

الاملائکۃ و ما جعلنا عندہم الا فتنة للذین

ہے یہ عدد چھٹا ستر مقرر کئے ہیں کہ منکر

کفر الذین یستیقن الی او تو الکتاب و ینزاد الذین

اس سے بخاری ہوں اور ملکتاب مان لین اور

امنوا ایمانا (ماثر ۱۶)

مومنوں کا اس سے ایمان بڑھاوے

اور ذکر ملائکہ کا بشیر صفت مذکورہ زبان وحی ترجان حضرت رسالت سے بہت ہی کثرت سے

ہو رہا ہے اور کتب احادیث اُسکے ذکر سے مملو ہے۔ اس مقام میں صرف ایک کتاب شیخ بخاری کی

بعض احادیث متضمنہ ذکر ملائکہ کو نقل کیا جاتا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ حبیب اللہ تعالیٰ کسی بندہ

عزابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم اذا

اللہ العبد نادى جبریل ان الله يحب فلاناً فلقبہ

جبریل نینادی بعبرئیل فی اهل السماء ان الله

يحب فلاناً فاحبو فیحبہ اهل السماء ثم یومع له

الابول فی الارض (بخاری)

عز عایشہ ر سمعت رسول اللہ صلعم یقول ان

الملائکۃ تنزل فی العنان وهو السجاق قد

الامر یسفی فی السماء فتسرق النشیا ملین لسمع

فتسمع فتوحیہ الی الکھان فیکذبون معہا

مایۃ کذبة من عند انفسهم (بخاری)

عزابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم اذا

کان یوم الجمعة کان علی کل باب من ابواب المسجدا

ملایکۃ یتکئون الاول فالاول فلا یجلس

الامام طوعوا الصنف جاءوا یستمعون الذکر

عزابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول

من اتفق زوجین دعاء مخزنۃ الجنة ای

فلھم (بخاری)

عزابی سجع یقول سمعت رسول اللہ صلعم

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

بقولہ
سجداً یسجد فی سبیل اللہ
متم صلیت معہ تم صلیت معہ
متم صلیت معہ تم صلیت معہ

خمس صلوات ۵۵۵

کہ جب اسرائیل اترے اور وہ میرے امام
ہوے۔ پس انہوں نے مجھے پانچ نمازین
پڑھائیں۔

اور آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ملائکہ رات دن آگے پیچھے تم میں آتے ہیں اور صبح و عصر کی نمازین
جمع ہوتے ہیں یہ جو تم میں رات بھر رہتے ہیں
خدا کی طرف چڑھ جاتے ہیں تو خدا اُن سے پوچھتا
ہے حالانکہ وہ آپ خوب جانتا ہے تم نے میرے
بندوں کو کس حالت میں چھوڑا ہے وہ کہتے
ہیں کہ جب ہم ان سے دعا کرتے تو وہ نماز پڑھتے تو
اور جب ہم ان کے پاس گئے ہیں تو وہ نماز پڑھتے تو
اور آنحضرت سلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی تم میں
آمین کہتا ہے اور ملائکہ آسمان میں آمین کہتے ہیں
جب ایک لی آمین دوسرے برابر ہو جاتی ہے تو
اُسکے پچھلے گناہ بخشو جاتے ہیں۔

غزالی ہریرۃ قال الملائکۃ یتعاقبون ملائکۃ
باللیل وملائکۃ بالنہار ویجتمعون فی صلوة
الفجر والعصر ثم یعبر الذین یاتوا فیکم فیسألهم
ربہم وہو اعلم بکم فیقول کیف ترکتم
عبادی فقالوا انکناہم وہم یصلون و
اتینہم وہم یصلون۔ م

غزالی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا
قال احدکم آمین وقالت الملائکۃ فی لیسلم
آمین فوافقت احدہما الاخری غفر لہ
ما تقدم من ذنبہ۔ ط

اور حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت سے پوچھا کہ نبی آپ پر احد کے دن سے بھی سخت دن گزرا آپ نے
فرمایا مان وہ عقبہ کا دن تھا جب میری دعوت
اسلام کو عبدیالک ر دیکھا اور میں دمان سے غنا
چلا اور مقام (قرن الثعالب میں مجھ کو اس
غم سے افاتہ ہوا تو میں سر اٹھا کر ایک بدلی کو
دیکھا اس میں حضرت جبریل تھے انہوں نے مجھ کو
پکار کر کھاکہ خدا نے تیری بات کو اور جو تجھے

اور حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت سے پوچھا کہ نبی آپ پر احد کے دن سے بھی سخت دن گزرا آپ نے
فرمایا مان وہ عقبہ کا دن تھا جب میری دعوت
اسلام کو عبدیالک ر دیکھا اور میں دمان سے غنا
چلا اور مقام (قرن الثعالب میں مجھ کو اس
غم سے افاتہ ہوا تو میں سر اٹھا کر ایک بدلی کو
دیکھا اس میں حضرت جبریل تھے انہوں نے مجھ کو
پکار کر کھاکہ خدا نے تیری بات کو اور جو تجھے

نقرن الثعالب فعت راسی فاذا انا بسبح
 وانا غللتی فخطرت فاذا ایتها کعبیر ایل قتاد
 وقال ان الله قد سمع قول قومك لك وما
 رد واعلیک وقد بعث الله الیک ملک
 الکبیر لئلا یبوءوا شتات فیم فنادی ملک
 الجبال فسلم علی ثقیف قال یا محمد ان شئت ان
 اطلق علیک الذنوبین قال الذی صلعم بل
 ارجوان یخرج الله من اصدابهم من یعبد الله
 وحده ولا یشترک به شیئاً ۵۵

عز ابنی صلعم اذ ادعی الرجل امرئانی قرا
 فابته فبات مضطرباً لعنتها الملائکة حتی
 عز ابنی صلی الله علیہ وسلم رایت لیلۃ اسمی بی
 رجلاً آدم فویلا یجعد اکانہ من الرجال شتوة
 ورایت عیسی بن مریم یرجع کللق الی الحرقہ و
 الیاض سبط الراس رایت لکما خانن النار
 عز ابنی هریرہ ان الذی صلعم قال ما من یوم یصلح
 فیہ الامکان یذکر لایقول احد اللہ اعط
 خلفاً ویقول لاخر اللہ اعط ممسکاً تلفاد ۱۹

عز ابنی هریرہ قال قال رسول الله صلعم الملائکة
 یطوفون فی الطرق یتسواهل الذکر فاذا وجدوا
 قومًا یذکر الله تنادوا هل الی حاجتکم فیضو صمیا

اسکا جواب ملا ہے سن لیا ہے اور خدا نے میری
 طرف ملک الجبال (یعنی پہاڑوں کے فرشتے)
 کو بھیجا ہے تاکہ لو اسے حکم دے جو چاہے۔

پس یہ اس ملک الجبال نے مجھے پکار کر سلام کہا
 اور کہا کہ اگر آپ فرما دیں تو میں جبل قیس کو
 اور جو اسکے سامنے پہاڑ ہے اس پر ڈھانچ دوں
 نے فرمایا میں نہیں چاہتا بلکہ میں امید رکھتا ہوں
 کہ انہی شت سے خدا الہی اولاد نکالے جو خدا کو
 پوجیں اور اس سے شرک نہ کریں۔

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ یہ کسی مرد یا
 عورت کو ان پر بستر و کپڑے بکاد اور وہ انکار کرے
 جس پر وہ اس سے ناخوش ہو تو اس پر لایا تمام رات
 کرتے رہیں۔ اور آنحضرت نے فرمایا ہے کہ کفر
 معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مالک اور جبریل
 کو دیکھا اور آنحضرت نے فرمایا یہ ہر قدر آسمان و فرشتے
 اترتے ہیں ایک یہ کہتا ہو یا اللہ خرچ کر نبوا لیکو
 اسکا عوض دے دوسرے کہتا ہو یا اللہ خلیل کمال ملاک
 اور آنحضرت نے فرمایا خدا کے فرشتے استون میں

کھیر رہے ہیں اہل ذکر کو دہر ہوتا ہے جب کہیں کسی
 جماعت کو خدا کی یاد میں پاتے ہیں تو آسمان
 دنیا رک ڈگر و پروں سے گھم گھماتا ہے یہ تو میں ناخبر

عن عائشہ قالت لما رجع النبی صلعم من الحبشة
ووضع السلاح وغتسل تاہبجریل فقال فقد
وضعت السلاح والله ما وضعنا اخرج الیہم
قال نالی ابن قال ہمنا وانشار الی بنی قریظۃ
فخرج النبی الیہم (۵۹۰)

وعز انس قال کانی انظر الی العبار ساطعاً من
نفاق بنی غنم موکب جبریل جین سار رسولاً
الی بنی قریظۃ (۵۹۱)

عز ابن عباس ان النبی صلعم قال یوم البدر هذا
جبریل اخذ بواسطہ علیہ اداة الحرب (۵۹۰)

حضرت عائشہؓ نے روایت کیا ہے کہ جب آنحضرت
خندق کی لڑائی سے فارغ ہوئے اور اپنے ہتھیار کو
اتار کر رکھ دیا اور غسل کیا تو جبریلؑ آکر ہوئے کہ ابھی
تم نے ہتھیار دکھواتا رہا سنا اپنے ابھی نہیں اتارے
نکلوا اکیطرف اور چلو آنحضرتؐ فرمایا کہاں چلین چہل
نے کہا بنی قریظہ کی طرف چلو پس آنحضرتؐ اکیطرف نکلا
اشر فرماتے ہیں جو غبار آنحضرتؐ کے چلنے پر وقت نبیؐ غم
کو چہ سے اٹھائیں گویا اسکو اٹھتے دیکھ رہا ہوں
اور آنحضرتؐ صلعم نے بدر کے دن فرمایا یہ چہل
ہے گھوڑیکی چوٹی پکڑی ہوئی اور لڑائی کے روز

ماہنامہ

یہ صرف ایک کتاب بخاری بعض احادیث میں اور اگر اسی کتاب کی سب حدیثیں یا اور کتب صحاح کی

+ بدیع خندق یا بنی قریظہ میں جہاں کہیں آنحضرتؐ صلعم نے چڑائی کی ہے ان ہی لوگوں پر کیا ہیں جنہوں نے آنحضرتؐ
اور عام مسلمانوں کو تیا اور انکو کہہ سم کا لیا یا انکو بدینہ میں بھیجا یا اور انکو دشمنوں کا ساتھ دیا پس آنحضرتؐ
ان سے من ظلم کا بدل لیا اور انکے شہ کور و کا۔ یہ بات بار بار جہاں کہیں **شائع شدہ** من کوئی آیت یا حدیث متفق
ذکر جنگ جہاد آتی ہے اسلئے جانی جاتی ہے کہ غیر اقوام اسلام پر یہ الزام نہ لگادیں کہ یہ مذہب جبر ظلم پر
ہے اور مخالفین مذہب کو صرف مخالفت مذہبی کے سبب تا اس مذہب کا فرض ہے۔ ہم بار بار کہہ چکے
ہیں اور اب پہر کہتے ہیں کہ بے شک جنگ و جہاد اسلام کا ایک مذہبی فرض ہے۔ مگر
انہیں لوگوں سے جو مسلمانوں کو تادین اور دین اسلام سے فراحت کریں اور جو مذہب اسلام سے
فراحت نہ کریں خصوصاً اس حالت میں کہ وہ مسلمانوں پر حاکم و تسلط ہو جاوین پھر ان کے دین میں
دست انداز نہ ہوں جیسے کہ برٹش گورنمنٹ کا حال ہے تو ان کو لڑنا اور مخالفت کرنا مسلمانوں کے مذہبی فرض
سے نہیں ہے۔ دیکھو اس مسئلہ نمبر ۹ جلد ۲ ص ۲۷۷ وضمیمہ اشاعت نمبر ۱ جلد ۲ ص ۲۷۷۔

۱۰ ذکر ملائکہ کا تبشر صحفات مذکورہ زبان وحی ترجمان حضرت رسالت سہیت ہی کثرت سے

ہے اور کتب احادیث اُسکے ذکر سے مملو ہے۔ اس مقام میں صرف ایک کتاب صیح بخاری کی

بعض احادیث متضمنہ ذکر الایکھ کو نقل کیا جاتا ہے اسخفرت معلم نے فرمایا ہے کہ حبیب خدا تعالیٰ کسی بندہ

عز ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاء کون دوست رکفتا ہے تو جبریل علیہ السلام سمنہر مانا

اللہ العبد نای جبریل از اللہ صلی علیہ وسلم فکنا فلقبہ
 میں اسکو دوست رکھتا ہوں تو یہی اسے دوست کہہ

جبرئیل نینادی عبرئیل فی اهل السماء ان الله
یسیر جبرئیل سکو دور کہتا ہے اور تمام اسمان والوں

عزیزان! احبوا فیما به اهل السما ثم یومنع له

دوست رکھو میرے کہ لو دنیا میں قبولیت ہر حاجتی ہے

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرشتے بادلوں

الملائكة تنزل في العنان وهو السجافد
میں اُترتے ہیں اس احکام خدا کو ذکر کرتے ہیں وہ

الامر قضي في السماء فاسترق الشياطين لسمع
شياطين كنكر كما هو نكروا تباع من ده اسمين سو

فتم مفتوحیہ الکھان فیکذبون معھا

مات کذب من عند انفسهم - من

عزالی ہدیہ قال قال رسول اللہ سلعمی اذا
 اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو جمعہ دن فرشتے

کان یوم الجمعۃ کان علی کل باب ابواب مسجدا
مسجدین کج دروازہ آگستہ من اور ہلے آئیو السکر

ملائکہ نکتون الاول فالاول فاذا اجلس

تو اسنے حشرہ حاضری کو سمٹ کر ذکر سنے لگے تھیں

عزائی و برحقاً اہمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مذہبہ النجۃ ای

فاحلہ (۴۴)

عزائم و مقتضیات رسالہ اللہ صلعم اور آسخت صبار اللہ علیہ وسلم نے فرماتے

مَنْ يَسْجُدْ يَسْجُدْ لِلَّهِ مَلِكًا مُنِيبًا

عن عائشة قالت لما رجع النبي صلعم من الكوفة
ووضع السلاح وغتسل اتاه جبريل فقال قد
وضعك السلاح والله ما وضعنا اخرج اليهم
قال نالي اين قال ههنا واشار الى بني قريظة
فخرج النبي اليهم (۵۹۰)

وعز النبي قال كافي انظر الى العباد ساطع من
ذواق بني غم موكب جبريل حين سار رسول الله
الى بني قريظة (۵۹۱)

عن ابن عباس ان النبي صلعم قال يوم البدر هذا
جبريل اخذ برأس فرسه عليه اداة الحرب (۵۹۲)

حضرت عائشہؓ نے روایت کیا ہے کہ جب آنحضرت
خندق کی لڑائی سے فارغ ہوئے اور اپنے ہتھیاروں کو
اتار کر رکھ دیا اور غسل کیا تو جبریلؑ آ کر ہوئے کہ ابھی سے
تم نے ہتھیار ڈال دیے اور اسجد اپنے اپنے پہنیں اتارے
نکلوا ایک طرف اور چلو آنحضرتؐ نے فرمایا کہاں چلیں جبریلؑ
نے کہا بنی قریظہ کی طرف چلو پس آنحضرتؐ ایک طرف نکلے
ان فرماتے ہیں جو غبار آنحضرتؐ کے چلتے وقت بنی غم
کوچہ سے اٹھائیں گے وہ اسکو اٹکھتے دیکھ رہے ہوں
اور آنحضرتؐ صلعم نے بدر کے دن فرمایا یہ جبریلؑ
ہے گھوڑے کی چوٹی پکڑی ہوئی اور لڑائی کے اوقات

نہایت

یہ صرف ایک کتاب بخاری بعض احادیث میں اور اگر اسی کتاب کی سبب دشمن یا اور کتب صحاح کی

۱۰ بدیاء خندق یا بنی قریظہ میں جہاں کہیں آنحضرتؐ صلعم نے چڑھائی کی ہے ان ہی لوگوں پر کیا ہیں جنہوں نے آنحضرتؐ
اور عام مسلمانوں کو تباہ اور انکو مسکوئہ نکال دیا یا انکو مدینہ میں پہنچایا اور انکو دشمنوں کا ساتھ دیا پس آنحضرتؐ نے
ان کو منظم کا بدلہ لیا اور انکے شر کو روکا۔ یہ بات بار بار جہاں کہیں **اللہ** سنتہ میں کوئی آیت یا حدیث سنیں
ذکر جنگ جہاں آتی ہے اسلئے جانی جاتی ہے کہ غیر اقوام اسلام پر یہ الزام نہ لگادیں کہ یہ مذہب جبر و ظلم پر
ہے اور مخالفین مذہب کو صرف مخالفت مذہبی کے سبب ستا اس مذہب کا فرض ہے۔ ہم بارہا کہہ چکے
ہیں اور اب پہر کہتے ہیں کہ بے شک جنگ و جہاد اسلام کا ایک مذہبی فرض ہے۔ مگر
انہیں لوگوں سے جو مسلمانوں کو تباہ اور دین اسلام سے فراموش کر دیں اور جو مذہب اسلام سے
راحت نہ کریں خصوصاً اس حالت میں کہ وہ مسلمانوں پر حاکم و تسلط ہو جاویں پہر ان کے دین میں
بست اندازہ ہوں جیسے کہ برٹش گورنمنٹ کا حال ہے تو ان کو لڑنا اور مخالفت کرنا مسلمانوں کے مذہبی فریضہ
ہے نہیں ہے۔ دیکھو کتاب السنۃ نمبر ۹ جلد ۲ ص ۲۴۷ وضمیمہ اشاعت السنۃ نمبر ۲ جلد ۲ ص ۲۴۷۔

سبھی احادیث کو نقل کیا جاوے تو ملا مالک ایک مجلہ ضخیم تیار ہو۔ ان آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جو ملائکہ کے نسبت مسلمانوں کا اعتقاد ہے یہ انکو خدا رسول نہ سمجھتا ہے اور جناب مخاطب کا یہ کہنا کہ یہ اعتقاد مسلمانوں نے یہودیوں و مجوسیوں و عرب کے بت پرستوں سے سیکھا ہے کمال جرات و سخت مغالطہ ہے عرب کے بت پرست و یہود و مجوس تو پیچھے ہوئے یہ اعتقاد تو خدا علی کا ارشاد ہے جو یہودیوں و مجوسیوں بت پرستوں سے پہلے ہے۔ پھر بعد از خدا حضرت نوح و ابراہیم کے وقت سے مومنوں اور کافروں میں یہی اعتقاد متواتر چلا آیا ہے۔

حضرت ابراہیم و لوط کے پاس ملائکہ کا شکل انسان آنا اور خدا کی بشارت حضرت اسحاق و خضر علیہ السلام قوم لوط لانا پھلے بیان ہو چکا ہے قوم نوح سے قرآن مجید میں منقول ہے کہ قوم نوح سے منکر نے کہا خدا چاہتا تو فرشتوں کو اتارتا۔

ایسا ہی عا قوم یہود سے منقول ہے۔

فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ
يَرِيدُ أَنْ يُتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ
مَلَائِكَةً (مومنون ۲۶)

وَقَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً (محم ۲۶)

پھر جناب مخاطب کا یہ کہنا کہ یہ اعتقاد مسلمانوں نے یہودیوں سے سیکھا ہے جرات و مغالطہ نہیں ہے تو کیا ہے اس جرات کا منشاء یہ ہے کہ خدا کی مشیت ہی اس ملک میں انگریزوں کی بادشاہت ہے اور یہودی ایک مذمت دولت و ادبار میں ہیں اسلئے انگریزوں کی سبھی باتیں (گو کسی مذہب عیسائی محمدی وغیرہ کے موافق نہ ہوں) ایک خوش لگتی ہیں اور یہودیوں کی ہر بات (غریب سلام کے موافق ہی کیوں نہیں) بُری معلوم ہوتی ہے۔ پس جو بات مسلمانوں کی آپ کو اپنی یا اپنے ہم خیال انگریزوں کے مخالف معلوم ہوتی ہے آپ اسکو یہودیوں کی بات کہہ کر

جب ہم نے خدا تعالیٰ کی کلام اور مانہ حضرت نوح و ابراہیم قوم مد کے محاورہ و ملائکہ کا ان معنی میں متحمل ہونا چاہیے کہ مسلمان اعتقاد کرتے ہیں ثابت کر دیا تو اب ہم اس امر کی بحث نہیں کہ ہم سب عرب کے قدیم اسٹار صحابہ کی شہادت لادیں مخاطب کے اس بجا جو مجاہد علیہ السلام میں منقول ہے جو ابراہیم کہ محاورہ قدیم عرب میں ملائکہ کا ان معنی میں متحمل ہونا پائیدار ثابت ہو گا۔

ساقی الاعتبار پڑھ دیتے ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ یہ تو خدا کی بات ہے جو قرآن میں آئی ہے
یہودی اسکے قائل ہیں تو انہوں نے یہی خدا کی ہے لی ہوگی بناء علیٰ چونکہ فلسفی مشرب انگریز جن
وملائکہ کے قائل نہیں ہیں اور یہودی مسلمانوں کی طرح قائل ہیں اسلئے آپ نے مسلمانوں کے اعتقاد کو
یہودیوں کا اعتقاد پڑھایا ہے اور آیات واحادیث مذکورہ سے انکھ کو بند کر لیا کیسینو سچ کھا ہے
چون غرض آمد نہر پوشیدہ شد صد حجاب ز دل بسوی دیدہ شد

ابطال مقال و خیال مخا

جو آپ نے برعسم خود جلد آیات قرآن کے جواب میں کھا ہے (چنانچہ نمبر ۹ جلد ۳ میں بعض جگہ
صفحہ ۲۷۲ و ۲۷۳ منقول ہوا) کہ جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے انکا کوئی اصلی وجود نہیں ہو سکتا
بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتوں کے ظہور کو اور ان قوائے کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم
کی پیدا کی ہیں ملک یا ملائکہ کھا ہے قرآن مجید میں کلام مقصود میں کسی جگہ لفظ ملک یا ملائکہ کا اس
صراحت سے استعمال نہیں ہوا جو مراد یہودیوں نے قرار دی تھی۔ بلکہ برخلاف اسکے ان قدرتی قوائے
پر جن سے انتظام عالم مربوط ہے ملائکہ کا اطلاق ہوا ہے "میں" وجہ سے باطل ہے۔
وجہ اول یہ کہ اس سے پہلے آپ فرما چکے ہیں (چنانچہ نمبر ۹ جلد ۳ میں منقول ہے) کہ انکا
سے برتر مخلوق ہو نیسے انکا کوئی وجہ نہیں ہے شاید کہ ہو جس میں صفات اقبال پایا جاتا ہے
کہ وجود ذاتی و اصلی ملائکہ محال نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ آپ کا کہ ملائکہ کا کوئی اصلی وجود
ہو ہی نہیں سکتا۔ حافظہ نباشد کہ سو کیا وجہ رکھتا ہے۔

وجہ دوم یہ کہ ہر صورت میں وجود واجبہ و اشکال وغیرہ جسمانی صفات ملائکہ کو قوائے پر
حل کرنا ظاہری معنی سے تاویل کرنا ہے اور جو تاویل کے لفظ ظاہری معنی کا محال و ناممکن ہونا شرط
ہے (چنانچہ اشاعت السنۃ نمبر ۲۰ جلد ۲ میں خوب بسط و تفصیل سے ثابت کیا گیا ہے) اور ان
نصوص کی ظاہری معنی کا ممکن ہونا محال ہونا آپ کے مضمون سے نکل چکا ہے۔ پس آپ ان معنوں میں

اپنی تاویل (صحیح ہی فرض کیا وے) تکلیف چل سکتی ہے۔

وہ موصوم نصوص متضمنہ ذکر ملائکہ میں ملائکہ کا وجود ذاتی و اصلی موجود ہونا اور جسم و جسمانی صفات و اشکال وغیرہ سے موصوف ہونا اس تشریح و تفصیل سے پایا جاتا ہے کہ ان میں اس تاویل کی بنا پر ناجائز ہونیکے گنجائش نہیں ہے

دیکھو آیت نمبر اول میں ملائکہ کا قبل وجود آدم موجود ہونا پایا جاتا ہے نمبر دوم میں صاحب پر ہونا نمبر ۳ و ۴ میں ملائکہ کا حضرت ابراہیمؑ کو لڑکے پاس آنا اور اُس نے سامنے پتھر کا گوشت لایا ہونا اور ملائکہ کا قوم لوط کی بستیوں کو اٹا ڈالنا اور ان پر پتھر برسانا نمبر ۶ میں۔ مکی رسول کا انسانی رسول سے علیحدہ ہونا نمبر ۷ میں مکی رسول کا وحی نبوی سے علیحدہ ہونا نمبر ۹ میں ملائکہ کا حال نبی آدم کو لکھنا نمبر ۱۲ میں ملائکہ کا عرش معلیٰ کو اٹھانا اور مومنوں کے لئے دعا مانگنا نمبر ۲۹ و ۳۰

میں ملائکہ کا بہشت و دوزخ پر مسلط ہونا اور قیامت کے دن مومنوں اور کافروں سے ہمکلام ہونا پایا جاتا ہے اور حدیث نمبر ۱۰ میں ملائکہ کا جن وانس کے مقابلہ میں نور سے مخلوق ہونا اور ربہ میں اسرائیل کا ایک صورت خاص پر پیدا ہونا اور نمبر ۳۳ میں جبریل کا وحیہ کلی کی صورت پر مشابہہ ہونا نمبر ۳۴ میں رعد کا آگ کی قمچیوں سے بادلوں کو ہانکنا۔ نمبر ۵ میں اسرائیل کا آسمان سے اترنا اور جبریل کا اس سے ڈر جانا اور اسرائیل کا لوح محفوظ کو دیکھ کر جبریل و میکائیل عزرائیل کو انہی خدمات سپرد کرنا نمبر ۶ و ۷ میں ملائکہ کا وحی کی آواز سن کر خوف سے پر مارنے لگ جانا اور یہوش ہو جانا نمبر ۱۰ ادا میں حاملین عرش کا بڑو کو ہی کی شکل پر ہونا نمبر ۱۲ اور ۱۱ میں ہر

فرشتوں کا بیت المعمور میں ہونا نمبر ۳۴ میں آسمان کا ملائکہ سے پر ہونا۔ نمبر ۲۲ میں ملک الجبال کا آنحضرتؐ کو دکھائی دینا اور بعد سلام کفار مکہ پر پہاڑ اٹا ڈالنے کی اجازت چاہنا پایا جاتا ہے۔ اور ایسا ہی بقیہ آیات و حدیث سے مستفاد ہے جنکی نقل سے بخوف تطویل تعرض نہیں ہوا۔ اور یہ امر صاف یقین دلانا ہے کہ ملائکہ بذات خود قائم و موجود و محبت و مشکل میں قوائم و صفات قائم بالغیر نہیں ہیں۔ اگر وہ صفات و قوائے موجودات ہو گئے تو وہ ان اجسام و اشکال

دیجیاتی سو دکھائی نہ دیتے اور نہ ان آیات و احادیث میں صفات جسمانیہ کے محل قرار دے جاتے اور اگر اسکے جواب میں کہو کہ حقیقت میں آج تک ملائکہ کو کسی نے نہیں دیکھا جو کچھ کیسے مشاہدہ میں آیا ہے اور ان آیات و احادیث میں مذکور ہوا ہے یہ دیکھنے والے کا خیال ہے تو اس کا جواب نمبر ۳۸۲ میں ہے جو ۲۸۲ وغیرہ ادا ہو چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ کہنا ایسا ہے جیسا کوئی آپ کی نسبت کہہ دے کہ یہ شخص جسکو آزاہیل سید احمد خان صاحب بہادر کہتے ہیں واقع میں کوئی شخص نہیں ہے جو نظر آتا ہے دیکھنے والے کا خیال ہے اور اسکی تفصیل و دلیل اسی نمبر میں مرقوم ہے جو دیکھنے کے لائق ہے۔ اور جو ارشاد ہوا ہے کہ قرآن مجید میں کلام مقصود میں کسی جگہ لفظ ملک اس مراد سے استعمال نہیں ہوا جو مراد یہود نے قرار دی تھی۔ پھر آپ نے بزرع خود آیات کا جواب دیا ہے جنہیں آجکی تاویل حل نہیں سکتی اور بدون تسلیم وجود ذاتی ملائکہ کے کچھ بن نہیں پڑتی۔ آپ فرماتے ہیں دچنانچہ اصل کلام جناب نمبر ۳۸۲ صفحہ ۲۴ میں نقل ہو چکا ہے کہ جن آیتوں میں خدا نے فرشتوں کو جداگانہ مخلوق ٹھہرایا ہے اور انکی حسب بغض کا ذکر فرمایا ہے انہیں یہودیوں کے خیال و عندیہ کو حکایت کیا ہم اپنی طرف سے بطور کلام مقصود کو نہ کہ نہیں کیا۔ یہودیوں نے اپنے عندیہ میں دو جداگانہ فرشتے جبرائیل میکائیل ٹھہرا رکھے تھے جبرائیل کو آنحضرت صلعم کی طرف وحی لانے والا خیال کرتے اور اپنا دشمن سمجھتے خدا نے انہی کے عندیہ پر کہہ دیا کہ ان جبرائیل ہی وحی لانا تم اُس سے دشمنی رکھتے ہو تو خدا تمہارا دشمن ہے مگر یہ سراسر مرتعاط ہے خدا و رسول کی کلام میں ذکر ملائکہ اسی معنی و مراد سے جسکو آپ قرار داد یہود بتاتے ہیں بہت ایسی مواضع میں وارد ہے جہاں کسی کو فی الواقع حکایت نہیں ہے بلکہ وہاں ذکر ملائکہ مقصود و مطلوب ہے۔ افسوس آپ نے ذکر ملائکہ کو ایک جگہ غیبیہ مقصود و حکایت از یہود سمجھ لیا ہے خواہ میں بھی حکم لگا دیا اور یہ بات قلم سے نکالتے ہوئے قرآن کہہ لو لکنہ دیکھ لیا۔

آیات مرقومہ بالا میں سے اکثر آیات خصہ صا نمبر ۱۷۷ و ۲۱۷ میں ملائکہ کا ذکر کلام مقصود میں وارد ہے جنہیں کسی یہودی وغیرہ کے خیال و متغال کی حکایت نہیں ہے اور وہاں ملائکہ سے

مراد بھی وہی معنی میں جنکو آپ قرار داد یہود بتلاتے ہیں ایسا ہی آیات ذیل کا مفاد ہے۔

سورہ فرقان اور سبأ میں ارشاد ہے جس دن خدا تعالیٰ سبکو اکٹھا کرے گا پھر فرشتوں سے

وَيَوْمَ نَخْتَرُ مِنْهُمْ جَمِيعًا نَقُولُ لِلْمَلَكَةِ

اهولاء اياكم كانوا يعبدون قالوا سبيك

انت ولينا منذ و نهم بل كانوا يعبدون

الحق انك تهمهم بلهم مومنون (سبأ ۵۶)

کہیں گاہے لوگ (نبرعم خود ملائکہ پرست) تلو پوچھتے
تھے وہ کہیں گے تو پاک ہے تو ہمارا دوست ہو
نہ یہ لوگ۔ یہ تو جنوں کو پوچھتے تھے اکثر
انہی پر ایمان رکھتے تھے۔

اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملائکہ بوجہ ذاتی موجود ہیں اور خطاب جواب کے لایہ میں
قیامت کے دن اٹھائے جاویں گے خدا ان سے خطاب کریگا اور وہ جواب دیں گے اور یہاں مرعق مقصود
کلام الہی ہے اس میں کسی یہودی یا مشرک کے خیال کی حکایت نہیں ہے اس لئے کہ کسی یہودی یا مشرک
کا یہ خیال نہ تھا کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کا فرشتوں سے یہ سوال وجواب ہوگا۔

اور سورہ زخرف میں ارشاد ہے ہم چاہیں تو تمہارے بدلے زمین میں فرشتے بھیج دیں جو تمہارا

دلونشاء الجعلنا منكم ملائكة في الارض يخلفون (زخرف)

خلیفہ ہوں

اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملائکہ بوجہ ذاتی موجود ہیں جس سے وہ انسانوں کی خلاف کر سکتے ہیں
اور بھی یہی عین مقصود کلام الہی ہے اس میں کسی خیال کی حکایت نہیں۔

اور کسی آیات میں ذکر ملائکہ ایسا مقصود ہے کہ انکاماتنا جزو ایمان اور ان سے انکار کفر ٹھہرایا گیا ہو
جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملائکہ کوئی اصلی وجود رکھتے ہیں صرف قوائے اشیاء عالم کا نام ملائکہ
نہیں ہے۔ صرف قوتوں کا نام ملائکہ ہوتا تو ان پر ایمان لائے بغیر تاکیدیہ اور ان سے کفر کرنے پر تشبیہ
واقع نہ ہوتی۔ قوائے موجودات عالم (جبال و سجاڑا شمار و حیوان و انسان وغیرہ) کا تو کوئی کافر سے
کا فراد مشرک و مشرک بھی منکر نہ تھا پھر ان پر ایمان لائے بغیر تاکیدیہ کیا ضرورت تھی اور اس سے انکار
تکفیر کب مناسب تھی۔

منجملہ ان آیات کو ایک آیت میں ارشاد ہے۔ نیکی (صرف) یہی نہیں ہے بلکہ مشرق یا مغرب

لیس الیذان تولوا وجمہم قبل المشرق
والمغرب لاکن البر من امن بالله والیوم الآخر
والملائیکۃ والکتاب والنبیین (بقبرہ ۲۲۶)

کیطرف (نمازین) مونہہ کرلو۔ نیکیو کارتو وہ
شخص ہے جو خدا پر اور پچھلے دن پر اور فرشتوں
اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان رکھتا ہوں۔

اور ایک آیت میں ارشاد ہے تو رسول ماورب مومن اس پر ایمان لاتے ہیں جو خدا کی طرف سوائی
ہے وہ سبھی خدا کو اور اسکے فرشتوں کو اور اسکی

امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ واللو منو

کل امن بالله وملئکتہ وکتابہ ورسلہ
لا نفرق بین احد من رسلہ (بقبرہ ۲۰۶)

کتابوں اور رسولوں کو مانتے ہیں۔

اور ایک آیت میں ارشاد ہے جو کوئی اللہ سے

اور اسکے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں سے

اور پچھلے دن سے جدا ہو اور دور ہو لا۔

ومن یفر بالله وملئکتہ وکتابہ ورسلہ والیوم

الآخر فقد ضل الضلال بعیدا (نما ۲۰۶)

اور احادیث یہودیہ جو اوپر مذکور ہوئی ہیں سب کی سب اسی قسم سے ہیں کہ ان میں ذکر ملائیکہ بمعنی مذکور

مقصود ہے اور اس میں کسی خیال و مقال کی حکایت نہیں اور ایک حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی

نے تہجد کی نماز میں دعا استفتح میں خدا کی حضور

میں جبرائیل کا نام لیا اور خدا تعالیٰ کو رب جبرئیل

و میکائیل و اسرافیل کے نام سے پکارا۔

عزیزا کل الذی صلعم اذا قام من اللیل افتتح

صلواتہ اللہم رجبیل و میکائیل و

اسرافیل فاطر السموات والارض الخ (صحیح مسلم)

یہ حدیث اسباب میں نصطعی ہے کہ جبرائیل و میکائیل و اسرافیل (جنکے حقایق و صفات کا ذکر غنیمت گزرا)

کا نام آنحضرت کی زبان پر یہ تقلید یہودیہ جاری نہیں رہا۔ بلکہ تبعلیم الہی مشاہدہ نفس الامر ہی تھا خلقت

میں اور تہجد کی وقت میں اور دولت سرگنوی میں کون یہودی یا نصرانی حاضر و مہجور تھا جسکی خاطر

سے اپنے خدا کو رب جبرئیل و میکائیل کے نام سے پکارا اور اپنی عبادت و دعائیں اسکے خیال کو حکایت کیا۔

افسوس! نرائیل نے ایک آیت میں کان علی اللہ جبرئیل کو یہود کے مقابلہ میں دیکھ کر

جبرئیل و میکائیل کے ذکر کو خیال یہود سے سکایت ٹھہرا دیا۔ اسکے سوا اور آیات و احادیث کو جنہیں

جبرئیل و میکائیل مقصود بالذکر میں آنکھ کھول کر نہ دیکھا اور جو آپ نے اخیر میں کھتے ہیں چنانچہ جبرئیل

اشاعت السنہ

نمبر

جلد ۴

ولادت مسیح علیہ السلام

اس مسئلہ میں آنراہیل سید احمد خان صاحب بہادر نے غضب کیا ہے قرآن و حدیث دونوں کو طاق میں رکھ دیا اور مضمون ۵ چہ دلا درست دزدی کہ کبف چراغ و ارد کا جلوہ دکھایا تفسیر تیز ویر میں حضرت مسیح علیہ السلام کا یوسف بخار کے نطفہ سے پیدا ہونا بیان کیا اور کچھ اسکے ثبوت میں لکھا ہے اس میں تیز ویر و تحریف کے سوا کچھ نہیں کیا۔ ہم خلاصہ عبارت جناب اس مقام میں نقل کرتے ہیں پھر تفصیل اس کا جواب دیتے ہیں۔ اصل عبارت جناب میں بہت تطویل تھی ومع ذلک وہ بے ترتیب و پرگندہ تھی۔ اسلئے ہم نے بظرا اختصار و افہام ناظرین اس کا خلاصہ اپنی عبارت میں نقل کیا ہے جس کو توافق میں شک ہو وہ اصل تفسیر کو دیکھ سکتا ہے آپ فریسی کے بغیر باپ پیدا ہونے میں پھلے عقلی بحث کی ہے پر نقلی۔ نقلی بحث پہلو انجیل انرا کے حواشی سے کی ہے پر قرآن سے اور کوئی بحث جناب کذب و مغالطہ سے خالی نہیں ہے۔ ہم ہر ایک بحث کے مطالب کو علیحدہ علیحدہ نمبر و نقل کرتے ہیں پھر نمبر ۱ ان کے جوابات قلم میں لاتے ہیں۔

بحث عقلی

۱۔ مسیح کے بغیر باپ پیدا ہونے میں نہ خدا کی کمال قدرت کا اظہار مقصود ہے اسلئے کہ خدا نے آدم کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اور بہت قسم کے حیوانات بغیر توالد و تناسل پیدا کرتا ہے پر مسیح کے بغیر باپ پیدا کرنے میں اظہار کمال قدرت کیا ہوا ۹۔

۲۔ اور اگر اس کو دوسری طرح پر اظہار کمال قدرت کہو تو یہ یہی نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ اس صورت میں چاہئے تھا کہ یہ امر واضح ہوتا اور اس میں سب کو شک و شبہ نہ رہتا۔

۳۔ اور نہ یہ معجزہ ہو سکتا ہے اسلئے کہ معجزہ بمقابلہ منکرین نبوت ہوتا ہے اور قبل پیدائش مسیح منکر

کون تھا۔ اور نیز اگر یہ معجزہ ہوتا تو انہی پیدائش میں دروزہ وغیرہ عوارض حل کا وجود نہ ہوتا
اور نیز اگر یہ معجزہ ہوتا تو مریم کا ہونا نہ مسیح کا۔

بحث نقلی از انجیل و حوشتی آن

اس بحث میں آپ نے پراگندہ طور پر پس باتیں کہی ہیں جن باتوں کا مدار و مال صرف چاروں
میں جبکہ امتوی مسیح طلب کیا جاسکتا ہے۔ ہم آپ کی پراگندہ تقریرات سے اولاً ان امور
اربیعہ کو منتخب کرتے ہیں پھر ان کے موجدات و شواہد کو معرض نقل میں لاتے ہیں۔

(۱) مسیح کا داؤد کا بیٹا ہونا ضروری ہے اور وہ بغیر اس کے کہ وہ یوسف کے تخم سے ہونا ثابت ہونا
ناممکن ہے۔

(۲) ابتدائی مسیح کے بغیر باپ پیدا ہونیکا کسی عیسائی کو خیال و اعتقاد نہ تھا حتیٰ کہ حواریں مسیح
ہی اس امر کو نہیں جانتے تھے کہ صرف مریم اور یوسف کے دلوں میں مخفی تھا یہاں تک کہ مریم
نے مسیح کے سرخسے ہی اٹھنے کے بعد ظاہر کیا اس سے پہلے سب کو ہی مسیح کو یوسف کا بیٹا کہنا عیاں ہوتا
تھا۔ مسیح کو خدا کا بیٹا کہنا صرف یونانیوں کی تقلید سے ہوا ہے وہ لوگ نہایت بزرگ اور مقدس
انسان کو خدا کا بیٹا کہتے چنانچہ فلاطون۔ ویشا غورس وغیرہ کو خدا کا بیٹا کھاتے۔ جب
حواریوں کو انی زبان کے ذریعہ سے دین عیسوی کا پہلا نام لفظ ہوا تو حضرت عیسیٰ کو اس
نسب سے ملقب کرنا پڑا ہوگا جو ان لوگوں کے خیالات سے مناسب نہ تھا جن کے لئے انجیلیں لکھی
گئی تھیں اس لئے ہمارے نزدیک وہ انجیلیں حضرت عیسیٰ کی ولادت کی نسبت اُن خالص خیالات
کے ظاہر ہونیکا ذریعہ نہیں ہو سکتیں۔ * * * * * پھر زمانہ کے گزر جانیکے پر یہ خیال جس سے
عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہا گیا تھا محو ہو گیا اور مسیح کو حقیقتہً خدا کا بیٹا سمجھا گیا۔ اور اسکے ساتھ یہی
قرار دیا گیا کہ وہ بے باپ پیدا ہوئے تھے۔ انہی ضد سے یہودیوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ نعوذ
باللہ وہ ناجائز طور پر پیدا ہوئے ہیں۔ یہ اتہام سلسلہ سچو سچو تیسری صدی میں نہا گیا تھا۔

(۴۰) ابول حواریین و عیسائیوں کے حضرت مریم کی یوسف بنجار سے منگنی ہو چکی تھی اور شریعت
 یہودی میں رسم تھی کہ منگنی کے بعد مرد عورت کو دیکھنے اور مباشرت کرنے کا مجاز ہو جاتا اور
 بعد منگنی اور قبل رخصتی اُس سے اولاد پیدا ہوتی تو وہ بھی ناجائز تصور نہ ہوتی شاید خلاف رسم
 ہونے سے معیوب گنی جاتی ہوگی بناء علیہ یوسف حضرت مریم سے ہم بستہ ہوا اور اُس سے حضرت
 مسیح کا حمل ہوا (نعوذ باللہ کبریت کلمۃ تنجیح من افواہہم ان یقولوا لا کذباً)

امراول کے ثبوت و تائید میں آپ نے نسب نامہ انجیل میں ہی کا حوالہ دیا ہے جس میں مسیح کو ابن داؤد
 وابن ابراہیم لکھا ہے اور پھر انجیل لوک باب اول درس ۲۷ سے نقل کیا ہے کہ یوسف مریم کا مشہر داؤد
 کی نسل سے تھا۔ پھر فرمایا ہے کہ اگر کھایا ہوے کہ مان کے سبب اُنکو داؤد کی نسل سے قرار دیا گیا ہو
 تو یہ بات دو وجہ سے غلط ہے۔ اول ایسے کہ یہودی شریعت میں عورت کی طہارت ہو نہایت اہم
 ہو سکتا۔ دوسری یہ کہ حضرت مریم کا داؤد کی نسل سے ہونا ثابت نہیں ہے۔ پھر وجہ دوم یہ ہے
 زور دیا ہے اور بزعم خود ثابت کر دیا ہے کہ مریم علیہا السلام داؤد کی نسل سے نہیں ہے۔

امردوم کے ثبوت و تائید میں آپ پوری رچاؤ و اٹھن مباحث کا قول نقل کیا ہے مگر اچھا
 ہے جو امر دوم کا عنوان ہے پھر اخیر بحث میں انجیل غیرہ کے مواضع ذیل سے استشہاد لکھا ہے۔

انجیل متی باب اول درس ۱۶- ایضا باب ۱۳ درس ۵۵- انجیل لوک باب ۲ درس ۲۷ و ۲۸ و ۲۹
 ۴۱ و ۴۲- انجیل یوحنا باب ۶ درس ۴۲- ایضا باب اول درس ۴۵ جن میں مسیح کو یوسف کا
 بیٹا اور یوسف کو مسیح کا باپ لکھا ہے۔ اعمال حواریین باب ۲ درس ۳۰ جس میں وارد ہے کہ خدا نے
 داؤد سے کہا کہ میں تیری کمر سے مسیح کو پیدا کروں گا۔ اور رومیان باب اول درس ۳ جس میں یہ لکھا ہے
 کہ مسیح جسم کے حق میں داؤد کے تخم سے پیدا ہوا۔ آیات انجیل متی ۱- ۱۶ و لوک ۲- ۳۴ کے
 ذیل میں آپ نے تھوڑی سی یونانی بھی خرچ کی ہے جس سے بزعم خود یوسف کا باپ ہونا اور
 مسیح کا بیٹا ہونا ثابت کیا ہے۔ اور بذیل آیات متی ۱- ۱۶ کے کہا ہے کہ جن نسخوں میں حضرت
 عیسیٰ کا صرف مریم سے پیدا ہونا بیان کیا ہے ان میں تغیر ہوا ہے۔ اس تغیر کا سبب ہی خیالات میں

جو یونانیوں میں مذہب عیسوی پہیلانے کے لئے پیدا ہوئے تھے۔

پہر فرمایا ہے۔ لوگ کی انجیل باب ۲ ورس ۳۳ کے موجودہ نسخوں میں یہ لفظ نہیں ہے۔
یوسف اراکلی مان، مگر اس مقام پر یہی اسی خیال سے تغیر کیا ہے۔ ڈاکٹر کریسٹن کی صحیح اور
مقابلہ کر کے چھاپی ہوئی انجیل مطبوعہ لیٹنگ شہ اور شندروف کی چھاپی ہوئی انجیل مطبوعہ
۱۸۴۹ء اور روسن دلگٹ کے ترجمہ انگریزی میں یوسف کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اسکا باپ اور
اسکی مان لکھا ہے اور ٹروٹوپ نے یونانی انجیل کے شرح میں اسی کی تصحیح کی ہے جس
یوسف کا پدر مسیح ہونا تسلیم ہوتا ہے۔

امر موعوم کے ثبوت و تائید میں آپ نے کسی سند کو پیش نہیں کیا صرف اپنے پیٹ کی بات یا دماغ
کے دھم دخیال کو کافی دلیل سمجھا کر اسکا کہنا کہ یونانی زبان میں عیسائی دین پہیلانے کے لئے
عیسیٰ کو بیٹے کے لقب سے ملقب کرنا پڑا ہوگا اسی لفظ ہوگا سے ناظرین کو قوت استدلال جتا۔
کا اندازہ کرنا ہوگا۔

ایسا ہی امر چھپا رم کے ثبوت میں آپ نے کوئی سند پیش نہیں کی صرف کیٹو سیکلو پیڈیا سے
سنگنی کا یہ دستور نقل کیا ہے کہ شوہر اور زوجہ میں اقرار ہو جاتا تھا کہ اس قدر عیاد کے تبادلا
کرینگے۔ پہر اس پر ایک یہ حاشیہ چڑھایا ہے کہ یہ قرار یا تو ایک باقاعدہ تحریر یا معاہدہ کے
ذریعہ سے گواہوں کی موجودگی میں ہوتا تھا جس طرح کہ ہم مسلمانوں کے مان نکاح خط لکھا جاتا ہے
یا بغیر تحریر کے اس طرح ہوتا تھا کہ مرد و عورت کو گواہوں کے سامنے ایک ٹکڑہ چاندی دیدیتا
اور یہ لفظ کہتا تھا کہ یہ چاندی کا ٹکڑہ اس امر کی کفالت میں قبول کر کہ اتنے دنوں بعد تو میری زوجہ
دوسرا حاشیہ یہ چڑھایا ہے کہ یہ معاہدہ حقیقت میں عقد نکاح ہی صرف زوجہ کا گہرین لانا باقی تھا
تھا۔ اور وہ اس عیاد پر ہوتا تھا جو اس معاہدہ میں قرار پاتی تھی۔ اسکی مثال بالکل ایسی
ہے جیسکہ مسلمانوں میں فاتحہ خیر ہوتی ہے جو حقیقت ایک شرعی نکاح ہے لیکن زوجہ فی العفو
گہرین نہیں لائی جاتی یا جیسکہ اب بھی بعض دفعہ مسلمان میں نکاح بہ تحریر نکاح ۱ عمل میں آتا ہے اور

زویہ کا شوہر کے گھر میں پہنچا کسی آئندہ وقت پر ملتوی رہتا ہے۔

تیسرا شہ سیدہ کہ یہودیوں کے ہاں اس رسم کے ادا ہونیکے بعد مرد اور عورت باہم شوہر اور زوجہ ہو جاتے تھے اور پھر بچہ اسکے کہ زوجہ اپنے شوہر کے گھر رہنے کو اس مدت کے بعد پہنچدی جاوے اور کوئی ایسی رسم سپر جواز تر ویج منحصر ہو عمل میں نہیں آتی یہاں تک کہ اگر بعد اس رسم کے اور قبل رخصت کر نیکے ان دونوں سے اولاد پیدا ہوتی تو وہ ناجائز اولاد تصور نہیں ہوتی مگر بلکہ بے گناہ شرعی اولاد جائز تصور ہوتی تھی۔ شاید خلاف رسم بات ہونے سے معیوب گنی جاتی ہوگی اور دونوں کو ایک شرم اور خجالت کا باعث ہوتی ہوگی۔ پھر اس حاشیہ یوم کے ثبوت میں فرمایا ہے امر مذکور کا ثبوت کیٹو سیکلو پیڈیا سے ہی ظاہر ہوتا ہے اس میں لکھا ہے کہ جب بینہ عاہہ شادی کا یہودیوں میں ہو جاتا تھا تو زن و مرد ایک دوسرے کے دیکھنے کے مجاز ہوتے تھے جسکی انکو پہلے اجازت نہیں ہوتی تھی۔ اور اسی کتاب میں لکھا ہے ایک نسبت شدہ باکرہ کے لطن سے خدا نے اپنے بیٹے کے پیدا ہونے میں یہ حکمتیں رکھی تھیں۔ اول یہ کہ ان پر غیر مشروع اولاد ہونیکا لغتہ عاید نہ ہو۔ دوم یہ کہ والدین موافق یہودی شریعت کے سزا کے مستوجب نہ ہوں سوم یہ کہ یوسف کا نسب نامہ سے جبکہ رشتہ دار مریم تھیں مریم کا نسب نامہ ظاہر ہو جاوے چہاں یہ کہ حضرت مسیح کا ایام طفولیت میں کوئی مربی اور سرپرست ہو۔

ان حواشی سے آپے مطلب یہ نکالا ہے کہ یوسف مریم سے اسکے گھر جا کر حاجت روائی کرتا ہوگا اور اُسی سے مریم کو حمل ہو گیا ہوگا۔ اور جو اسکے برخلاف انجیل متی میں آیا ہے کہ مریم یوسف سے ہم بستہ ہوئی ہے پہلے حاملہ پائی گئی اسی میں سے قبل ہم بستہ ہو نیکا لفظ خورد برد کر کے باقی مضمون کے جواب میں کہا ہے کہ متی کی انجیل میں جو یہ لکھا ہے کہ یوسف نے جب دیکھا کہ حضرت مریم حاملہ ہیں تو اسنے چہوڑ دینے کا ارادہ کیا اور اگر یہ بیان تسلیم کیا جاوے تو اسکا سبب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ عام رسم کے برخلاف حاملہ ہو جانے سے یوسف کو رنج و خجالت ہوئی ہوگی جسکی سبب ایسا خیال کیا ہوگا۔ اس قول میں بھی لفظ ہوگی اور ہوگا پر ناظرین کو خیال کرنا ہوگا

بحث نقلی از قرآن

اس بحث میں آپ مدعیانہ چال نہیں چلے بلکہ مجیبانہ و معترضانہ طرز اختیار کئی ہیں اور اس میں بہی کذب و مغالطہ کی پوری داد دی ہے۔ مسیح کا بغیر باپ پیدا ہونا آپ کسی آیت قرآن سے ثابت نہیں کیا بلکہ ان آیات کا جسے مسیح کا بغیر باپ پیدا ہونا ثابت ہوتا ہے جواب دیا ہے اور اس جواب میں کذب اور ہوگا اور ہوگی اور ممکن ہے اور کیا تعجب ہے سے کام لیا ہے۔ چونکہ وہ بحث جواب استدلال اہل اسلام ہے اسلئے قبل تفصیل اس استدلال کے اس بحث کا نقل کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہاں ان آیات سے استدلال کیا جاوے گا وہ میں آپ کے جواب اور سند ذات اکاذیب اور ہوگا ہوگی کو نقل کر کے اسکا جواب دیا جاوے گا۔ یہ آپ کے بیان بلا ضبط و بے برہان کا خلاصہ اب اسکا جواب دیا جاتا ہے۔

اس کذب کی مثال ایک یہ بات ہی جو آپ تفسیر ابن زودیر کے صفحہ ۳۳۳ میں فرمائی ہے کہ درشت کا مریم کو لڑکے کی بشارت دینا اور اسکے جواب میں مریم کا یہ کہنا کہ مجھے تو ان نے ہاتھ ہی نہیں لگایا پھر میرے لڑکا کیونکر ہوگا۔ یہ اسوقت کا ذکر ہے جبکہ مریم کو کسی مرد نے نہیں چوا تھا۔ بلکہ غالباً ان کا خطبہ ہی یوسف سے دھوا تھا۔ یہ آپ کا کہنا اسلئے کذب ہے کہ انجیل لوک باب اول ص ۲۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ فرشتہ نے مریم کو بشارت دی تھی۔ اسوقت یوسف کی مریم سے سنگینی ہو چکی تھی۔ چنانچہ اصل عبارت انجیل کے بعض جواب بحث نقلی از انجیل عنقریب آتی ہے۔

(عذرہ) میں نے جناب مخاطب کی کلام میں بہت جگہ کذب پایا مگر ادبا کہی کذب کو آپ کی طرف نسبت نہ کیا۔ اگر عیب کذب باس حد تک پہنچ گیا کہ اس میں کلام الہی کا مسیح مقابلہ ہونے لگا تو ناچار حمیت اعلیٰ نے مجھے اس نسبت کرنے میں مجبور کیا۔ آپ کے حواریوں اور اتباع کو اس پر جوش آوے تو وہ مجھ مجبور و معذور سمجھ کر معافی دیں اور اس جوش کو خامیہ وح ہی پر نکالیں اور آپ سے دریافت کریں کہ یوسف کا مریم سے خطبہ ہونا آپ نے کس کتاب البامی یا کس کتاب یا نسخی سے اخذ کیا ہے جسے سیطہ قرآن و انجیل لوک کا خلاف کیا۔ اگر جواب دے سکیں تو مقبول بناؤ گے تو ہم علیحدہ مین حاضر ہو کر آپ سے معافی کرانگے اور اگر آپ خود ہی اسکی سند نہیں دے سکتے

جواب بحث عقلی

نمبر اول کا یہی جواب ہے جو آپ کو سوچا ہے اور اسکو ممبر ۲ میں بیان فرمایا ہے پر جو اسپر اعتراض کیا ہے کہ اس صورت میں چاہے نہ کہ وہ امر واضح ہوتا اسپر کیونکہ شک شبہ ہوتا۔ اس کے جواب دو ہیں۔

اول (جو ظاہر قرآن پر مبنی ہے) یہ ہے کہ بے شک مسیح ظاہر اور علانیہ طور پر بغیر باپ کے پیدا ہوئے جسکو اہل ایمان و انصاف نے مان لیا اور منکرین نے اسی سبب سے حضرت مریمؑ کو بہت زنا مستہم کیا اور صاف کہہ دیا اسی مریمؑ تو یہ بھتان لائی نہ تیرا باپ ٹھہراتا اور نہ تیری مان بدکاری تھی (یعنی یہ تو بلا خاوند یہ کچھ کہاں لائی)

یا مریم لقد جنّت شیئاً فویا یا خت
ہاں میں ماکان ابوک امر سوء وما
کانت امک بغیا (مریم ۲۶)

انکار کون کا تو مشاہدات یقینہ سے ہی رفع نہیں ہوتا جب منکرین نے کسی دشمن نشانی کو دیکھا تو وہ ان میں سے ہی کہا جتنا قرآن میں جا سکا منقول ہے۔

جواب دوم (جو ظاہر انجیل کے تسلیم پر مبنی ہے) یہ ہے کہ گویہ امر اور دن پر ایک مدت تک مخفی رہا مگر حضرت مریمؑ اور یوسفؑ کو تو معلوم تھا اور اہل تسلیم و ایمان کے سامنے ظہور کمال قدرت الہی کے لئے صرف مریمؑ صدیقہ کا بیان کافی ہے۔ بہت سے عجائبات و کمالات قدرت الہی ابتدا پیدا ایش و عالم برزخ و عالم اخروی کی ایسی ہیں جنکو اور کسینے نہیں دیکھا صرف انبیاء نے بیان کیا اور اہل ایمان نے مان لیا۔ رہے منکر سوا کا ماننا تو مشاہدات عامہ کو ہی ناممکن ہے۔

جواب نمبر ۳ یہ ہے کہ قبل وجود نبی یا نبوت نبیؐ بھی معجزہ کا وجود ممکن بلکہ واقعہ ہے اگرچہ اسپر معجزہ کا اطلاق اسی وقت ہوتا ہے جبکہ دعویٰ نبوت وقوع میں آتا ہے۔ انجیل لوک باب اول میں پہلے یحییٰ کا حمل مسیح کے لئے اچھلنے کا قصہ سپر گواہ ہے اور حدیثوں میں بہت سی خوارق اس امر کے مؤید و شاہد موجود ہیں۔ جیسے قبل نبوت آنحضرتؐ صلعم کطیف درختوں کا سجدہ کرنا اور ایک پتھر کا

آنحضرت صلی علیہ وسلم کو سلام کرنا اور اسی قسم کے اور صد مانظا پرین مشہور کوئی جواب نہ دے سکے
نزدیک ثبوت نبوت کے لئے ایک عمدہ دلیل ہے وجود نبی سے پہلے ہی ہوتی ہے اور ایسی
معجزات سے شمار کی جاتی ہے۔ اور پیدائش مسیح میں دروزہ وغیرہ عوارض عادیہ کا پایا جانا اسکو
معجزہ ہونی سے خارج نہیں کرتا۔ معجزہ کے لفظ کا یہ شرط نہیں ہے کہ اسکا کوئی امر یا متعلق عادت
کے موافق نہ ہو۔ دیکھو عیسائیوں کے اعتقاد میں مسیح نے پانچ سو کی روٹیوں سے پانچ سو آدمیوں
کو رجا دیا۔ یا مسلمانوں کے اعتقاد میں آنحضرت صلی علیہ وسلم نے ایک روٹی سے اسی آدمیوں کو سیر
کر دیا۔ چنانچہ اشاعت السنہ نمبر ۱۱ جلد ۲ صفحہ ۳۰۸ منقول ہوا تو ان مواضع میں کثرت و زیاد
طعام معجزہ ہے یا وجودیکہ اسکا متعلق یعنی روٹی ایک امر عادی و معمولی ہے خدا چاہتا تو روٹی
کے سوا کوئی بھی سکور جا دیتا مگر یہ کام خلاف عادت اس نے اسی معمولی روٹی سے لیا۔

جواب بحث نقلی انجیل

اس بحث کا جواب دو طور پر ہے ایک جواب عیسائی اصول و مسلمات پر۔ دوسرا اسلامی او
قرآنی مسلمات پر۔ عیسائی اصول و مسلمات پر جواب بہ تفصیل ذیل ہے۔
جواب امر اول و دوم بلاریہ انجیل وغیرہ میں مسیح کو یوسف اور داؤد اور ابراہیم کا بیٹا کہا گیا
مگر ساتھ اسکے یہ بھی انجیل میں وارد ہے کہ وہ یوسف سے ہمبستر ہو نیکی پہلے روح القدس سے حاملہ
پائی گئی اور وہ بکر اور کنواری حاملہ ہوئی۔ چنانچہ متی باب ۱ میں ہے (۱۸) یسوع مسیح کی پیدائش
اس طرح ہوئی کہ حبیب اسکی ماں مریم یوسف سے منسوب ہوئی اس سے پہلے کہ وہ ہمبستر ہوئی وہ روح القدس
سے حاملہ پائی گئی (۱۹) اسکے شوہر یوسف نے جو نیک مرد تھا اسکی شہرہ کرنی نہ چاہا کہ

+ دیکھو شفاعیاض ص ۱۸ مطبوعہ عربی ۱۲۸۷ھ حسین بہت سے خوارق و معجزات پیدائش اور صغیر سنی آنحضرت
کے نقل کئے ہیں جیسے بوقت ولادت شریف بی بی آمنہ والدہ آنحضرت صلی علیہ وسلم سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے تمام شرق
و مغرب میں اجالا ہو گیا تھا۔ اور اس کے سر کی گہر میں زلزلہ واقع ہونا اور فارسیوں کی آگ کا بجھ جانا
جونہر اسال سے کہی نہیں سچی تھی۔ اور آپ پر بادل کا سایہ پڑا اور ایک خشک درخت کا پتہ نزل سے سرسبز چلایا وغیرہ لک۔

ارادہ کیا کہ اُسے چپکے سے چوڑے (۲۰) وہ اندیشوں میں تھا کہ یکایک خدا کے فرشتے نے خواب میں اُس پر ظاہر ہو کے کہا اے یوسف ابن داؤد تو اپنی جوہر مریم کو اپنے پاس کنبے سے مت ڈر۔ اسلئے کہ اسکا جو حل ہے سورجِ قدس سے ہے (۲۱) اور وہ بیٹا جنیگی اور نوبکا نام یسوع رکھنا کہ وہ اپنے لوگوں کو گناہ سے نجات دیکھا (۲۲) پس اسطرح جو کچھ خدا نے نبی کی معرفت سے کہا تھا پورا ہوا (۲۳) کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنیگی اور اسکا نام عمانوئیل رکھا جائیگا (۲۴) تب یوسف نے سوئیے اُٹھ کر حبسِ خداوند کے فوٹے کھا تھا کیا اور اپنی جوہر کو اپنے بیان لے آیا (۲۵) پہر جب تک کہ وہ پاپیلا بیٹا نہ جنے اُسے نہ جانا اور اسکا نام یسوع رکھا۔ اور انجیل لوک باب امین ہے (۲۶) چہے مینے مین جبریل فرشتہ خدا کی طرف سے جلیل کے ایک شہر میں جبکا نام صرت تھا (۲۷) ایک کنواری تھی جو یوسف نام ایک مرد سے جو داؤد کے گہرائی سے تھا منسوب ہوئی تھی بھیجا گیا اس کنواری کا

+ انجیل مطبوعہ میل سو سائٹی مریٹھ فرشتہ ۸۰ء میں اسکی تعبیر یارین الفاظ ہوئی ہے ایک کنواری کے پاس جسکی یوسف نامی ایک مرد سے جو داؤد کے گہرائی سے تھا منگنی ہوئی تھی اور اس کنواری کا نام مریم تھا۔ یہ وہ عبارت ہے جسکا ذکر و عدہ نقل حاشیہ ۱۸ میں ہوا ہے۔ یہ عبارت صاف ناطق ہے کہ اسوقت مریم کی یوسف سے منگنی ہو چکی تھی۔ اس میں مریم اور یوسف کے اسوقت کے حالات و صفات کا ذکر ہے کہ یوسف ایسا تھا اور مریم ایسی۔ یوسف کی ایک صفت بیان ہوئی ہے کہ وہ داؤد کے گہرائی سے تھا اور مریم کی تین صفتیں کہ وہ کنواری تھی اور اسکا نام مریم تھا۔ اور اسکی یوسف سے منگنی ہوئی۔ انہیں صفت اول و دوم تو بلانزاع اسوقت کے حالات میں جبکہ فرشتہ نے اگر مریم کو بشارت دی تھی۔ ایسی ہی صفت سوم اس وقت کی حالت ہوتی چاہے یہ اسوقت کی حالت نہ ہوتی تو صفت اول و دوم حالاً سابقہ کے ساتھ ذکر کیا جاتی۔ سیل اس عبارت کے ظاہری معنی ہیں اور جو اسکے ظاہر کو ماننے اور سمجھنے پہ تاویل کرے کہ صفت سوم پہلے وقت کی حالت ہے تو اس پر کسی الہامی یا انجیلی کتاب سے اس کا ثبوت دینا واجب ہے۔

نام مریم تھا (۲۸) اُس فرشتہ نے اُس پاس آگے کہا اے پیارے سلام خداوند تیرے ساتھ
تو عورتوں میں مبارک ہے (۲۹) وہ اسے دیکھ کے اسکی بات سہ گھبرا سوچنی لگی کہ یہ کیا
سلام ہے (۳۰) تب فرشتہ نے اُس سے کہا اب مریم مت ڈر کہ تو خدا کے پاس پیاری ہے
(۳۱) اور دیکھ تو حاملہ ہوگی بیٹیا جنمگی اور اسکا نام یسوع رکھیں گی (۳۲) وہ بزرگ ہوگا اور خداوند
خدا اُسکے باپ داؤد کا تخت اُسے دیگا (۳۳) اور ہمیشہ یعقوب کے گھرانے کی بادشاہی رکھتا
اور اسکی بادشاہت آفرین ہوگی (۳۴) تب مریم نے فرشتہ سے کہا میں مرد کو نہیں جانتی ہوں
تو یہ کیونکر ہوگا (۳۵) فرشتہ نے اُسے جواب میں کہا روح قدس تجھ پر نازل ہوگی اور تجھ پر
اللہ تعالیٰ کی قدرت کا سایہ ہوگا۔ اسلئے وہ پاک فرزند جو تجھ پر پیدا ہوگا خدا کا بیٹا کہلائیگا (۳۶)
اور دیکھ تیرے رشتہ دار الیشع کو بھی پڑ پائے میں بیٹے کا حمل ہے اور اُسکے حمل کا جو یا سجدہ لاتی
تھی چٹا مہینا ہے (۳۷) کہ خدا کے آگے کچھ نامکرم نہیں ہے۔ اور صحیح قسم ہے یسوع یا سجدہ
ورس ۴۱ میں ایک کنواری حاملہ ہوگی وہ بیٹیا جنمگی اسکا نام عمانوئیل رکھیں گی۔ ان آیات
میں یہ کہنا کہ مریم پہلے ہم بستر ہونے کے حاملہ پائی گئی اور وہ کنواری اور اگر حاملہ ہوتی۔
اور یہ جواب اس استبعاد مریم کے کہ میرے کیونکر بیٹا ہوگا فرشتہ کا یہ جواب دینا کہ یہ میرے
خدا کے آگے ناممکن نہیں اور اسکی نظیر میں ایک ایسا ہی خلاف عادت امر (بالغ کے حاملہ ہونا)
کو پیش کرنا اور یہ نہ کہنا کہ یوسف (جو تیرا ناناوند ہو چکا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے) کے لطف
سے لڑکا پیدا ہوگا صاف یقین دلاتا ہے کہ مسیح یوسف کے لطف سے پیدا نہیں ہوا اسلئے
ان آیات کی جن میں مسیح کو یوسف و داؤد کا بیٹا کہا ہے بائیں طور تاویل و احسن ہے کہ وہ ان بیٹے
سے شرعی اور بیبی بیٹا مراد ہے نسبی اور صلبی بیٹا مراد نہیں ہے اور چونکہ یوسف بوقت پیدائش
میں مریم کا شوہر ہو چکا تھا اور زوجہ کے بیٹے کو شوہر کا بیٹا نہ مانا جاسکتا ہے اسلئے مسیح کو یوسف
کا بیٹا کہا گیا اور اسی نظر سے اُسکو داؤد کا بیٹا کہا گیا۔

+ جس کی مسیح کو کہنا تھا کہ ہے اسکا باپ خدایہ یسوع (۴۰) آتا ہے۔

اور ترجمہ لوگوں نے بیٹے کو حقیقی اور صلیبی بیٹے کے معنی میں سمجھا اور انہوں نے اسکا ترجمہ تھمیا
پشت یا نسل سے کیا اور غلط فہمی سے اصلی معنی مرادی کو دوسرے معنی غیر مراد سے بدل دیا۔
یہ تبدل و تغیر تجویز کرنا ہمارا ایسا ہے جیسا کہ آپ نے درس ۱۶ باب انجیل متی اور درس ۳۳
باب ۲۰ انجیل لوق کی نسبت تجویز کیا اور کہا کہ اصل نسخوں میں یہاں لفظ باب تھا مگر یونانیوں میں عیسائی
دین پھیلانے کے خیال سے تغیر ہوا آپ کی تجویز اور ہماری تجویز میں اتنا فرق ہے کہ آپ عدا
یونانیوں کی خاطر سے اس میں تغیر تجویز کرتے ہیں اور ہم خطانا فہمی کے سبب تغیر تجویز کرتے ہیں
اور اگر ہم یہ تاویل نہ کریں اور آیات متمسکہ جناب کو ظاہری معنی پر حمل کر کے مسیح کو یوسف کے
نطفہ سے اور حقیقہ واد کی نسب یا نسل یا تخم قرار دیں تو آیات انجیل متی وغیرہ کا جس سے بچنے
تک کیا ہے کچھ مطلب نہیں بتا سید واسطے آپ نے ہی اس فقرہ انجیل متی کا کہ وہ قبل عہد
ہو نیکیے حامل پائی گئی، کچھ مطلب نہیں بتایا بلکہ باوجودیکہ اسکے بعد و ما قبل کو ثبوت امر حیا پر م

+ ان آیات اعمال توارین اور نامہ رومیوں کا جواب ہر جن میں مسیح کا داد کے تخم یا نسل سے ہونا بیان کیا گیا ہے

جو آپ نے انجیل متی باب ۱۷ میں یونانی نفع کر کے مسیح کا یوسف سے پیدا ہونا بزرگوں ثابت کیا ہے یہ کج
اظہار یونانی دانے کے کچھ شرہ نہیں بختا۔ یونانی کون سی انجیل کے اصلی زبان ہے کہ وہ انگریزی و اردو انجیلوں
کی نسبت زیادہ بہرہ و اعتبار کے لائق ہو سکے۔ وہ یہی تو بحسب اعتراف جناب صفحہ ۲۸ جلد ۱ تغیر تحریر کی سبب
انجیل کا ایک ترجمہ ہے جسکا نہ ترجمہ معلوم ہے کہ کون تھا اور کہاں ہوا اور نہ زمانہ معلوم ہے کہ کب لکھا گیا ہے
ترجمہ یونانی سے ماہر مارنا کیا فائدہ دیتا ہے اور اگر یہ حال آپ کے نزدیک یونانی کو ترجیح ہے تو کیا
باب ۲۰ انجیل لوق کو کیوں یونانی سے نہ لیا اس میں ترجمہ انگریزی رومن لکٹ وغیرہ پر اعتماد کیا اور یونانی انجیل
مطلوبہ یونانی سے سیل ہوسا کی کسب سے کمال کا لحاظ نہ فرمایا جس میں سچاے لفظ یوسف سے ہوا ہے اور اگر ان
انگریزی ترجموں پر اعتماد کریں تو کون سا حکم لگایا ہے تو ترجمہ شجرہ حریف جیسی اصل کو کس انگریزی زبان کے
مطلوبہ شجرہ حریف کو ترجیح دیو جو حقیقتاً شجرہ حریف امریکہ ۱۸۶۱ء اور ترجمہ جان بریڈن شجرہ حریف برگ اور
ترجمہ کاتھولک ۱۸۵۰ء شجرہ حریف و ترجمہ ہنری تاتام دیکھ لیا ہوا جس میں سچا باب یوسف کا نام صریح ہے

ذیل میں نقل کیا اور یوسف کے ارادہ مفارقتہ مریم کا ایک جعلی و خیالی سبب بتایا۔ مگر اس فرزند متنازعہ
 فیہا کو خور و برد کر لیا نہ اسکو نقل کیا اور نہ اسکا کچھ مطلب بتایا۔ اس سے یہی یقین ہوتا ہے کہ درجہ
 تاویل نہ کرنے آیات متمسکہ جناب کے ان آیات کا کچھ مطلب نہیں بتا۔ پس لامحالہ ان آیات کے
 تاویل واجب ہے یا ان آیات میں کذب والحق و تحریف لفظی کا ماننا پڑتا ہے۔ اور
 یہ بات نہ صرف عیسائیوں کے برخلاف ہے بلکہ اعتقاد و تحقیقات جناب سے بھی مخالف
 ہے۔ آپ نے تین الکلام کی جلد اول ص ۶ میں بیان اقسام تحریف میں فرمایا ہے۔ اول یہ کہ کتب
 مقدسہ میں کچھ لفظ یا عبارت اپنی طرف سے بڑھا دیں۔ دوسری یہ کہ ان میں سے کچھ لفظ یا عبارت
 گھٹا دیں۔ تیسری یہ کہ لفظوں کو بدل دیں یعنی اصل لفظ نکال کر اس کے بدلے اور لفظ داخل
 کریں۔ پہر صفحہ ۶ میں فرمایا ہے ہمارے مذہب موجب (خاص ذات شریف کو مراد رکھتے ہیں)
 پہلے تین قسموں کی تحریف کا کتب مقدسہ میں واقع ہونا ثابت نہیں ہے پہر نہ ہم خود بڑے زور شور
 سے اس بات کا جواب دیا ہے اور تفسیر تیسری کے صفحہ ۴ میں فرمایا ہے میں اس بات کا قائل نہیں
 ہوں کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی کتب مقدسہ میں لفظی تحریف کی ہے اور اگر آپ اس
 تحقیق سے اب انکار کریں اور انجیل میں تحریف لفظی کے قائل ہو جائیں چنانچہ مضمون انجیل متی
 کے نسبت آپ کا یہ کہنا کہ اگر یہ بیان تسلیم کیا جاوے اور نیز یہ فرما کہ وہ انجیلین حضرت عیسیٰ
 کی ولادت کی نسبت ان خالص خیالات ظاہر کر دینا ضروری نہیں ہو سکتا، اسکی طرف شعر ہے تو
 اس سے ہمارا تو کچھ حجج نہیں بلکہ بڑا فائدہ ہے اور بہت کام نکلتا ہے مگر ہر آپ کو ان اناجیل سے
 مسیح کے تخم یوسف سے پیدا ہونے پر استدلال کرنا کب درست ہو آپ کے پاس وہ کونسا آئہ یا
 پیمانہ ہے جس سے انجیل متی کے مضمون (قبل مہیستہ ہونیکے حاملہ پائی گئی) میں تحریف ثابت ہوئی
 اور ان آیات کا جن میں مسیح کو یوسف کے تخم سے کہا ہے تحریف ہو نہ ہو محفوظ ہونا ثابت ہوتا ہے
 اور جو آپ نے بشہادت قول پادری رچارڈ واٹسن صاحب کے کہا ہے کہ مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ایسا
 منغی رکھا کہ حواریوں نے بھی نہیں جانا یہ محض خلاف واقعہ اور پرے سرے کی جرأت ہے جو

حال پیدائش مسیح کا انجیل لوک ومتی سے بیان ہوا ہے یہ متی حواری کا بیان ہے یہ یہ کہنا کہ حواریوں نے اسکو نہیں جانا کیا معنی رکھتا ہے کیا متی آپ کے نزدیک حواری نہیں ہے یا جو کچھ انجیل متی میں پیدائش مسیح کی نسبت بیان ہوا ہے یہ متی کا قول نہیں ہے کسی سچے (مسیح کو خدا کا بیٹا کہنے والے) نے از خود ملا دیا ہے۔ یہ بات اختیار کریں تو پہر آپ پر وہی سوال وارد ہے جو در صورت تجویز تحریف لفظی وارد کیا گیا ہے مان انجیلوں کی شہادت کے سوا سے اس قدر مسلم ہے کہ مسیح کا بغیر باپ پیدا ہونا ابتداء زمانہ پیدائش مسیح میں شہرہ عام نہ تھا صرف بعض حواریوں کو معلوم تھا سوا اسکی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس امر کی عام اشتہار میں مسیح اور مریم کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ تھا اگر عام یہودی اور خاص کر بادشاہ دقت (ہرودیس) یہ بات سن پاتے کہ جو یوسف کی منکوہ کو لڑکا پیدا ہوا یہ یوسف کے تخم سے نہیں ہے تو وہ حضرت مریم کو یہ تہمت بدکاری سنگار کرتے یا حضرت عیسیٰ کو قتل کر ڈالتے۔ اسی خوف سے مریم اور یوسف نے اس امر کو مشہور عام نہ کیا بلکہ جب بخومیون کے خبر دینے پر ہرودیس نے مسیح کی تحسین کے لئے جاسوسوں کو مقرر کیا تو یوسف عیسیٰ اور مریم کو مصر کرطیف لے گیا۔

جواب امر سوم۔ آپ کا یہ دعویٰ کہ مقدس اور بزرگ لوگوں کو خدا کا بیٹا کہنا صرف یونانیوں میں مروج تھا۔ انہی کی تقلید سے حواریوں نے مسیح کو خدا کا بیٹا کہا ایسا غلط دے بنیاد ہے جس پر سوائے ہوگا اور ہوگی دلائل متحدہ جناب کے کوئی دلیل نہیں ہے۔ جناب من مقدس اور بزرگ لوگوں کو خدا کا بیٹا (بمعنی محبوب و مقرب) تو عہد عتیق میں بہت جگہ لکھا گیا ہے تعجب ہے کہ آپ کو باوجود دعویٰ ہمہ انی کہیں نظر نہیں آیا۔

یرمیاہ باب ۳۱ نمبر ۱۰ میں افرائیم کو خدا نے پہلوٹا بیٹا لکھا ہے زبور ۲ نمبر ۶ میں داؤد کو خدا نے بیٹا اور اپنے سینے اسکا باپ (یعنی مہربان) زبور ۹۷ نمبر ۲۶ و ۲۷ میں خدا نے اپنے سینے داؤد کا باپ لکھا ہے۔ خروج باب ۴ نمبر ۲۲ میں خدا نے اسرائیل کے جتین فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹا بیٹا ہے (یعنی درجہ اول کا پیارا) اور پیدائش باب ۶ نمبر ۱۰ میں بہت لوگوں

کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔ پہر آپ کا کہنا کیواریون نے یونانیوں کی تقلید سے مسیح کو خدا کا بیٹا کہا ہو گا! جو وہی ہمہ دانی کیا معنی رکھتا ہے بھان سے حضرت عیسیٰؑ کی ہی کچھ فہم و فہم انسان سے کام لین اور غور کریں کہ جیسے مسیح کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے جس سے بجز محبوب یا مقرب یا ملہم ہونیکے کچھ مراد نہیں ہو سکتا۔ پہر عیسائیوں نے بیٹا کہنے سے مسیح کا حقیقی بیٹا ہونا کیونکر تراش کر لیا اگر بیٹے کہتے تو خدا کا حقیقی بیٹا ہونا ثابت ہو سکتا ہے تو داؤد اور اسرائیل کو کیوں خدا کا حقیقی بیٹا نہیں مانا تھا طرفہ یہ کہ خود حواریون نے خدا کا بیٹا ایسے وسیع معنی میں استعمال کیا کہ اس میں ما و شمس کا داخل ہونا ممکن ہے۔ اعمال باب ۷ امبرو ۲۰ میں پولوس مقدس نے اپنے تین خدا کی نسل کہا ہے۔ رومیوں باب ۱۲ میں سب پیران ہدایت روح کو خدا کا فرزند کہا ہے اور ۱۲ فریقوں باب نمبر ۱۰ میں پولوس مقدس نے خدا کو اپنا باپ کہا ہے ایسا ہی افسیوں باب نمبر ۱۰ میں ہے اور عبرانیوں باب نمبر ۱۰ میں بہت لوگوں کو خدا کا فرزند کہا گیا ہے اور یعقوب باب نمبر ۱۰ میں خدا کو اپنا باپ کہا ہے اور خدا باب نمبر ۱۰ میں خدا کو باپ اور اپنے تین خدا کا فرزند کہا ہے۔ انجیل مٹی باب ۵ نمبر ۱۰ میں سب صلح کرنیوالوں کو خدا کا فرزند کہا ہے باین ہمہ وسیع استعمال کے اگر حواریوں کی کلام میں یا کہیں عیسائی میں مسیح کو بھی خدا کا بیٹا کہا گیا ہے تو اس سے مسیح کی کیا حد و وسعت ہو جس سے وہ خدا کا بیٹا نہ ہو سکے۔ اس طرفہ پر یہ کہ جو لوگ مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں وہی لوگ مسیح کو خود خدا ہی کہتے ہیں پر یہ نہیں سمجھتے کہ ایک شخص خود اپنا ہی بیٹا کیونکر ہو سکتا ہے۔

اس چستان کے ثبوت بیان میں یہ لوگ عجیب تقریریں پیش کرتے ہیں اور مسیح کے خدا و معبود ہونے کو مالک قادر مطلق و تبدیل ہونیکے ثبوت میں تہذیب کے چند مقامات سے ماہر مارنے لگتے ہیں اور واقع میں بجز ان تخمین و تحریف و تاویل کوئی سند نہیں رکھتے۔ ہننے اکی کتاب تفصیل الیہام کے باب ۱۰ میں کہیں مسیح کی نسبت ان صفات کا اودھا کیا ہے اور اس پر چند مقامات پر بل کا بطور قدرت سوال دیا ہے، شخص کیا تو اس کے سہی حوالوں کو شخص حیلوں اور تاویلوں پر مبنی پایا لکڑی سے معیت ام میں اسی تفصیل مبنی ہے۔

جواب امر چہارم۔ بیان امر چہارم میں تو آپ نے اس دلیری اور ورید دلی کے ساتھ کذب و کجی سے کام لیا۔ ہے کہ کوئی دقیقہ اسکے دقائق سے فرو گذاشت نہیں کیا جو کچھ فرمایا ہے اس میں دھوکا دیا ہے ہر آنکی دلیل سے ایجاد عداثت نہیں ہوتا۔ آپ نے کیسے کیسے ٹوپی کی عبارت پر مغالطہ آمیز توشی نگار گرائس سے کام لیا ہے ورنہ اصل عبارت متمسک جناب میں تو آپ کی دعادی کا نام و نشان بھی نہیں ہے بلکہ اسکا خلاف ابطال بوجہ ذیل پایا جاتا ہے۔

(۱) اس عبارت میں منگنی کو صرف وعدہ نکاح کہا ہے اور اسکا عنوان یہ بتایا ہے کہ اتنی مدت کے بعد تو میری زوجہ ہوگی جبکا صاف یہ مطلب ہے کہ اس مدت کے پہلے وہ زوجہ نہیں ہوتی آپ نے بدست آویز نکاح خطا و غلط تخریر معمولی مسلمانان دیار ہند اس منگنی کو دم نقد نکاح ٹھہرا دیا ہے اور اسکا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ تو اب ہی سے میری زوجہ ہوگئی اور یہ نہ سوچا کہ ہوگی اور ہوگی میں میری طرف سے ہمارا یہ مغالطہ اہل عقل و انصاف کے سامنے کیونکر حل سکیگا۔

(۲) اس عبارت میں منگنی کے بعد صرف رویت زوجہ کا جواز بیان کیا ہے چنانچہ شریعت محمدی میں بھی اس عورت کا (جس سے کوئی نکاح کرنا چاہے) دیکھنا جائز ہے۔ آپ نے بدست آویز و بقیاس دستور العمل اُن عسائیوں زمانہ حال کے جو انجمنٹ (یعنی نسبت موقوفہ) کے بعد اور شادی سے پیشتر زن منسوبہ مدنون بطور امتحان مباشرت کرتے ہیں جواز رویت سے جواز مباشرت تراش لیا ہے۔ اور اس پر ثبوت نسل و جواز والد کا بھی حاشیہ چڑھا دیا۔ اور یہ لحاظ کیا کہ جس عبارت سے ہم اس دعویٰ پر استنباط کر رہے ہیں اس میں اس مباشرت و جواز والد و ثبوت نسب کا ذکر کہاں ہے پہلے اہل عقل و انصاف کے سامنے ہمارا یہ دھوکہ کیونکر چہا رہیگا۔

(۳) اس عبارت میں مسیح کو نسبت شدہ باکرہ سے متولد کہا ہے آپ نے اسکو منکوحہ موطوئہ (یعنی مباشرت کردہ شدہ) سے متولد بنا دیا اور یہ نہ سوچا کہ مباشرت کردہ شدہ عورت کو باکرہ کہا جاسکتا ہے پھر ہمارا یہ جلیلہ و تصرف کیونکر مخفی رہیگا۔

(۴) اس عبارت میں تو میری منسوب ہونے کی حکمتوں کو بیان کیا ہے جبکا حامل یہ ہے کہ میری

یوسف کی طرف منسوب ہو کر بلا پدر سچے جتنے میں یہ حکمتیں تھیں کہ مسیح کے بچہ باپ پیدا ہونے سے منکر اور اسکے دشمن سبب ظاہر یوسف کو مریم کا شوہر دیکھ کر اسیکا بیٹا سمجھیں اور بلا پدر پیدا ہونے کی حقارت و حقانیت سے کور چشم نہ ہوں۔ اور اسکی والدہ کو زنا کی ستانہ دین اور حقیقت شناس مومن تو جان ہی لینگے اور مان ہی جائینگے کہ وہ بکرہ حاملہ ہوئی ہے اور بغیر باپ کے بچہ جنی ہے اور اپنے یہ باتیں یوسف کے تخم سے مسیح کی پیدائش کے حکمتیں قرار دی ہیں ۵۰ بین تفاوت راہ از کجاست تا کجا۔

الحاصل اس عبارت میں منگنی کو نخل نہیں کھسا اور نہ بعد منگنی کے مباشرت کا جواز بتایا ہے اور نہ یوسف کا مریم سے ہم بستر ہونا بیان کیا ہے۔ بلکہ ان سب باتوں کا خلاف بیان کیا ہے۔ اس عبارت میں ثبوت دعویٰ جناب کا کہیں اثر و نشان نہیں ہے۔ مان آپ کے حواشی سے آچکا مطلب نکلتا ہے مگر ان حواشی میں صداقت و حقانیت کا شائبہ ہی نہیں ہے۔

یہ آپ کی تمسکہ عبارت سیکلو پیڈیا سے آپ کے مدعا کی تکذیب ہے اب ہم اصل کتاب کیٹھو سیکلو پیڈیا کی طرف مراجعت کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر تکذیب حواشی جناب اس کتاب سے نکلتے ہیں۔

ہم نے اس کتاب کو چشم خود دیکھا اور بزبان خود پڑھا اسمین جملہ حواشی جناب کا صریح خلاف پایا اسکی جلد سوم مطبوعہ ایڈن برگ دار السلطنت سکاٹ لینڈ کے صفحہ ۷۵ میں بعنوان میرج یعنی شادی یہ تمہید کی ہے کہ بیان رسوم نخل میں ضروری ہے کہ ایک زمانہ کی رسم کا دوسرے زمانہ کی رسم سے خلط ملط نہ ہوا سنے ہم ترن مانوں کی رسمیں علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔ اول زمانہ قبل از ہجرت دوسرا زمانہ شریعت ملت سے قید بابل تک تیسرا زمانہ جلاوطنی سے آخر تک۔ پہر رسوم زمانہ اول دوم کو تفصیل بیان کیا جس کا بیان ہماری بحث و مقصود سے اجنبی ہے۔ پہر صفحہ ۸۴ رسوم زمانہ سوم جس سے ہم کو بحث ہے تفصیل ذیل بیان کیا۔

۱۔ عورت کو پس کرنے اور اسکی نسبت یا منگنی کا دستور یک لڑکا لڑکی نابالغ یعنی لڑکا تیرہ سال کا اور لڑکی بارہ سال کی ہوتی انکی منگنی کا اختیار والدین کو ہوتا اور بعد بلوغ خود انکو اختیار ہوتا

ہیکل کا جلسہ اسکاحمدہ موقع سمجھا تا۔ **مثنیہ** کتاب حدیث یہود کا نام ہے، اس موقع پر یسوع کی جوان لڑکیاں سفیر لباس مستعار لیکر بہتین اور انگور دن کے باغون میں سے گاتی اور رقص کرتی ہوتی گزرتیں اور کہتیں کہ اے جوان آدمی اپنی آنکھ اٹھا اور دیکھ کس کو پسند کرتا ہو اور اپنی آنکھ ظاہری خوبصورتی پر نہ لگا بلکہ صالح خاندان کو دیکھ * * * پس جو عورت کھیکو خوش آتی اُسے پسند کرتا اور وہ یا اُسکا باپ لڑکی کے باپ کو اس امر سے اطلاع دیتا تب وہ قانوناً باہم منسوب ہوتے اور اس نسبت کی شہرت کر لے لڑکی کے گھر میں ضیافت کی جاتی **(جب موقتہ قدوشین)** فلان فلان کتاب یہود

اب وہ عورت میڈیکر *Mad Sacerd* یعنی دولہ کے لئے مخصوص درس وغیرہ سمجھا د محفوظ کہلاتی۔ اس سنگنی کی لنگل *Agall* یعنی شرعی یا قانونی ہونیکے لئے تین طرق مفصلہ ذیل سے ایک طریق علمین آتا۔ ایک یہ کہ مال یا مالی چیز حق سنگنی لڑکی کو اور اگر وہ نابالغ ہو تو اُسکے باپ کو دیا جاتا۔ دوم خط یا معاہدہ تحریری لڑکی یا اُسکے باپ کو مرد دیتا۔ سوم مرد عورت دو گواہوں کے سامنے *Betrothel* بٹروٹھل یعنی نسبت کا کلمہ کھکھولات

۴ یعنی ان طرق کے علمین لانیسے پہرہ شرعاً اُسکی منسوب ہو جاتی اور سنگنی شرعی ہو جاتی۔ پہرہ بخلان تین طرق کے طریق سوم کو عیائی قرار دینا اور اسکے ارتکاب پر تعزیر لگانا صاف بتاتا ہے کہ یہ امر انکی شریعت میں جائز نہ تھا اگر اِس سنگنی کا ثبوت ہو جاتا۔ اسکی نظیر اسلامی احکام میں یہ ہو کہ اگر کوئی کسی قیمتی چیز بلا اجازت چوری یا نہایت تصرف میں لاوے تو اگرچہ یہ فعل اسکا شرعاً ناجائز ہے مگر اس فعل سے عفو و نادان دلائل کا حکم ثابت ہو جاتا ہے وہ چیز بصورت نقصان تغیر لیکو دیکھائی ہے اور اسکی قیمت اس سے لی جاتی ہے ۵

جناب مخاطب نے یا جس نے یہ مضمون سیکلو پیڈیا سے آپ کو منتخب کر لیا ہے اس بات کو نہیں سمجھا۔ سیکلو پیڈیا کے اس فقرہ سے کہ ان طرق تلمذ سے ینگنی شرعی ہو جاتی جواز مباشرت نکال لیا۔ اور یہ غور نہ کیا کہ اگر یہ طریق شرعاً جائز ہوتا تو اس کو بے عیائی کیوں کھا جاتا اور اس کا مرتکب مستوجب تعزیر کیوں ہوتا ۶

میں چلی جاتی مگر اس امر کو بے حیالی خیال کیا جاتا اور اسپر کوڑی لگائی جاتی (قد شون
۱۴ باب) اور نسبت کی وقت یہ کلمہ سنایا جاتا کہ دیکھ تو شریعت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے مطابق
فلان شخص کے لہو بٹرو تہد *Betrothed* یعنی منسوب کی جاتی۔ اگرچہ منگنی ابتداً نکاح
ہے اور بلا طاق جدائی نہ ہونے میں مثل نکاح ہے تو بھی ایکچوئل *Actual* یعنی واقعی
نکاح کے لہو بٹرو بارہ مہینے کی اور بیوہ کو ایک مہینہ کی تیاری کے لہو مہلت دی جاتی (کہتو
بو تہہ ۵۷ الف)

منسوب اور منسوب کی ملاقات بحالت نسبت دستور مختلف شہروں کے مطابق ہوتی (مشنہ
کنہو بو تہہ ۲) جب یہ منگنی پہنچ کر رسم شادی سے ملکر بہت پختہ و سنجیدہ ہو جاتی تو اسکو
ہمارے محاورہ میں ایگنجمنٹ[†] یعنی عہد و پیمان شادی کھا جاتا * * *
مضمون معاہدہ منگنی۔ الف اپنی باپ کی رضامندی سے دل لگی شا کو بذریعہ[‡]
نکاح اور منگنی کے قبول کر لیا گئے *engaged* یعنی عہد کرنا ہے بمطابق شرع موسیٰ اور بنی اسرائیل کے
اسکے بعد ایک کو دوسرے کوئی امر از قسم مال اسباب مخفی نہ رکھنا چاہئے بلکہ جاہلاد پر مساوی اختیار
ہوگا اور دولہ کا باپ اپنی لڑکے کو عمدہ لباس پہناوے گا اور اتنا روپیہ نقد دیگا اور دولہن کا باپ
اپنی لڑکی کو بھیر اور زیوراتی مالیت کا اور اثاث البیت دیگا اور دولہ کو بھار لردار پوشاک جو نماز کے
وقت پہنی جاتی ہے دیگا۔ اور نکاح انشاء اللہ تعالیٰ فلان تاریخ فلان مقام میں دولہن کے باپ کی
گاہک سے ہوگا *

اسی قسم کے اور عہد و اقرار فریقین کرتے اور فریقین سے کوک سہیں ضامن و کفیل ہو جاتے * * *
دوم شادی کی واسطے (مشنہ) میں پوری عمر اٹھارہ برس ہو * * * شادی کا دن
ابتداء میں بکرے کے لہو بدہ کا روز مقرر تھا اور بیوہ کے لہو جمیعہ کا دن شادی کی دعوت دولہ کے

* اگر بعض انگریزوں میں ایگنجمنٹ کو بعد مباشرت کا معمول رواج ہو کر بیوہ دیوں میں یہ امر جائز نہ تھا دیکھو اوپر کی سطریں۔

یعنی بذریعہ منگنی کے بالفعل اور بذریعہ نکاح کے آئندہ جب نکاح کر گیا *

گہر شام کے وقت ہوتی۔ اُس دن دولہ دولہن روزہ رکھتے اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتے اور
 اپنی تقصیرات معاف ہوتیں۔ دولہن اگر بارگاہ ہوتی کیلئے بال اور مرد کا ہار اپنی گلے میں پہنتی اور
 باجے اور گانے اور رقص کے ساتھ دولہ کے گہرائی جاتی۔ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے
 ساتھ جو محرد کا ہار پہنی ہوئی ہوتی اور کچھ کی پٹریاں ہاتھ میں لے ہوئے جس اسٹہ سیرات گزرتی
 بنی اسرائیل مرجا کرتے x x x دولہ کے گہر پہنچتیں تو دولہ دولہن کو ہاتھ سے کھڑکے
 دیوٹھیں لیجاتا۔ اُس وقت نکاح نامہ جکا ذکر **نویسہ** کی کتاب میں ہے لکھا جاتا۔ انہیں اقرا
 ہوتا کہ بکر کے واسطے دو سواور بیوہ کیواسطے ایک سو دینار مقرر ہو خواہ فریقین غریب ہوں خواہ
 تو نہ۔ اگرچہ بعد اسکے کسی خاص عہد کو سو زیادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس وثیقہ کے لکھے جانے کے
 پہلے نکاح نہیں ہونا چاہیے۔ انقلاب زمانہ سے اس وثیقہ کے الفاظوں میں مختلف
 تغیر ہو گئے ہیں جو **طالمود** میں بیان ہو سو یہ ہے۔ چوتھے دن ہفتہ کے دن تاریخ فلان
 ماہ فلان سنہ فلان پیدائش یوینا سے الف بیوٹ نے من میٹی آئی سے کہا تو بموجب
 موسیٰ اور بنی اسرائیل کے میری زوجہ ہوا اور میں تیرے لے کسب کر دن گاتیری عزت کر گنا
 تیری پرورش کر دن گا اور یہودی خاندان کے منگے کے موافق تیری حاجت روائی کر دن گا جو اپنی
 بی بیوں کے لے کسب کر تھیں اور اپنی عزت اور پرورش کرتے ہیں اور دیانت داری سے اپنی ضرورت
 مہیا کرتے ہیں اور نیز میں تجھے تیری بکارت کسب دتو سو پس چاندی دیتا ہوں۔ چونکہ شرعاً تیری
 ملک ہوا تو تیری خواہ تیرا لباس اور جو کچھ تیرے گدار کے موافق ہو دوں گا۔ اور میں تیری پاس
 اونگھا جیسے کہ ساری دنیا میں دستور ہے۔ اور اس عورت نے منظور کر لیا اور اسکی زوجہ ہو گئی۔ پھر
 اسی قسم کے قول و قرار انہیں ہو چکے ہیں (عالم یہود) سات بار مبارکباد دیتا اور سبک مبارک کہتا
 یہ عبارت کیٹوسیکلپڈیا کا خلاصہ ترجمہ ہے جس سے بعض سووم و حالات منگنی و نکاح کو نظر اخفا
 چھوڑ دیا گیا ہے۔ سین ان الفاظ کو (جسے مخاطب یا لکھتا تھا) دھرم منگنی کو نکاح سمجھ لیا ہے
 بعینہ انگریزی اور فارسی حروف میں نقل کیا گیا ہے تاکہ ناظرین ان الفاظ میں غور کریں اور دحق دین

اسی غرض سے عبارت آئندہ میں جو الفاظ محصل بحث و اختلاف ہیں انکو بعینہ انگریزی و فارسی حروف میں لکھا جائیگا۔ اس عبارت میں بہت سے امور و رسوم میں منگنی و نکاح کا تفرق و تباہی بیان کیا ہے۔ مگر از انجملہ جنسے منگنی و نکاح میں نوعی تفرق و تباہی ثابت ہوتا ہے دو امر بیان کئے ہیں اول یہ کہ منگنی میں صرف عہد و وعدہ نکاح ہوتا کہ فلاں عہد میں و فلاں تاریخ کو نیگے۔ اور اس دن منسوب و منسوبہ باہم نہ وجہ ہونگے اور نکاح میں دم نقد ایجاب قبول ہو جاتا اور ازدواج بالفعل وقوع میں آتا اور اس وعدہ کا ایفا ہوتا۔ یہ امر عبارت تنسکہ جناب میں بھی پایا جاتا ہے چنانچہ لصفحو (۴۷) پر تنبیہ کیا گیا ہے۔

امردوم یہ کہ منگنی کے بعد منسوبین کو صرف باہمی رویت یا بدون خلوت ملاقات کا اختیار و جواز ہو جاتا خلوت یا مباشرت کا جواز نہ ہوتا بلکہ اسکا ترک کو رٹوں سے پٹیا جانا اور نکاح کے بعد خلوت و مباشرت کا جواز ہو جاتا بلکہ یہی امر اسکی غایت و مقصود اصل تھا۔ آن دونوں امر میں منگنی اور نکاح کا متباہی و جدا ہونا صاف یقین دلاتا ہے کہ یہودی شریعت میں منگنی نکاح نہیں ہے اور اسکو فاتحہ خیر یا نکاح خط سے (جس میں دم نقد ایجاب قبول پایا جاتا ہے) کچھ مناسبتہ و مشابہتہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس منگنی کے مشابہتہ ہے جو ہندوؤں میں اور ان کی پیروی سے بعض مسلمانوں میں معمول و مروج ہے کہ لڑکی والہ لڑکے کو منگھ میں خرما وغیرہ شیرینی دیدیتا ہے یا حجام کے معرفت لڑکے کے گھر میں روپیہ نقد بھیجو دیتا ہے اور لڑکے والہ لڑکی کے لئے کپڑوں کا جوڑہ یا زیور یا قند بھجوا دیتا ہے اور فریقین سے کوئی لفظ لڑکی لینے دینا یا نکاح کرنے کرنے کا زبان پر نہیں لایا جاتا۔

یہ عام یہودی کی رسوم و احکام منگنی کے بابت سیکلو پیڈیا کا بیان ہے جس سے آفتاب نیمروز کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ جو مخاطب ذکر کیا ہے کہ یہودی شریعت میں منگنی عین نکاح ہے اور منگنی کے بعد مباشرت جائز ہو جاتی ہے اور ان باتوں میں سیکلو پیڈیا کا حوالہ دیا ہے محض کذب و مضالط ہے۔ اب سیکلو پیڈیا سے آپ کا وہ کذب مغالطہ ثابت کیا جاتا ہے جو خاص حضرت مریم و یوسف کے حالات منگنی و پیدائش مسیح کے باب میں سرزد ہوا ہے اور اس میں آپ سیکلو پیڈیا کا حوالہ دیتے ہیں۔ اسی جلد سیکلو پیڈیا کے صفحہ ۱۰۹ پر ہے۔

مریم باکرہ

مسیح کے باب میں بڑی دوپٹن گویاں پوری ہوئی ہیں تہیں ایک یہ کہ وہ نہالی طور پر عورت کے تخم سے پیدا ہوا۔ دوسری یہ کہ وہ داؤد کا بیٹا ہو۔ پہلے امر کے ثبوت میں مولف نے کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے پہر کھایا کہ اس مرنے بذریعہ فرشتے جبریل کے باکرہ مریم سے تکمیل پائی۔ دوسرے امر کا کافی ثبوت نہیں دیا اور کھاکہ مریم کا خاندان داؤد سے ہونا میل سے ثابت نہیں حکما کے قیاسات اور خارجی روایات سے ثابت ہوا کہ مریم کو یوسف کی اولاد سے کھانا اور اسکے ذریعہ مسیح کو داؤد کی اولاد قرار دینا حکایت پیدائش معجزہ کو باطل کرتا ہے اور اس سے دین عیسیٰ الٹ جاتا ہے۔ مولف کے اس بیان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مصنف کا اعتقاد وہ عیاہی ہے کہ مسیح صرف تخم مریم سے پیدا ہوا ہے اس میں تخم یوسف کا دخل نہیں ہے۔ گویا کہ ابن داؤد ہونا اس سے بدیل قوی ثابت نہیں ہو سکا اور لے صفحہ ۹۳ اس کتاب کے کہا ہے کہ زانہ منگنی جبرئیل مریم سے سب واج یہود کے اپنی مان باپ کے گھر رہتی اور اسکو انڈیڈ ڈنہرینٹ یعنی اپنی تجوئیدہ یا منسوب شدہ خاندان سے بلا واسطہ یا شراکت تیسرے شخص کے کو نیکیشن یعنی بات چیت لگاؤ میل نہ ہونا۔ اس منگنی کا اثر و فائدہ اظہار اعلیٰ درجہ ان کی تقدس بکارت کا تھا کیونکہ موسوی شریعت کے بموجب در صورت دور ہونے عصمت زن منسوبہ کے دونوں (یعنی زن و زانیہ) کو سنگسار کیا جاتا۔ اور اسی جرم سے در صورت نامنسوب ہونے عورت کے مرد کو خفیف سزا دی جاتی اور عورت کی شادی کر دی جاتی۔

مسیح کے بجائے باکرہ مجروحہ کے باکرہ منسوبہ سے پیدا ہونے میں حکمت الہی کے بیان میں کسی راہین عمدہ اور زیبا بات یہ ہو کہ والدہ مسیح کی باکرہ ہونے پر کوئی گواہ ہو اور اسکا کوئی پردہ لکھنے مخط ہو اور مسیح کا فائسٹ طرفا یعنی ہونہ بولا باپ یا پرورش کنندہ باپ ہو اور وہ ایسا شخص ہو کہ تخت داؤد کا وارث ہوتا کہ اپنی اولاد میں یعنی متبئی بیٹے کو حقوق اس رتبہ کے دی اور وہ تمام خصوصیات میں سے اور عیسیٰ کے دعویٰ کو رد کرنے کا مستحق ہو۔ اور ارجن اور گنیشیں کے خیال میں اسکی حکمت

Intended husband. Communication.

Protector Foster Father Adopted son.

یہ کہ شیطان پر مسیح کا بغیر باپ پیدا ہونا ظاہر نہ ہو۔ مگر زیادہ سیدھا اور عادی وہی بیان اول ہے۔
 یہ مضمون سیکلو پیڈیا کا خاص حضرت مریم اور یوسف اور مسیح کے متعلق (جو باختصار بیان ہوا ہے)
 امور ذیل پر نص صریح اور تصریح قطعی ہے (۱) حضرت مریم اور یوسف منگنی کے زمانہ میں ہم بستر
 تو کیا بلا واسطہ تیسرے شخص کے ہم مجلس ملاقاتی ہی نہ ہوئے (۲) پیدائش مسیح دنیا سے نرالی
 صرف تخم مریم سے ہوئی ہے (۳) یوسف و مریم کی منگنی اسلئے ہوئی ہے کہ یوسف اس بات
 کی شہادت دے کہ مریم بکرا ملہ ہوئی ہے پیدائش مسیح کے پہلے اُس نے اس سے محبت نہیں کی
 (۴) یوسف مسیح کا موٹہ بولایا پرورش کنندہ باپ تھا حقیقی باپ تھا (۵) مسیح اسکا متبنی بیٹا
 تھا حقیقی مصلبی بیٹا (۶) حکمتیں جو بیان ہوئی ہیں یہ مریم کے منسوب ہونے کی حکمتیں ہیں نہ مسیح
 کے تخم یوسف سے پیدا ہونے کی حکمتیں۔ اس سے صاف ثابت ہوا ہے کہ جو آپ نے بدستور
 کیٹو سیکلو پیڈیا کے یوسف بنجار کا بحالت منگنی مریم سے ہم بستر ہونا اور اُس و مریم کا حاملہ ہونا
 اور مسیح کا متولد ہونا تجویز کیا ہے محض دروغ بے فروغ ہے جسکا اس کتاب میں کہیں نام و نشان
 نہیں ہے اور جو آپ نے اس کتاب سے پیدائش مسیح کی حکمتوں کا بیان و اظہار کیا ہے وہ بھی شتر
 و گربہ و خالی نہیں ہے۔ سابقاً صفحہ ۴۷ میں بطور تنزل اس نقل دیان کو مانکر اسکا مطلب
 آپ کے قول کا کذب بیان کیا تھا۔ اب نقل اصل عبارت سیکلو پیڈیا یہ بتا دیا کہ حکمت اول
 و دوم آپ کی حکمت عملی کا نتیجہ ہیں کتاب میں اسکا ذکر ہی نہیں ہے *

معلوم ہوتا ہے کہ جناب مخاطب نے اصل کتاب سیکلو پیڈیا سے ان عبارات کو نقل نہیں کیا اور نہ
 اس کتاب کو کبھی آنکھ سے دیکھا ہے کسی حواری کے (جن سے ہم خوب واقف ہیں) بیان و تقلید
 پر اعتماد کر کے جو کچھ انہوں نے بتایا یا لکھا ہے اسکو بلا تحقیق ورج تفسیر کر دیا اور اپنی فراخ
 نظری و راست بیانی کو خوب ظاہر کر دکھایا یہ پردہ وری علم و معلومات جناب اس طعن
 و بحثان کی سزا ہے جو مریم عذیقہ صدیقہ پر آپ نے جمایا ہے اور انکو یوسف بنجار کا فراش ٹھہرایا
 بعض اکابر نے کیا اچھا کہہا ہے ۵ چون خدا خواہ کہ پردہ کس و ہ میلش اندر طعنہ پا کان کندہ

یہ جو کیٹو سیکلو پیڈیا میں منگنی کے پیچھے اور نخل سے پھل خلوت اور محبت کو ناجائز بتایا ہے یہاں
ہی کتب یہود میں موجود ہے اور اسی پر اس وقت کے یہود کا عمل ہے۔ ہم نے اصل کتب یہود
اور علماء یہود کی طرف رجوع کیا تو ان کو سیکلو پیڈیا کے بیان کا مصدق پایا اور یہی مضمون اور
کتب عیسائیوں میں دیکھا۔

یہودیوں کی کتاب تمارین ہر مبارک ہو تو اسد بادشاہ عالم کا جو ہم لوگوں کو مقدس کیا
اپنے فرمانوں میں اور ہر کوتاہی جو عورتیں کہ حرام ہیں اور حرام کہیں ہمارے لئے عورتیں منگنی
والیاں اور حلال کہیں ہمارے لئے عورتیں بیاہ والیاں خاص نخلوں کے ذریعہ سے۔
مبارک تو اے خدا کہ مقدس کیا تو ہم بنی اسرائیل کو بذریعہ نخل پاک کے +

اس مضمون کی اصل عبارت عبرانی یہ ہے

בְּרוּךְ אַתָּה יְיָ אֱלֹהֵינוּ אֲשֶׁר הוֹדֵינוּ
בְּמִצְוֹתָיו וְצִוָּנוּ עַל הַבְּרִיּוֹת וְאָסַר לָנוּ אֲסֵר
הָאֲרוֹסוֹת וְהַתִּיר לָנוּ אֵת הַנְּשׂוֹאוֹת לָנוּ
עַל יְדֵי הַפֶּה בְּמִדַּת הַשֵּׁן • בְּרוּךְ אַתָּה יְיָ
עֲמֹא יִשְׂרָאֵל עַל יְדֵי חֶפֶה בְּמִדַּת הַשֵּׁן :

(اسکی تحریر فارسی حروف میں بطور وزن یہ ہے)

بَارُوخ אַתָּה אֱלֹהֵינוּ שֶׁלַּח חֲחוּלָאִם אִשֶּׁר קִדְּשָׁנוּ בְּמִצְוֹתָיו וְצִוָּנוּ עַל הַבְּרִיּוֹת
וְאָסַר לָנוּ אֲסֵר הָאֲרוֹסוֹת וְהַתִּיר לָנוּ אֵת הַנְּשׂוֹאוֹת לָנוּ עַל יְדֵי חֲחוּלָאִם
בְּמִדַּת הַשֵּׁן • בَارُوخ אַתָּה אֱלֹהֵינוּ שֶׁלַּח חֲחוּלָאִם אִשֶּׁר קִדְּשָׁנוּ בְּמִצְוֹתָיו
وְצִוָּנוּ עַל הַבְּרִיּוֹת וְאָסַר לָנוּ אֲסֵר הָאֲרוֹסוֹת וְהַתִּיר לָנוּ אֵת הַנְּשׂוֹאוֹת לָנוּ

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منسوبہ عورت سے قبل نخل مباشرت سخت حرام ہے حتیٰ کہ اسکا ذکر
یہودیوں کی ادعیہ نماز روزانہ میں داخل ہے +

اندلوں لاہور میں ایک جنٹلمین یہودی کا نکاح ہوا تو اس میں اسی رسم حکم پر عمل ہوا۔
 منگنی کے چچو اور نکاح سے پہلے منسوب اور منسوبہ یکجا ہونے نہ پائے۔ دونوں کے پاس چہرے
 متعین رہے جب در دور (کلکتہ وغیرہ) سے دس نفر یہود کو بلا کر جمع کیا گیا اور ان کے رتی
 (عالم یا ملاجی) نے نکاح پر ہاتھ اُن کو احتلاط حلال ہوا۔ اسی عالم یہودی سے ہم نے
 یہ امر زبانی دریافت کیا تو اُس نے یہ جواب دیا کہ منگنی سے چچے اور نکاح سے پھلے عورت منسوبہ کی
 خلوت و محبت یہودی شریعت میں ایسی حرام ہے کہ اگر اس سے اولاد ہو تو وہ اولاد حرام شمار
 کی جاتی ہے اور وہ عبادت گاہ میں آنے اور شامل ہونے نہیں پاتے۔
 عیسائی علماء کا بھی اس مسئلہ کی نسبت بھی خیال و مقال ہے چنانچہ ریورنڈ کلاک نے
 تفسیر انجیل متی کے صفحہ ۱۲ میں لکھا ہے کہ فرشتہ مریم کو جو حالت منگنی میں ہے یوسف کی جو رو
 بتلاتا ہے یہاں سے ظاہر ہے کہ جو رو کا لقب منگنی کی حالت میں عورت پر جائز ہو مگر بعض بدکاروں
 کے دستوریت پر حالت منگنی میں ہمبستر ہونا حرام کاری ہے اگرچہ مجازاً جو رو ہے پر یقیناً
 جب ہوگی جب نکاح ہو جائیگا۔

ان شہادات و بیانات سے صاف ثابت ہوا کہ جو کچھ ایسے ثبوت امر چہارم میں لکھا ہو کذب
 و مغالطہ ہے نہ عام یہودیوں میں منگنی کو نکاح سمجھ کر صرف منگنی کے بعد عورت کو ہمبستر ہونا جائز
 سمجھا جاتا اور نہ خاص حضرت مریم و یوسف کو منگنی کے بعد ہمبستری کا اتفاق ہو کر یوسف کو
 مسیح کا حمل ہوا۔ بلکہ یہ حمل (چنانچہ انجیل متی میں ہے) یوسف و مریم کے ہمبستر ہونے سے پہلے
 پایا گیا۔ اور جو آپ نے اس آیت انجیل متی کے جواب میں لکھا ہے کہ عام رسم کے برخلاف حل ہو جانے
 کے سبب یوسف و مریم کو چہرے کا ارادہ کیا ہوگا اس جواب میں آپ نے مردانگی سے کام لیا
 مردانگی یہ تھی کہ اس آیت کے اس فقرہ متنازعہ فیہا کو (جس میں ہمبستر ہونے سے پہلے حاملہ ہونا
 بیان کیا گیا ہے) نقل کرتے اور اس کا جواب دیتے۔ یہ کہ امر دانگی اور بہادری ہے کہ اصل
 متنازعہ فیہ امر جس سے مسیح کا بنیاد پیدا ہونا آفتاب غیر ذکی طرح ثابت ہوتا ہے تعرض نہیں کیا

اور ادھر ادھر کی باتوں کا اناپ شناپ جواب دیدیا اور لوگوں کو یہ بتایا کہ ہنسی مسیح کا باپ ہو سکتا
ہونا انجیل سے ثابت کیا ہے اور جیسا کہ انجیل سے لوگ بغیر باپ پیدا ہونا نکالتے ہیں اسکا بخوبی جواب
دیدیا ہے یہ دلیران اسی خیال پر ہیں کہ ہماری امت میں ہماری باتوں پر بے دیکھے بن سمجھو
ایمان لایا جاتا ہے۔ مگر افسوس یہ امر ذہن نشین جناب نہیں ہوا کہ ہماری کلام کو کوئی ہمارا مخالف دیکھتا
تو وہ اس پر سمجھ نہیں دینے کے کیا کرے گا ؟

بالجملہ جو کچھ آپ نے امور اور بعد کے ثبوت میں کھا ہے اس میں جو صحیح ہے وہ آپ کو ثبوت دعویٰ میں
صحیح نہیں اور جو صحیح ہے وہ صحیح نہیں یعنی جو آپ نے امر اول کے ثبوت میں کھا ہے کہ (شہادت
انجیل) مسیح داؤد اور یوسف کا بیٹا ہے یہ امر صحیح ہے مگر اس معنی میں صحیح نہیں ہے کہ وہ صلیبی
نسبی بیٹا ہے باقی جو کچھ آپ نے امور ثلثہ کے ثبوت میں کھا ہے اس میں ایک لفظ صحیح نہیں جو کچھ
کہا ہے صحیح کذب صاف مغالطہ ہے۔ سپر اگر آپ کو کچھ غیرت اور یا حیمیت جوش مار تو اس آیت
انجیل متی کا کہ مریم قبل مہذب ہونے کے حاملہ پائی گئی (جواب دیکر سزا تہ تیغ کا داؤد اور یوسف
کا صلیبی اور نسبی بیٹا ہونا ثابت کر دین اور کسی یہودی یا عیسائی کی کتاب معتبر سے ان باتوں
کا صحیح طور پر ثبوت دین کہ یہودی شریعت میں سنگسار کے پیچھے اور نکاح سے پہلے مرد و عورت کا بستر
ہونا جائز تھا۔ اور یوسف مریم کے گھر جا کر اس سے خلوت کیا کرتا۔ اور مریم کو اسی سے حمل
ہوا تھا یہ نہ ہوسکتے تو جو کچھ آپ نے لکھا ہے اسکو اپنے ہاتھ سے چاک کر کے دیا برد کریں اور مریم عقیقہ
صدقہ پر تہمت جماع سے باز آئیں +

بحث نقلی انجیل کا دوسرا جواب اسلامی اصول و سکتا پر مبنی ہے

چونکہ قرآنی شہادت سے جب کا بیان عنقریب آتا ہے آفتاب خیر وز کی طرح ثابت ہو کہ مسیح بغیر باپ کے
پیدا ہوا اس لیے جو کچھ پیدائش مسیح کی نسبت انجیل سے دلوک میں وارد ہے کہ قبل مہذب ہونے کے حاملہ
پائی گئی اور مائس بشر سمجھنی، وہ صحیح و درست ہو اور جو اسکے برخلاف انجیل یا اور کتب عیسائیوں
میں کہ وہ یوسف یا داؤد کا بیٹا ہے اور ان کی پشت یا تنم یا نسل سے پیدا ہوا ہے اسکی تاویل و جواب

ہے اور جو امر تاویل پذیر نہ ہو اسکو یقیناً کذب شمار کرنا لازم ہے چنانچہ نسبت جملہ اکاذیب یہود و نصاریٰ کے مسلمانوں کا بھی اصول و اعتقاد ہے اس اجمال کی مفصل و اس بیانی کی مصدق بحث نقلی از قرآن ہے جو شروع کی جاتی ہے بالمد التوفیق *

بحث نقلی از قرآن

زمانہ نزول قرآن میں حضرت مسیح کی نسبت دو مختلف دعویٰ کئے جاتے تھے عیسائیوں کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ خدا اور خدا کے بیٹے اور ثالثِ ثلاثہ یعنی تیسرے خدا اور کبھی خدا کی تیسرے نمبر۔ اور یہودیوں کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ ناجائز طور پر پیدا ہوئے ہیں اور ہم باپ کی طرف وہ منسوب تھو اسکے تخم سے نہ تھے دوسرے شخص کے تخم سے (جیسا نام جبار) مخاطب نے پتھر اٹالی بتایا ہے) اور ان دونوں دعویٰ کا منشاء وہی ہے اسر تھا کہ وہ بلا باپ متولد مانے اور سمجھے جاتے اور یوسف بخار کے (جو ان کا فاسطہ فادریعی مومنہ بولا پاتا تھا) لطف سے متولد خیال نہ کئے جاتے اسی امر نے عیسائیوں کو تو اس درط ضلالت میں ڈالا کہ جس حالت میں انکا کوئی انسان باپ نہیں ہے تو انکی پیدائش سبب اسکے کہ خدا کو باپ مانا جاوے یا انکو خود خدا الباس بشہر کہا جاوے کیونکر ممکن ہے اور اسی امر نے یہودیوں کو اس درط ضلالت میں ڈالا کہ جس حالت میں زعم عیسائیوں کے یوسف انکا حقیقی باپ نہیں ہے تو انکی پیدائش سبب اسکے کہ وہ (معاذ اللہ) کسی اور انسان سے ناجائز طور پر پیدا ہوئے ہوں کیونکر متصور ہے۔ بالجمہ انکی نسبت بلا باپ پیدا ہونیکے اعتقاد و ادعا نے ان دونوں فرقوں کو اس اختلاف میں ڈالا :

* اس امر کا جناب مخاطب کو یہی اعتراف ہے چنانچہ تفسیر نجاشی کے صفحہ ۳۰ میں آپ نے کہا ہے جب قرآن نازل ہوا اسوقت دو فرقے مخالف موجود تھے ایک فرقہ نہایت نالایقی اور بدی سے یہ کہتا تھا کہ حضرت مسیح بد رنا جائیز مولود کے پیدا ہوئے ہیں دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ وہ خدا اور خدا کے بیٹے اور ثالثِ ثلاثہ ہیں *

اور قرآن مجید کی نسبت خدا نے یہ فرمایا ہے کہ یہ قرآن بنی اسرائیل کے اکثر اختلافی

ان هذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل

امور میں فیصلہ کرتا ہے یعنی اکثر اختلافات یہی

اکثر الذی ہم فیہ مختلفون (نمل ۶۶)

و نصاریٰ میں فیصلہ کرنا قرآن کا ایک فرض ہے،

بنا، علیہ ہلکویہ غور کرنا لازم ہے کہ قرآن مجید نے اس مقدمہ میں دست اندازی و تعرض کیا

یا نہیں؟ اور کیا تو کیا فیصلہ کیا؟ اُنکے دعاوی کے نسبت کیا تجویز کیا؟ اور اپنی منشاء

و مبنی دعویٰ کی نسبت کہا گیا؟ قرآن شریف سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قرآن نے اس

مقدمہ کے فیصلہ سے تعرض کیا ان دونوں فریق کے خیالات و دعاوی کو باطل کیا اور

صاف فرمایا کہ جو سچ کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں وہ یہی گمراہی و غلطی ہیں اور جو ناجائز

مولود کہتے ہیں وہ یہی گمراہ ہیں اور قول فیصلہ و امتحق اسباب میں یہ ہے کہ وہ خدا کے بند

ہیں اور وہ خدا کی ایسے مخلوق ہیں جیسے آدم و زمین و آسمان وغیرہ مخلوقات ہیں۔

اور ان کے دعاوی کے منشاء و مبنی یعنی مسیح کے بلا باپ پیدا ہونے سے بھی تعرض

کیا۔ اس منشاء کے وجود کو تو رد نہیں کیا بلکہ مسلم رکھا مگر اسکے لازمہ و نتیجہ کو جو فریقین اس سے

نکالتے ہیں رد کر دیا اور یہ بنا دیا کہ مسیح کے بغیر باپ پیدا ہونے سے نہ انکا خدا یا فرزند خدا ہونا ثابت

ہوتا ہے نہ مولود ناجائز ہونا +

دعویٰ یہود کا رد و ابطال باس الفاظ فرمایا ہے کہ ہم نے یہودیوں کو اُنکے کفر کرنے

و یُکفرُہم و قُولِہُمْ عَلٰی سَیْمٍ بَہْتًا کَاکِبًا اور مریم پر بھتان باندھنے کے سبب پھینکا۔

اور دعویٰ عیسائیوں کا ابطال بہت تفصیل سے کئی مواضع قرآن میں فرمایا ہے۔

+ اس فیصلہ کا مخاطب کوہی اعتراف دینا سچے تفسیر خبیثہ کے منہ میں عبارت سابق کے متصل فرمایا،

قرآن مجید نے ان دونوں فرقوں کے اعتقاد کو رد کر دیا اور حضرت مسیح کے مقدس اہل پر ہونے پر

حضرت مریم کی عصمت و طہارت پر گواہی دی اور اس بات کو کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے اور ثالث ثلثہ ہیں چیلایا

اور بتلادیا کہ وہ مثل اور انسانوں کے خدا کے بند ہیں۔

سورہ نسا، میں ارشاد ہے اے الہ کتابے میں میں زیادتی نہ کرو اور خدا پر بجز حق کچھ نہ کہو مسیح

یا اهل الكتاب لا تغلوا فی دینکم لا تقولوا
علی اللہ الا الحق یا ایہا الیسع عیسیٰ بن مریم
رسول اللہ وکلمتہ القا الی سیم ورج
منہ فامنوا بالہ ورسلا مول تقولوا ثلثۃ
انتہو خیر لکم انما اللہ الہ واحد
سبحنہ ان ینزلہ ولد لہ ولد لہما فی السموی
وما فی الارض وکفی باللہ وکیلہ۔

عیسیٰ بن مریم تو صرف رسول ہے اور خدا
کے حکم سے پیدا ہوا جو مریم کی طرف اُس نے بھیج
اور اسکی طرف سے وہ روح ہے پس تم خدا اور پوچھ
پر ایمان لاؤ اور تین خدا نہ کہو تثلیث سے باز آؤ
اور خیر یعنی توحید کا قصد کرو اور تو ایک ہی ہے
وہ اس سے (بہی) پاک ہو کہ اسکا کوئی بیٹا
ہو یا بیٹی میں میں جو کچھ ہو وہ خدا کی ملک و خلق
ہو اور خدا سب کے لئے کافی کار ساز ہے۔

لن یتکف الیسع ان ینزلہ عبد اللہ ولا
الملئکۃ المقربون ومن یتکف عن عبادۃ
ولیتکبر فی عیشہم الیہ جمیعاً فاما
الذین امنوا وعلوا الصلوات فیوفیہم اجرہم
ویزیدہم من فضلہ واما الذین استکفوا
واستکبروا فاعذبہم عذاب الیم

مسیح کو خود خدا کے بندہ ہونے سے انکار نہیں ہے
اور نہ اس کے فرشتوں کو جو اسکی عبادت سے انکار
ہو اور تکبر کرے ان سب کو اکٹھا کرے گا پھر
مومنین نیک عمل کو جزا اعلیٰ دیگا اور منکروں
کو عذاب کریگا۔

اور سورہ مائدہ میں فرمایا ہے کہ مسیح صرف رسول ہے اور اسکی ماں بڑی راست باز وہ

ما الیسع بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ
الارسل وامہ نقیۃ کان یا کلما الطعام انظر کیف
بنین لہم الایاتہم انظر فی یوفکون (مائدہ ۱۶)
انی ینزلہ ولد لہ ولم تکن لہ حبلاً (انعام ۱۳)

دونوں کہا نا کہاتے تھے وہ دیکھ ہم ان کے لئے
کیسی نشانیاں بیاں کرتے ہیں پر دیکھ وہ کیسے
حق سے پھری جاتے ہیں اور سورہ انفاح میں
فرمایا ہے خدا کے لئے کیا کیونکر ہوگا اسکی بیوی تو بچی

+ یعنی بیت الخلاء جایا کرتے پھر مسیح کیونکر خدا ہو؟ اس میں بطور کنایہ اسی امر کا بیان مقصود ہے چنانچہ

ایک نامی المیزان نے اسلے کو مانا ہے اور اس سے قرآن کی فصاحت و بلاغت کا اعتراف کیا۔

اسی قسم کی اور بہت سی آیات ہیں جنکی بیان میں طول ہوتا ہے ۔
اور جو منشأ و مبنی و دعویٰ فریقین یعنی مسیح کے بغیر باپ پیدا ہونیکا مسلم کہنا اس
طور پر ہوا ہے کہ قرآن میں اس سے انکار کیا اور کہیں نہیں فرمایا کہ مسیح بلا باپ پیدا نہیں ہوا
یوسف نجد کے تخم سے پیدا ہوا ہے بلکہ حالات پیدائش مسیح کو ان الفاظ سے بیان کیا ہو کہ
ظاہر معنی سے مسیح کا بغیر باپ پیدا ہونا ثابت ہوتا ہے ۔

• سورہ مریم میں ارشاد ہے ۔ مریم کا حال کتاب میں سادے حبیب گہر والوں سے
واذ کفر الکتاب مریم اذا نبتذت من اهلها مکارا
شریفاً فاتخذت من دونهم حجاباً فارسلنا
الیہا روحنا فتمثل اہا بشراً سو یا قالت انی اغوی
یا لرحمن من ان کنت یقیناً قال انما انارسلو
ربک لایکلفک علاماً ذکیراً انی یکون بی
غلاماً ولم یسسے بشر و املک بغیا قال
کذلک قال ربک ھو علی ھیز و لنجعلہ آیۃ
للناس رحمتنا و انکاراً من لم یقضینا فحلتہ
فانبتذت ذیہ مکاناً قصیاً ۔ فالجاءہ الخاضر
الی جنۃ الخلة ذلک یلین متقبل هذا
و کنت نسیماً نسیاً فاد اھا من تحتہما الی اخر فی
قد جعل ربک تحتک سر او ھزی الیک عجد
الخلة تسقط علیک و طبعینا و کولوا شری
و قری عینا فاما توین من البشر لحدافقوی
انی نذرت للرحمن صوماً فلن کلم الیوم نسیماً

ایک مشرقی مکان میں کنارہ ہوئی پس بنا لیا
پردہ پس تنہ اسکی طرف اپنی روح (جبریل) کو
بھیجا جو اسکو پورا انسان ہو کر نمایاں ہوا ۔ وہ
بولی میں تجھے خدا کی پناہ مانگتی ہوں اگر
تجھے خدا کا خوف ہو وہ بولا میں تو خدا کا بھیجا
(فرشتہ) ہوں تجھ کو ایک پاک لڑکا دینا آیا ہوں
وہ بولی میری کہو کہ میں کجا مجھے بشر (یعنی خاوند)
نہیں چھو اور زمین بدکار ہوں وہ بولا خدا کی
شان یا قدرت ایسی ہے ۔ خدا تو فرمایا یہ یا محمد
پر آسان ہو اور میں کو لوگوں کے کو نشانی (قدرت)
اور اپنی محبت بنا چاہتا ہوں اور یہ کام ہوا ہوا
تب (یعنی اس کھنک کے متصل ہے) وہ حاملہ ہوئی
اور اس حمل سے وہ دو دوکان کنارہ ہوئی ۔ پس کو
دروڑہ سے ایک سخت خراب خشک (کوئٹہ میں)
پہنچایا اور اس کے کہا کاش میں اس سے پہلے مر جاتا

فانت به قومها تحملہ قالو ایا مریم
لقد جئت شیئاً فریاً یا اخت ہارون
ماکان ابوک امرع سوء وکانک
امک بغیا فاشارت الیہ قالو کیف نکلم
من کان فی لہد صبیاً قال انی عبد
انتہی الکتاب جملۃ نبی الخ (مریم ۲۶)

اور ہولی سہری ہوتی اسکے نحو کی تباہی جبریل یا
سیح نے کارا تو غم کر تیرے نیچے (کجیاب) خدا نھر
(جاری) کر دی ہو تو اس تن کو ملایہ تازہ کھجوریں تھمڑا
(ہمیں) کھا اور وہ پانی پی اور انجھڑی کھنڈی کر۔ اگر
تو کسی بڑے کو دیکھے تو (اشارہ ہو) کہدو کہ منہ خدا کی ہنڈ
مانی ہواج میں انسان ہو کلام نہ کرونگی پس لڑکے کو
تو م کے پاس اٹھالائی۔ لوگ بولے اوی مریم یہ، تو بھتان باندہ لائی ہارون کی بہن تیرا باپ بڑا
آڈی نہ تھا اور نہ تیری مان بدکار تھی (یعنی بہر تو یہ سچ بڑے کیوں کر لائی) اُسے لڑکے کی طرف اشارہ کر دیا
وہ بولے ہم اس سے کیوں کر کلام کر سکیے جو گہوارہ میں لڑکا ہے۔ وہ لڑکا خود ہی بول اٹھا میں خدا کا بندہ
ہوں مجھ خدا نے کتاب دی ہے اور مجھ نبی کیا الخ۔

یہ ظاہر الفاظ قرآن کا ترجمہ جو حمیر (سب کو جائز خلاف و کلام نہیں ہو مگر ازراہ جملہ جارباقون
میں مخاطب کو علماء اسلام کے برخلاف کلام ہو اسلئے ان باتوں کو قبل نقل کلام مخاطب لال کرنا مناسب
سمجھا گیا ہے اول یہ کہ حل اس کہنے کو متصل ہی ہوا دوم یہ کہ مسیح کے پیدا ہوتی ہی مریم اس کو قوم
کے پاس اٹھالائی۔ سوم یہ کہ یہودیوں نے اس وقت ان پر زمانا تہمت لگائی۔ چہاں م
یہ کہ اس وقت مسیح نے انہی جواب دی کی۔ ان سب باتوں کا ثبوت سیاق و الفاظ قرآن میں پایا جاتا ہے
چنانچہ تفصیل و رقم میں آتا ہے۔

پھلی بات کے ثبوت پر حرف (ف) شاید ہو جائیہ فحلتہ میں (ف) اور وہ محاورہ عرب میں
ترتیب بلا مہلت کے لہذا استعمال کیا جاتا ہے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں بیان مدت حل میں چند اقوال نقل کر کے فرمایا ہے کہ ابن عباس کا یہ قول
وہو قول ابن عباس ایضا کانت مدۃ الحمل
ساعۃ واحدة و حکم الاستدلال علیہ
ہے کہ حل ایک ساعت ہے۔ پھر اس پر دو دلیلوں سے
استدلال کیا ہے اول دلیل پیش کی ہو کہ ان الفاظ

وہمیں (الاول) قولہ تعالیٰ فحلتہ فانبت بہ فنباع الخاض فناداھا من تحتھا و الفاء للتعقب فذلت هذا الفاء ان علی ان کل واحد من هذا الہو الخ حصل عقیب الخ من غیر فیصل ذلک یوجب ان مدة الحمل سوا واحدة۔ (الثانی) ان اللہ تعالیٰ فی وصفہ ان مثل عیسیٰ عبد اللہ مکمل الخ خلق من تراب ثم قال کہ کو مکیون فثبت ان عیسیٰ کما قال اللہ تعالیٰ کہ من خلکون و اما کہ یتصور فیہ مدة الحمل انما اتعلق تک المدة فی حق من یتولد باللفظة

میں حرف ف وارہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالات ایک دوسرے کے بعد بلا فصل واقع ہوئے ہیں دوسری دلیل کا بیان یہ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو حضرت آدم کی مثل کہا ہر جن کوئی سے پیدا کیا ہے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ بھی آدم کی طرح کن فیکون سے پیدا ہو کر ہیں جس میں معمولی مدت حمل متصور نہیں۔

دوسری بات کے ثبوت پر یہی ہی دلیل ہے کیونکہ اسکا شروع و بیان ہی اسی ف سے بلفظ فالت بہ قومھا تحلہ ہوا ہے اور نیز لفظ تحلہ یعنی اٹھالائی اس بات پر کامل دلیل ہے عرفاً و عادتاً چوتھوں کو ہی اڑھایا جاتا ہے بڑی عمر کے جوان لوگوں کو بلا عذر بیماری وغیرہ کے کوئی اٹھا کر نہیں لاتا اسی نظر سے مفسرین نے بیان کیا ہے کہ وہ اس وقت اٹھالائی اور اس وقت یہودیوں نے نعمت لگائی تفسیر و منثور میں بروایت حاکم و بیہقی کے ابن عباس و ابن مسعود سے نقل ہے کہ جب مریم نے حضرت عیسیٰ کو جناتو شیطان نے بنی اسرائیل کو خبر دی کہ مریم نے بچہ جناب انہوں نے حضرت مریم سے بات چیت کی تو انہوں نے حضرت عیسیٰ کی طرف اشارہ کیا تب حضرت عیسیٰ نے یہ بات کہی کہ میں خدا کا بندہ ہوں تا آخر۔ اور بروایت عبد بن حمزہ و ابن جریر سے نقل کیا ہے کہ جب مریم نے بچہ جناتو اسکو قوم کے پاس اٹھالائی وہ اسکو بھڑکاتا

عز ابن عباس و ابن مسعود فلما ولدت ذہب الشیطان فلما خبر بنی اسرائیل ان میری ولدت فلما ارادوا علی الکلام اشارت الی عیسیٰ فکلم فقال انی عبد اللہ انما الکتاب (در منثور مختصراً)

واخرج عبد بن حمزہ عن عمر بن میمون قال ان مریم لما ولدت انت بہ قومھا فخذوا بالحج

لیہ مہا فاشا ذلّٰہ فیکم فاتکوها (منشور) مارنے لگو مریم نے خدائے عسیٰ کی طرف اشارہ کیا وہ بولے تو انہوں نے اسی چھوڑا۔ ایسا ہی عامہ تفاسیر مروجہ بیضاوی۔ معالیم۔ کبیر وغیرہ میں بیان کیا ہے کہ مریم کا بیج کو اٹھا لانا اسی زمانہ پیدائش میں ہوا ہے۔ اور جو ان کتاب میں چالیس دن نفاس کے گزر جانے کے بعد اٹھا لانا کی روایت نقل کی ہے وہ ہمارے مدعا کے منافی نہیں بلکہ بیان بعض جوابات بحث مخاطب غفریر آیا ہے۔

تیسری بات کا ثبوت ہی قرآن کے الفاظ و سیاق میں موجود ہے کہ مریم مسیح کو قوم کے پاس اٹھا لائی تو انہوں نے مریم سے کھا کہ تیرا باپ برا تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی تو نے ایسا کام کیا۔ لفظ فری جو اس موقع پر بولا گیا ہے جیسا کہ مخلق و مفتری کے مستعمل میں ہوتا ہے وہ ایسا ہی اعظم و عجیب کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے (چنانچہ قاموس میں دونوں معنی بیان کئے ہیں) مگر حکمہ کی تائید میں مریم کے ماں باپ کا زانی و بدکار نہ ہونا بیان کیا گیا ہے اور مریم علیہا السلام پر ارتکا خلاف سیرت والدین کی الزام قایم کیا گیا ہے تو اس سے یقیناً معلوم ہوا کہ اس مقام میں لفظ فری سے وہی معنی اول مخلق و مفتری کے مراد ہیں اور اس سے یہودیوں کی غرض تہمت و بہتان مریم علیہا السلام پر جسکو خدا تعالیٰ آیہ علی مریم جہنم انا میں حکایت فرماتا ہے :

اسکی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے کسی لڑکے کو جسکو ماں باپ چور نہ ہوں کھا جاتا ہے کہ تیرا ماں باپ تو چور نہ تھے تو نے یہ کیا کام کیا تو اس سے یہی مراد ہوتی ہے کہ تو نے چوری کیوں کی یا کسی ظالم لڑائی کر نیوالے کو کھا جاتا ہے کہ تیرا ماں باپ لڑکے نہ تھے تو اس سے بھی مراد ہوتی ہے کہ تو نے لڑائی کہاں سے سیکھی علیٰ ہذا القیاس۔

اسی سیاق و الفاظ کے لحاظ سے مفسرین اسلام نے اس آیت کی تفسیر میں یہی کہا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

بروی انہم لمارا و ہا و معہا عیسیٰ علو القدر
جنت نشینا و یا و عیسیٰ لیکون المراد شمیاً
عسیار عیسیٰ لیکون مراد ہم شیعہ عظیم مکتوا

امام رازی تفسیر کبیر میں فری کے معنی امر منکر قرار دیکر اسکی ثبوت میں اسی قول مابعد کو کہ تیرا باپ برا نہ تھا اور نہ تیری ماں

اشاعة السنة النبوية

على صاحبها الصلوة الطيبة

نمبر سوم

بابت ربع الثانی درمہ مطابق با ربع شہادہ

جلد چہارم

و هذا اظهر لقولهم بعد الاغتسال ما كان

ابوك الخ - (كبيرة جلدہ)

بدکار تہی پیش کیا ہے۔

اور اس امر منکر سے زنا مراد ہونا اور اس اتحام

کا اس وقت میں پایا جاتا ہے سورہ (نساء) کی تفسیر میں بیان کیا چنانچہ فرمایا ہے کہ انہوں نے

مریم کو زنا کی طرف منسوب کیا انکی کفر سے مراد

انکار قدرت خدا ہے اور بھتان سے مراد مریم کا

زنا کی طرف منسوب کرنا۔ بیچ طعن بھتان عظیم اسلئے

ہوا کہ ولادت مسیح کے وقت کرامات و معجزات مقدر

ظاہر ہوئی تھی کہ اس سے مریم کا ہر عیب پاک ہو

معلوم ہو گیا تھا جیسے خشک درخت کا خراگرا مارا اور

مسیح کا بچپن میں کلام کرنا۔ یہ مریم کے ہر عیب سے

براہت پر قطعی دلائل میں اسلئے خدا نے یہود کو اس

طعن کو بھتان عظیم کہا۔

اور تفسیر معالم میں ہے ابن عباس نے معنی آہ میں

فرمایا تیرا باپ زانی نہ تھا اور تیری مان زانیہ نہ تھی

پھر تیجے بچہ کھان سے ہوا۔

اور جامع البیان میں یہ تیرا باپ بدکار نہ تھا تیری

مان زانیہ نہ تھی تاکہ ہم کہیں کہ تو اس کلام

میں والدین میں سے کسی کی تابع ہوئی۔

نسبوا من الی الزنا فلم یقولوا بکفرهم هو

انما هم قد تروا الله تعالی بقوله وقولهم علی عیبتک

بھگانا عظیم نسبتہم آیا ہا الی الزنا وانما

صار هذا الظن بھگانا عظیم لانہ ظہر عند

ولادہ عیسی علیہ السلام من الکرامات و المعجزات

ما دل علی برائتہا من کل عیبتک قولہ و ہری

ایا عیبتک الخ لہ تسقط علیک عیبتک

و انما مریم علیہ السلام حال کو نہ طفلہ

منفصل ہوا امّا فان کل ذلك دلائل قاطعہ

علی برائۃ مریم علیہا السلام من کل ریبہ فلا

یجوز ان لا یطعن الیہون فیہا بآنہ بھگانا عظیم

ماکان ابوک امر سوء قال ابن عباس ان کد انیا

نستاکا امرا بغیا فی انیۃ فی ابوک هذا ولد

ماکان ابوک امر سوء و ما کانہ لک بغیا زانیۃ

حتی نقول انک تابعۃ فی ملک الفاحشۃ احد

ابوک (جامع البیان)

میں نے ان تمام اربعہ سے پہلے تک ایک غلط فہمی میں رہا کہ حضرت مریم علیہا السلام کوئی عورت تھیں۔
میں نے ان تمام اربعہ سے پہلے تک ایک غلط فہمی میں رہا کہ حضرت مریم علیہا السلام کوئی عورت تھیں۔
میں نے ان تمام اربعہ سے پہلے تک ایک غلط فہمی میں رہا کہ حضرت مریم علیہا السلام کوئی عورت تھیں۔

میں نے ان تمام اربعہ سے پہلے تک ایک غلط فہمی میں رہا کہ حضرت مریم علیہا السلام کوئی عورت تھیں۔
میں نے ان تمام اربعہ سے پہلے تک ایک غلط فہمی میں رہا کہ حضرت مریم علیہا السلام کوئی عورت تھیں۔
میں نے ان تمام اربعہ سے پہلے تک ایک غلط فہمی میں رہا کہ حضرت مریم علیہا السلام کوئی عورت تھیں۔

میں نے ان تمام اربعہ سے پہلے تک ایک غلط فہمی میں رہا کہ حضرت مریم علیہا السلام کوئی عورت تھیں۔

پونہی بات کی ثبوت پر بھی سیاق و الفاظ قرآن کی شہادت موجود ہے طعن یہودیوں کے
جواب میں مریم علیہا السلام کا مسیح کی طرف اشارہ کرنا اور اس کے جواب میں ان کا یہ کھانا کھانے سے
کیونکہ بات کریں اُسے حرف (ن) سے شروع کیا گیا ہے۔ اسی سیاق کی دست آویز سے مذہب
نے کھا ہے کہ یہ مکالمہ مسیح کا اسی موقع پر ہوا ہے۔

تفسیر میرین ہے جب یہودیوں نے مریم علیہا السلام کے زجر و ملامت میں یہ سبالات کیا
تو وہ چپ ہو رہیں اور مسیح کی طرف اشارہ کیا یعنی
تمہاری بات کا یہی لہر کا جواب دینا۔ تب وہ
سخت خفا ہو کر اور بولے یہ اس کا ہم سے ہی
کرنا اس کی زنا سے بدتر ہے مسیح نے جب یہ بات
سنی تو دودھ پینا چھوڑ دیا اور اپنی طرف متوجہ
ہوا اور اُن سے ہم کلام ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت
سے مسیح پر وہ کہی نہیں بولا۔ یہاں تک کہ
اُس عمر کو پہنچا جس میں سچ بولنے لگتے ہیں۔ اور
لفظ کان امقام میں بمعنی حاصل و ہدیہ یعنی
موجود ہوا اور پالیا گیا۔

انہم لما بالغوا فی توہمنا سکتوا اشارۃ الیہ
ای عیسیٰ علیہ السلام ای الذی حکمک ذانا
و غزالہ لہ اشارۃ الیہ غضبوا غضبا شیدا
قالو السخریتہا بنا الشدن فی ہا روی انہ کان
یرضع فلما سمع ذلک ترک الرضاع و اقبل
و جہا و انکاد علی یساک و اشار بسببہ و قیل
کلامہم بذلک ثم لم یتکلم حتی بلغ مبلغا یتکلم
فیہ الصبیاء کیف تکلم من کان فی المہد صبیا
اچی صل فکان ہم منہا بمعنی حاصل و ہدیہ۔

(تفسیر کبیر ص ۸۷ جلد ۲)

تفسیر عالمین ہے ابن عباس نے فرمایا ہے جبکہ مریم کے پاس کوئی دلیل نہ تھی تو اُس نے مسیح کی
طرف اشارہ کیا تاکہ اس کا کلام مریم کے لہر سے ہو جا
اسی تفسیر میں ہے کہ جب مریم نے مسیح کی طرف
اشارہ کیا تو انہوں نے کہا کہ باوجود اس فعل
کے ہم ہنسی کرتے ہیں ہم ایسے شخص سے کہ نہ
کلام کریں جو کہ وارثین کے ہے اس لہوار سے

لما لم تکن لہا حجة اشارت الیہ لیکون کلامہا
حجة قلمہا و فی القصہ لما اشارت بغضب القوم
وقالوا مع ما خلعت استخزین بنا لکلو کیف تکلم من کان
فی المہد صبیا۔ اچی نہ ہو فی المہد ہو حجر
قیل و المہد بعینہ و کان بمعنی ہو قال

ابو عبیدۃ کان صلتہ ای کیف تکلم
صبیاً فی المهد وقد یحییٰ کان حشو
فی الکلام لامعنی لہ کقولہ هل کنت لا
بشریٰ رسولاً ای هل انا فلما سمع عیسیٰ
کلامہم ترک الرضاع واقبل علیہم
وجعل یشیر بیمیہ قال انی عبد
الله الخ۔

مان کی کوو مراد ہے یا بعینہ کہوارہ اور بیان
لفظ کان بمعنی ہو ہوا ابو عبیدۃ (امام علم لغت)
نے کہا لفظ کان یہاں نلید ہے اور کان
کلام میں زاید آیا کرتا ہے جیسے اس آیت میں
کنت لا بشریٰ رسولاً ای ہل انا یعنی میں صرف
بشر رسول ہوں جب حضرت عیسیٰ انجلی بت
سُنی تو دودہ پینا چھوڑ دیا اور ان پر متوجہ ہوا
اور کھانا پینا کا بندہ ہوں الخ۔

فاشکرت الیہ الی عیسیٰ علیہ السلام ای
کلمو ليجيكم قالوا كيف تكلمن كان
فی المهد صبياً ولم يعهد صبى فی المهد
كلمه عاقل۔ وكان زائدة او تامة
او دأمة كقولہ تكلم وكان الله عليهما حكما
او بمعنى صاكر (ميناوی)

اور تفسیر میناوی میں لکھا ہے مریم نے عیسیٰ کی طرف شاہ کیا کہ اس کے کلام کرو تا کہ تمہیں حق جو
دودہ بولے ہم ایسے شخص کے کہو کہ کلام کریں جو
کہوارہ میں لڑکا ہے اور ایسا کوئی لڑکا نہیں ہوا
جس کے دانا مخاطب ہوا ہو لفظ کان اس آیت میں
زاید ہے یا تامة ہے (بمعنی موجود اور پایا گیا)
یا دأمة ہے جیسے اس آیت میں كان الله عليهما حكما
یا بمعنی صاكر یعنی ہو گیا

اس بیان کی تصدیق و تائید میں ایک حدیث صحیح صحیح وارد ہو جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے میں شخصوں نے کہوارہ میں کلام کیا ہے (۱) حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام
(۲) وہ لڑکا جس کو لوگوں نے ناحق جبرج زائد
نبی اسرائیل کا لڑکا کہا تھا (۳) ایک عورت
بنی اسرائیل کا لڑکا۔

عن النبي صلعم قال لم يتكلم في المهد الا فلانة عیسیٰ
وكان في بني اسرائيل رجل يقال له جريج الخ
صحیح البخاری کتاب التنبیاء ط ۲۷ وغیرہ

شاید یہاں نصاریٰ یا انجلی تکلیف سے جناب مخاطب یہ بحث کریں کہ مسیح کا مہد میں کلام کرنا

انجیل میں مذکور نہیں ہے اور نہ عیسائیوں میں شہر ہے اگر یہ امر واقع ہوتا تو مسیح کے آنسو والوں میں

جنہوں نے انکو خدا بنا دیا کیون شہور نہ ہوتا اسکا

جواب تفسیر نیا پوری میں یہ دیا ہے کہ اس موقع

پر حاضرین کم تھے جنسہ انخفاء بعید نہ تھا اور اگر وہ

ہسکوز کر بھی کرتے تو ان کے مخالف (اکثر یہود)

انکو جھٹلاتے اور مریم پر بیتان لگاتے اسلئے

وہ چپ ہو یہ یہ مرد یا اکثر لوگوں پر مخفی ہا یہاں قرآن

وكان الحاضرون جميعا قلوبا وليبعد في

مثلهم المتواضعون على الخفاء وتبديروا

بذكر ذلك فان غايهم كانوا يكذبونهم

في ذلك وينسبونهم الى البهت فهم الصناديق

لهذه العلة فلم يذكروا سببهم الامر مكتوما

الى ان نطق القرآن بذلك (تفسیر نیا پوری)

میں کھتا ہوں اس جواب کی تائید خود انجیل میں موجود ہے جسکا بیان صفحہ ۴۵ میں ہے چنانچہ

اب اهل ايمان والى انصاف كويہ سوچنا بجا ہے کہ ایسی حالت میں عیسائیوں کا اس امر سے سکت نہ

لائق اعتماد و احتیاج ہے یا خدا و رسول کا بیان کرنا ان چاروں باتوں کی بحث و بیان سے

ثابت ہوتا کہ جو کچھ ہمز سورہ مریم سے بیان کیا ہے وہی ظاہر معنی الفاظ قرآن و یق قرآن ہے جس سے بخوبی

ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ نے مہنی و منشاء دعویٰ فریقین کے وجود کو قرآن میں تسلیم کر لیا ہے ہاں جو اس

فریقین نے نتیجہ نکالا ہے اس کو رد کیا ہے جسکا بیان معروض ذیل ہے -

نتیجہ مخیرتہ فریقین (جو بلا پدر پیدائش مسیح سے فریقین نے نکالا ہے) کا ابطال و رد خدا تعالیٰ

نے اس بیان سے فرمایا ہے کہ بلا پدر پیدا ہونا نہ اس بات کا مقتضی ہے کہ مسیح خدا یا فرزند خدا

ہو اور نہ اس امر کا مثبت و مسلمہ کہ معاذ اللہ وہ ناجائز طور پر پیدا ہوا ہو۔ یہ شبہ تب ہو جبکہ خدا تعالیٰ

کی قدرت ظاہری اسباب میں منحصر و محدود ہو۔ وہ بلا پدر فرزند پیدا کر سکے یا بلا اصل و مادہ سابق

کوئی ہمینہ وجود میں نہ لاسکے۔ اُس نے آدم کو مادر و پدر دونوں کے سوا پیدا کیا اور آسمان و زمین کو

نے سرور ایجاد کیا پہر بلا پدر فرزند پیدا کرنا اس پر کیا شکل ہے اور اگر بلا پدر پیدا ہو تو خدا ہونا لازم آتا ہے

اس تقریر ابطال نتیجہ عیسائیوں کو جناب مخاطب نے یہی فرمایا ہے۔ اور اسکا مطلب اس تقریر و ادراک ہا یہاں اگر بالفرض تم

بوجہ بن باپ یا ہونیکلی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہو تو حضرت آدم کو جو بن باپ پیدا ہو کر بن بد جہاںی خدا

بیٹا ماننا چاہو اور جب تم حضرت آدم کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے تو حضرت عیسیٰ کو صرف بن باپ پیدا ہو کر بن بد جہاںی خدا

تو عیسائیوں میں آدم کو سبکی پاپ کے ساتھ مان ہی نہ تھی کیون خدا نہیں مانا جاتا۔ اس بیان بابرمان کو خدا تعالیٰ نے ان مختصر الفاظ سے ادا کیا ہے کہ عیسیٰ کے مثل خدا کے نزدیک ایسی

۱۲ مثل عیسیٰ عند اللہ مکمل آدم خلقہ
من تواب ثم قال له کن فیکون (آل عمران ۴۷)
بدیع السموات والارض انی یلون له
ولد ولم تکن له صاحبہ (القام ۳۶)

ہر جیسے آدم جس کو خدا نے مٹی سے بنایا ہے اس کو
کہا تو انسان ہو جا پہر وہ انسان ہو گیا۔

اور فرمایا وہ ابد آسمان زمین کا سرور پیدا کرنا لگا
اسو بیا کیونکر ہو سکتا ہو اسکی بیوی تو ہی نہیں

تفسیر فطہری یہ عالم کہ کبیر وغیرہ میں آیت اول کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ آیت وفد نصاریٰ بخوان

نزلت ایہ وفد بخوان لما قالوا للرسول اللہ
مالک تشکو صاحبنا مال ما قولنا قالوا انقول
انه عبدل اجل هو اللہ ورسوله وکلمته
انفاھا الی العذرۃ البنوتۃ فغضبوا قالوا
هل رأیتہ لسانا فظمن غیرہا فنزل اللہ تعالیٰ
لا لزامہم وانفاھما مہم ذلہ الیہ -

کی شان میں نازل ہوئی جو آنحضرت صلعم
کے پاس آ اور آنحضرت صلعم کو خدا کا بندہ
کہنے پر آشفہ ہو کر اور کہنے لگے کہ تم نے

ایسا ہی کوئی انسان دیکھا ہے جو بغیر

باپ پیدا ہوا ہو جس پر یہ آیت نازل

ہوئی۔

اسی بیان خداوندی کے موافق حضرت مریم نے فرمایا ہے۔ تفسیر کبر و نشا پوری میں
نقل ہے کہ جب یوسف فریم کو حاملہ پایا تو اسکو شک ہوا اور اس نے مریم سے پوچھا کہ بلا تخم بھی
کبھی کھیتی ہوتی ہے اور بلا پدر بچہ پیدا ہوتا ہے۔ مریم نے جواب دیا کہ ہاں ایسا ہو سکتا ہے
پہلے ذراعت خداؤ کس قسم سے پیدا کی۔ تخم اسی ذراعت سے ہوا ہے نہ وہ ذراعت کسی تخم سے۔
اور آدم اور حوا کہاں سے پیدا ہوئے ان کے تومان و باپ دونوں نہ تھے تب یوسف کا
شک رفع ہوا۔

بالجملہ خدا تعالیٰ نے نتیجہ فریقین اور انکو ادعاوی کے بنی کو مسلم رکھ کر اس نتیجہ کو بدست آور
قدرت کاملہ اور بزرگ بعض تمثیلات رد کر دیا اور دونوں فریق کے خیال کو باطل کر کے قطعی فیصلہ

حق فرمایا کہ مسیح نہ خدا ہے نہ خدا کا فرزند اور نہ مولود ناجائز بلکہ وہ خدا کے بند و پین جو محض قدرت کاملہ سے بلا پدر پیدا ہوئے ہیں :

مجھ اہل اسلام کا اس باب میں قرآن سے استدلال ہے اجماع کلام مخاطب جو اس استدلال کے مقابلہ جواب میں آپ کو سرزد ہوا ہے نقل کیا جاتا ہے پھر ایک ذیل میں اس کا جواب قلم میں آتا ہے۔ آپ ذی اس استدلال کے اس جزو پر کہ خدا تعالیٰ نے وجود نبی و منشاء و عادی فریقین یعنی مسیح کے بلا پدر پیدا ہونیکو مان لیا ہے (نکتہ چینی کی ہے۔ اور جو ہمیں اس جزو کے ثبوت میں سورہ مریم سے چار باتیں نقل کی ہیں ان میں آپ نے بحث کی ہے پہلی بات (یعنی بشارت فرشتہ کی متصل حمل ہونے) میں آپ نے یہ بحث کی ہے کہ حرف ف جو فحماۃ پر ہے یہ لازم نہیں آتا کہ مجبوراً اس گھنٹ کو کے حضرت مریم حاملہ ہو گئی تھیں بلکہ پایا جاتا ہے کہ اس گھنٹ کو کے بعد میں وہ حاملہ ہوئیں جس وقت کی یہ گفتگو بلاشبہ حضرت مریم کو کسی شہر نے نہیں ہوا تھا لیکن اسکے بعد اس کا خطبہ یوسف کو ہوا اور وہ جب قانون فطرت یوسف کو حاملہ ہوئی تھیں یہ تفسیر میں آپ کے الفاظ میں اور ملتا ہیں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ بشارت روایا (یعنی خواب کا واقعہ ہے۔ اور سینٹ مٹی کی انجیل سے بھی ایسا ہی مستنبط ہوتا ہے کیونکہ مکیو جب اس انجیل کے یوسف کو یہی اس حمل کی خبر خواب میں بذریعہ فرشتہ دی گئی تھی۔ اور صفحہ ۳۳ فرمایا کہ جن مانہ میں بشارت ہوئی اسن مانہ میں بلاشبہ حضرت مریم کو کسی مرد نے نہیں چھوا تھا بلکہ غالباً ان کا خطبہ ہی یوسف کو نہیں ہوا تھا لہذا اس کو یہ لازم نہیں آتا کہ اسکے بعد ہی یہ امر واقعہ نہیں ہوا۔

اس بحث کا جواب یہ ہے کہ حمل کا بشارت کے متصل واقعہ ہونا ایسا لازم ہے کہ یہ امر ف کے منہج میں داخل ہے چنانچہ ہم نے اسکی تائید و شہادت میں تفسیر بیری کی عبارت نقل کر دی ہے آپکو ہمیں نزاع تھی تو اسکے خلاف میں کسی کتاب نحو یا معانی یا تفسیر کی عبارت نقل کر دی ہوئی شاید آپ نے اسکو دلیل سمجھا ہے جو صفحہ ۳۵ بیان کرنا ہے کہ دروزہ (جس پر تہ فاحیا وھا الخافضین میں ف وارد ہے) مالمہ ہوئی کے متصل واقعہ نہیں ہوا۔ کیونکہ شہادت انجیل ایک پوری بات متصل

بعدیج کا تولد ہوا ہے اور تفسیر کبیر میں مدت حمل کے سات یا آٹھ یا نو مہینے بیان ہوئی ہے اور اگر ف سہ ہر جگہ اتصال زمانی مستنبط ہوتا تو اس جگہ ف کو نہ لایا جاتا۔

مگر اس دلیل سے ف کا اتصال باطل نہیں ہوتا۔ اولاً اسلئے کہ چوپوری مدت حمل کا انجیل میں ذکر ہے وہ ظاہر قرآن کے مقابلہ میں اہل سلام کے نزدیک لائق اعتبار نہیں ہے اور تفسیر کبیر میں اگرچہ روایات مدت حمل سات۔ آٹھ۔ نو مہینے کو بعض علماء سے نقل کیا ہے مگر مصنف کے نزدیک متحار و مرجح مدت حمل ایک اعنت ہے چنانچہ صفحہ (۵۸) تفسیر کبیر سے منقول

ہو چکا ہے
ثانیاً اسلئے کہ اگر مدت حمل نو مہینے ہی مان لئے جاوین تو یہی دروزہ کا حمل کے متصل واقع ہونا باطل نہیں ہوتا۔ اتصال کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دوام متصل میں مطلق تاخیر و تراخی نہ ہو بلکہ اسکو معنی ہیں کہ ان دونوں میں کسی امر اجنبی کا حلول و نسخہ ممکن نہ ہو پس اگر نو مہینے چوڑے تو برس بھی حل رہتا اور پھر دروزہ واقع ہوتا تو یہی کھاجا نا کہ دروزہ حمل کے متصل واقع ہوا ہے۔ مگر اس بات کے سمجھنے کو یورپین ذہن و معلومات کافی نہیں ہے۔ مشرقی علوم و خیال سے مناسبت ضروری ہے سو بیان کہان۔

اور جو ارشاد ہوا کہ جبوقت یہ بشارت ہونی تھی اسوقت مریم کی یوسف سے منگنی بھی نہ ہوئی تھی یہ محض مغالطہ ہے جسکا بیان صفحہ (۴۱) ہو چکا ہے ایسا ہی اچکا یہ کہنا کہ وہ بشارت خواب میں ہوئی تھی مغالطہ ہے لفظ رویا یا خواب اس موقع پر نہ قرآن میں ہے نہ انجیل میں مان یوسف کو پاس فرشتہ کا خواب میں ظاہر ہو کر حمل کی خبر دینا مذکور ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مریم کے پاس بھی وہ خواب ہی میں آیا ہو *

ایسا ہی اچکا یہ کہنا کہ اسوقت کے قول مریم سے کہ مجھ کو کسی بشر نے من نہیں کیا یہ لازم نہیں آتا کہ اسکے بعد ہی یہ امر واقع نہیں ہوا مغالطہ ہے اگرچہ صرف اس قول مریم سے یہ امر لازم نہیں آتا مگر اسکے بعد مس بشر کے وقوع کو ذکر نہ کرنے اور اس سے ساکت رہنے سے تو یقیناً لازم

آتا ہے کہ اسکے بعد ہی یوسف نے مریم کو مس نہیں کیا اگرچہ کچھ کوس واقع ہوتا تو اس موقعہ بیان پر ضرور اسکو ذکر کیا جاتا اور جبکہ باوجود ضرورت بیان اس سے سکوت ہوا تو حکم سکوت فی منکر البیان بیان میں شہر کا واقعہ ہوتا عین بیان و منطوق قرآن ٹہرا۔ اسکی مثال یہ ہے کہ زید کھتا ہے میں نے چوری نہیں کی۔ عمر واسکی شہادت دیتا ہے کہ ان زید نے چوری نہیں کی اور اس سے زیادہ عمر نے کوئی بات نہیں کہی۔ اس شہادت عمر سے ہر کسی کو (جو عمر کو سچا اور عاقل سمجھتا ہے) یقین چال ہوتا ہے کہ زید چوری سے بری ہے۔ اس میں اگر کوئی تجویز کرے کہ اس شہادت سے فلاں تاریخ تک زید کا چوری نہ کرنا مراد ہے۔ اور اسی تاریخ کی نظر سے عمر نے یہ شہادت دی ہو اس سے بعد شہ کے لٹو چوری نہ کرنا لازم نہیں آتا تو اسکی یہ تجویز عموماً دینا منافی یا حماقت کی مثبت ہے اور اس امر کی متضمن ہے کہ عمر نے صرف اس تاریخ تک زید کے چور نہ کرنے کو شہادت میں پیش کر دیا ہے اور جو اس تاریخ سے پہلے اس سے چوری واقع ہوئی تھی اسکے بیان سے باوجود ضرورت سکوت اختیار کیا۔ بے اور بے دینانہ یا حماقت سے کام لیا۔

ایسا ہی بعینہ امر متاثرہ زید کا حال ہے۔ عیسائیوں کا انجیل لوک متی میں یہ دعویٰ تھا کہ جب فرشتہ نے مریم کو فرزند کا مژدہ دیا تو مریم نے تعجب کر کے کہا کہ میرے بچا کیونکر ہو گا تو تیرے کو نہیں جانا فرشتہ تو جواب میں لکھا کہ یہ خدا کے آگے ناممکن نہیں ہے اور قبل ہی ہم نے یہ شہادت دی کہ اسکو حمل ہو گیا۔ خدا تعالیٰ نے اس دعویٰ کی پوری شہادت دی۔ اور اس بیان انجیل کے لفظ علیہ السلام تصدیق کر دی اور باوجود حماقت مخالفت اہل کتاب کے اس میں انہی مخالفت نہیں کی۔ نہ یہ فرمایا کہ یوسف نے مریم کو فلاں وقت میں کیا اور نہ یہ فرمایا کہ حمل یوسف سے ہوا پس اس شہادت قرآن کی نسبت جناب مخاطب کا یہ کہنا کہ اس میں پس وقت کی حکایت ہے اور اسی وقت کی نظر سے یہ شہادت دی گئی ہے اور جو اسکے بعد یوسف نے مریم کو مس کیا تھا اسکو خدا نے قرآن میں ذکر نہیں کیا بعینہ وہی تجویز ہے جو شہادت عمر میں بیان ہوئی ہے۔ دراصل خدا تعالیٰ پرنا بھی وہی دینانہ کی قیمت مجرمت پائی جاتی ہے تعالیٰ اسکو عین

علو الکبریٰ

اور اگر آپ کے نزدیک یہ اسکی نظیر نہیں ہے تو آپ سو یہ سوال ہے کیا آیت لم یسلفی بشر فی مسخ کرنے زمانہ سابق کا ذکر ہے پر ذکر مس کر نیکا جو زمانہ مابعد میں واقع ہوا ہے کون سی آیت میں آیا جاتا ہے براہ مہربانی اس آیت سے نشان دین یا اپنی تجویز کو اس تجویز کی نظیر سمجھ کر خدا تعالیٰ پر الزام و اتہام نا فہمی دے دینا سنی سے باز آدین ۛ

دوسری بات (یعنی متصل ولادت مسیح کو اٹھالانے) میں آپ نے یہ بحث کی ہے کہ جب مفسرین تسلیم کرتے ہیں کہ یہ واقعہ ولادت کے متصل واقع نہیں ہوا اسکے بعد ہوا ہے کوئی مدت زمانہ مابعد کے چالیس دن قرار دیتا ہے چنانچہ تفسیر ابن عباس میں ہے ابو القاسم لم یحی زمانہ عمر مرتب و قریب بلوغ قرار دیتا ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں ان سے منقول ہے اور ہم خود بدولت (باستدلال اس آیت قرآن کے حسین ذکر ہے کہ مسیح نے اسوقت اپنے تئیں نبی کہا زمانہ نبوت قرار دیتے ہیں جو شہادت انجیل لوک باب ۲ بارہ برس کی عمر ہے۔

اس بحث کا جواب یہ ہے کہ جملہ مفسرین کبیر میں اس امر کا نسبت کرنا کہ وہ واقعہ متصل ولادت واقع نہیں ہوا خلاف واقعہ ہو۔ ابن عباس ابن مسعود و عمر بن مہیون وغیرہ مفسرین متاخرین صاف صاف منقول ہو چکا ہے کہ اٹھالانا مسیح کا متصل ولادت واقع ہوا۔ ہاں بعض مفسرین کا قول ہے کہ چالیس دن نفاس کے گز جانیکے بعد مریم مسیح کو اٹھالائی۔ مگر وہ روایت ظاہر قرآن کے مقابلہ میں لائق تسلیم نہیں ہے اور اگر اسکو مان لیا جاوے تو اس سے اتصال فوت نہیں ہوتا ایسے کہ اتصال کا فوت ہونا متخلل و محلول امر اجنبی سے متصور ہو اور چالیس دن نفاس کے نمون ولادت کے ایام میں اور شرعاً ولادت و اجنبی نہیں ہیں بلکہ اسکے حکم میں اور اسکے متعلقات سے ہیں۔

اور ابو القاسم لم یحی کا قول ظاہر قرآن سے بہت بعید ہے اسلئے نہ لائق تعویل ہے نہ قابل تاویل۔

تفسیر کبیر میں جس سے آپ نے وہ قول نقل کیا ہے اسکی نسبت کہا ہے کہ ابوالقاسم کا قول بعید
 اما قول ابی القاسم البلخی فبعید ذلک
 لان الحاجة الى كذا لم يمسكها عند
 وقوع القصاص على مريم عليها السلام

اب رہا آپ کا قول کہ وہ واقعہ زمانہ نبوت کا ہے اور زمانہ نبوت عمر دوازدہ سالہ مسیح ہے
 سو محض یہ بیانیہ ہے نہ قرآن اسکا مصدق ہے نہ انجیل۔ قرآن میں اسوقت صغریٰ کے
 سوا کوئی زمانہ نبوت مسیح کا قرار نہیں دیا۔ انجیل لوک باب ۲ وغیرہ میں ہی یہ پایا نہیں جاتا کہ بارہ
 برس سے پہلے مسیح نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ غایتہ الامر یہ کہ اس عمر سے پہلے انہوں نے
 ابلاغ احکام و مباحثہ کیا ہو۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسوقت سے پہلے وہ نبی نہ تھے انہوں نے
 نبوت نہیں کیا۔ تفسیر کبیر میں عکبرہ نے نقل کیا ہے کہ مسیح کا حال صغریٰ میں یہ کھنا کہ مجھے خدا
 نبی کیا ہے اس معنی کرے کہ خدا نے میری تقدیر میں مجھے نبی کیا جبکہ ظہور آئندہ ہو گا اگر وہ اس
 وقت نبی ہوتے تو شرائع و احکام بھی بیان کرتے۔ پھر اسکی جواب میں کہا ہے کہ جائز ہے

اسوقت صغریٰ نبوت بلا بیان احکام ہو سکتی
 ہو چکے کہ بلوغ تک ان احکام نبوت کا
 بیان ہوا ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ
 اسوقت میں انکا نبی ہونا محال نہیں ہے اور انکا قول
 مجھ خدا نبی کیا اسوقت میں ہونا بیان کرتا ہے پس اسکا
 ظاہری معنی یہ چل کر نا واجب ہے۔

لما لا يجوز ان يقال بحدوثه اليهم من
 غير بيان من الشرايع والاحكام جازيتم
 بعد بلوغ اخذ فشرح تلك الاحكام فثبت
 بهذا انه امتنع في كونه نبيا في ذلك الوقت
 وقوله انا في الكتب يدل على كونه نبيا في ذلك
 الوقت فوجد جوازي على ظاهره - تنبيه ۱۹۲ ص ۱۱۱

تیسری بات (یعنی اسوقت مریم پر بہت بدکاری لگائی جانی) میں آپکی بحث کی ہے
 کہ زمانہ ولادت مسیح میں کسینو مریم پر بدکاری کی تمہت میں لگائی بلکہ یہ تمہت تیسری صدی میں اس
 سرزد ہوئی ہے جبکہ عیسائیوں نے مسیح کو خدا کا بیٹا کہنے میں زیادتی کی اور لفظ فری آیہ تعجب

شیانہ نریا میں بمعنی بہتان نہیں بلکہ بمعنی عجیب ہے اگر یہودی اس لفظ کو بمعنی بہتان و بدکاری بولتے تو حضرت مسیح اپنی ماں مریم کی اس سے براہت کرتے۔

اس بحث کا جواب یہ ہے کہ تیسری صدی میں مریم کے متہم ہونے پر آپ نے کوئی شہادت و سند پیش نہیں کی اور آپ کی روش عادت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات آپ نے کسی یہودی یا نصرانی سے لی ہے اور ظاہر قرآن سے سابقہ خوب ثابت ہو چکا ہے کہ اس وقت ولادت میں مسیح کو اٹھا لانے پر یہودیوں نے یہ بات کہی تھی۔ پہر اسکی مقابلہ میں کسی یہودی یا نصرانی کی بات کوئی مسلمان کب سن سکتا ہو۔ اور لفظ فری اگرچہ بمعنی عجیب و غریب ہی مستعمل ہوتا ہے مگر اسمقام میں ایسے قرائن سے وہ مستعمل ہوا ہے کہ اسکا بمعنی بہتان و بدکاری ہونا متعین ہے اسکا ثبوت بھی مفصل دلائل گزر چکا ہے۔

رہا آپ کا یہ اعتراض کہ اگر وہ لفظ بمعنی بدکاری بولا گیا ہے تو مسیح نے اُسکے جواب میں مریم کو بدکاری سے کیون بری نچیا۔ اسکا جواب یہ کہ مسیح نے اس لفظ کا جواب اس طرز سے دیا کہ اس سے تہمت بدکاری کا جواب ہی ادا ہو اور اس فساد عظیم کا بھی انسداد ہوا۔ جو غالباً اتباع مسیح سے وقوع میں آیا ہوا تھا۔ آپ فرماتے ہیں میں خدا کا بندہ ہوں خدا نے مجھ کو کتاب دی اور نبی کیا اور مجھے برکت والہ بنایا اور مان کے حقین میں نیکو کار کیا۔ جس سے مقصود یہ ہے کہ نہ میں خدا ہوں نہ خدا کا فرزند مجھے بلا پدر مولود ویکھ کر میرے اتباع اس طرح مذالت میں نہ پڑیں اور نہ میں مولود و ناجائز ہوں ایسا ہوتا تو ان کرامات کا مورد نہ بنایا جاتا اور نہ میری مالہ میرمت و کرامت ایسی فی سرزندگی عمل ہوتی۔

تفسیر گیسر میں لکھا ہے اس وقت براہت مریم کی سخت حاجت تھی مگر مسیح نے اس پر تصریح نہ کی بلکہ اپنی عبودیت پر تصریح کی گویا اُس نے خط سے تہمت و لدکا دور کرنا ازالہ تہمت والدہ سے بہتر سمجھا۔ اس میں والدہ کی تہمت کا

ان الذی اشتدت الحاجة اليه في ذلك الوقت اغاها ونفى تهمة الكنا عن وجهه ثم ان عيسى لم ينصر على ذلك واما انصر على انبا

عجوبہ نفس کا نہ مبالغہ ازالہ التہمة عن الله اولى
من ازالة التہمة عن الامم - والکلم بازالة هذه التہمة
عن الله لا يفيذ الله التہمة عن الامم الى الله سبحانه ولا
الفاخرة بل في هذه الذمة العلية والرتبة العظيمة
واما الکلم بازالة التہمة عن الامم لا يفيذ الله التہمة
عن الله عن ان لا اشتغال بذلك اولى -

یہی ازالہ ہو گیا - اس میں اسکی والدہ کی گرت
کا اظہار ہے اور اگر وہ بدکار ہوتی تو محل
محرمت و مہمت ایسی صاحب کر امت و
عالی درجت فرزند کی نہ ہونی اور اگر وہ
صرف برائت والدہ میں کچھ کلام کرتا تو
اس سے ہمت خدا کا ازالہ نہ ہوتا -

چوتھی بات یعنی مسیح کو اسی حالت مغیبت میں کلام کرنی (میں ہی آپ کی ہی بحث
ہے کہ مسیح نے حالت مغیبت میں کلام نہیں کیا جبکہ جواب بخوبی دیا گیا علاوہ برآں کیا بات
آپ نے فرمائی ہے کہ معنی آیت کیف تکلم من کان فی اللہ صبیح کے لحاظ لفظ کان جو ماضی ہے
یہ نہیں کہ ہم ایسے شخص سے کیونکر کلام کریں جو کہوارہ میں لڑکا تھا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس
زمانہ تکلم میں بھی کہوارہ میں لڑکا تھا - اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ کان اس آیت میں نا بدہر جیسے
آیت حل کنت الا بشرا من سوکلا کنت زاید ہے چنانچہ بیضاوی معالم کبیر وغیرہ سے نقل ہو چکی ہے
اسی یاد پر دلیل دوسری آیت ہے جس میں ارشاد ہے کہ مسیح کہوارہ میں کلام کرے گا اور نیز
مکلم الناس فی اللہ وکلامہ (آل عمران) وہ حدیث جو صفحہ (۷۷) میں نقل ہو چکی ہے
آپ نے اُس آیت کو نہ سوچا اور بدست آور لفظ کان کے زمانہ کلام سے پیشتر مسیح کا لڑکا ہونا
تجویز کر دیا -

یہ آپ کی مباحثہ اور ان کے جوابات میں جن سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو آپ نے تسلیم جو
و مبنی و منشا و دعویٰ فریقین پر نکتہ چینی کی ہے وہ محض خیالات و مجرورات و محالات مقابل ظاہر آیت
ہیں - اور ظاہر قرآن سے بخوبی ثابت ہے کہ خدا نے دعویٰ فریقین کے مبنی و منشا کو قرآن میں
مان لیا اور تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح نبی آپ کے پیدا ہوا ہے پہلے اسکی لازمہ و نتیجہ کو فریقین نے اس سے
نکالا تھا (کہ وہ خدا یا نفس نرود خدا ہیں یا مولود ناجیز) باطل و رد کر دیا -

نکالنا اسکی تفسیر اہل بدعت سے ہم پر انکی شہادت کا بیان بضر ثبوت تیسری بات کو بعضہ (۷۵) گذرا - ہمیشہ

اور اگر بظاہر مخاطب اس امر کو باوجود اس کامل ثبوت کے نہ مانیں اور مکابرانہ چال اختیار کر کے فرما دیں کہ خداتالی نے وجود مبنی دعاوی فریقین کو قرآن میں تسلیم نہیں کیا تو پھر مقام ادعاء واستدلال سے انکرکراپ یہ سوال ہے کہ خدا نے وجود مبنی دعاوی فریقین کو قرآن میں تسلیم نہیں کیا تو پھر کیا اسکو رد کیا یا رد و تسلیم دونوں سے سکوت فرمایا؟

شق اول کو اختیار فرما دیں تو قرآن مجید سے اس آیت کا نشان دین جس میں خدا تعالیٰ وجود دعاوی فریقین کو رد کیا اور یہ فرمایا ہے کہ مسیح بلا پیدائش پیدا نہیں ہوا بلکہ وہ یوسف کا بیٹا ہے اور اگر شق ثانی کو اختیار کریں تو آپ پر یہ اعتراض (جس کا جواب آپ ہی قیامت تک دانا ہو گا) وارو ہے کہ جس حالت میں خدا تعالیٰ نے منشاء نزاع فریقین (جو اس مقدمہ میں بڑا بہاری امر متقیج طلب تھا) کے رد و تسلیم سے سکوت فرمایا ہے۔ تو پھر اس متنازع میں فیصلہ کیا کیا؟ اور وہ فیصلہ اثر و وقعت کیا رکھتا ہے؟

ادنیٰ چیز عدالت ایسا فیصلہ نہیں کرتا جس میں منشاء نزاع فریقین کے متقیج نہیں کر لیتا ایسا کرے تو جج کو حق سمجھا جاتا ہے اور اس کا فیصلہ نظر ثانی کے لئے مسترد ہوتا ہے۔

پھر خدا تعالیٰ احکم الحاکمین کے نسبت ایسے امر شیع کا تجویز کرنا عاقل و منصف انسان سے کب متصور ہے اسکی تشریح ایک مثال سے کی جاتی ہے۔ زید نے عمر و پر چوری یا قتل عمد کا دعویٰ کیا اور منشاء اس دعویٰ کا یہ تھا کہ زید نے عمر کو اپنے گھر پر رات کی وقت نقب یا قتل کے آلات لہو جوئے اور مال مسروق یا نفس مقتول کو اٹھائے ہوئے دیکھا ہے۔ اس مقدمہ میں اگر کوئی جج منشاء دعویٰ کی تحقیقات نہ کرے اور عمر کے زید کے گھر پر بعد آلات رات کو جانے اور مال مسروق و نفس مقتول اٹھانیکے وجود و عدم سے بحث نہ کرے اور ان افعال کے لوازم سے بحث کرے اور یہ کہے کہ رات کی وقت ایک بھلے آدمی کا کسی گھر جانا چوری کے لئے متعین نہیں ہے اور مال مسروق کے اٹھانے سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ وہی شخص چوری کا متکب ہے و بناءً علیہ اسکو چوری سے بری کرے تو وہ جج احمق تصور ہو گا اور اس کا فیصلہ مسترد کیا جائے گا۔

اور حکمہ علی سے اس مقدمہ میں تحقیقات منشاء دعویٰ کا کہ عمر وزید کے گھر رات کی وقت گیا ہے یا نہیں اور اس نے مال مسروق و نفع کو اٹھایا ہے یا نہیں حکم نافذ ہوگا۔ پہرا اگر ثابت ہو کہ عمر وزید کے گھر پر گیا ہی نہیں یا گیا ہے تو معہ آلات نہیں گیا تو اسی سے دعویٰ زید خارج ہوگا اور ان افعال کو تسلیم کر کے نفی لوازم سے کام نہ لیا جاوے گا اور اگر عمر و کامعہ آلات جانا اور مال مسروق و نفع کو اٹھانا ثابت ہوگا تو پھر ان افعال کے لوازم و معانی سے بحث کرنا ضروری ہوگا۔

یہی حال مقدمہ مسیح کا ہے یہودی نصاریٰ کا مسیح کے باب میں تنازع ہو انصاری نے انکو خدا قرار دیا اور یہودیوں نے مولود ناجائز بتایا۔ اور اس تنازع کا منشاء مسیح کے بغیر باسیلا ہویکا ادعا و خیال پایا گیا ہے اسلئے جو خدا تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے اسکی نسبت یہ کہنا کہ خدا منشاء نزاع فریقین کے وجود و عدم سے تعرض نہیں کیا صرف نفی لوازم سے کام لیا ہو دنا علیہ یہ فیصلہ کیا ہے کہ مسیح کے بغیر باپ پیدا ہو نیسے اسکا خدا یا مولود ناجائز ہونا لازم نہیں آتا۔ خدا تعالیٰ کو اس نادان جج کا ہمسر بنانا اور اس حکم الحاکمین پر یہ الزام لگانا ہے کہ اس نے مبنی و منشاء نزاع فریقین کو نہیں سمجھا یا دیدہ و دانستہ اسکی تحقیق و تفتیش سے اغماض کر کے حکم عقل فیصلہ کیا ہے۔ اور یہ امر جناب حکم الحاکمین کی نسبت کمال جرات و نہایت ذہنی ہے لاجرم اعتراف اس امر کا کہ خدا تعالیٰ نے اس فیصلہ میں منشاء نزاع فریقین کو رد یا تسلیم کر کے ان نزاع کا فیصلہ کیا ہے لازم و واجب ہو۔ پس ہم نے تو بشہادت ظاہر قرآن ثابت کر دکھایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے وجود منشاء نزاع فریقین کو تسلیم کر کے نفی لوازم سے کام لیا ہے اور یہ کہہ دیا کہ شکیس مسیح آدم کی طرح بغیر باپ پیدا ہوا ہے اور وہ صرف مریم کا بیٹا ہے مگر اس سے اسکا خدا یا مولود ناجائز ہونا ثابت نہیں ہو سکتا یہ ہو تو چاہئے کہ آدم کو بھی خدا یا مولود ناجائز کہنا جاوے مگر اسکا کوئی فریقین سے قایل نہیں ہے۔ آپ کے نزدیک اگر یہ امر غلط ہو اور خدا تعالیٰ نے وجود منشاء نزاع فریقین کو رد دیا ہے تو آپ اس آیت قرآن کا صمیم مسیح کے بلا پدر پیدا ہونے کو رد کر دیا اور یوسف کو مسیح کا باپ قرار دیا ہے نشان دین ۴

آپ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ آپ کو متنازع فریقین کے قرآن میں رد ہونے کا
ادعا ہے نہ مسلم ہونیکا اعتراف بلکہ آپ کے خیال میں خدا تعالیٰ نے اس دو تسلیم سے سکوت کیا
اور بطور فرض محال سکو فرض کر کے اسکی لازمہ نتیجہ کو باطل کیا ہے چنانچہ جواب روایت
وفد بخران کے جو بصفہ (۶۹) منقول ہوئی آپ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح مانی جاوے
تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آنحضرت نے حضرت عیسیٰ کا بن باپ پیدا ہونا تسلیم کر لیا ہو کیونکہ
بہ دلیل بطور دلیل الزامی کی ہے۔ دلیل الزامی میں اس سے بحث نہیں ہونی کہ جو مقدمہ مخالف
نے قایم کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط بلکہ اس مقابلہ میں ایک اور مقدمہ مسلمہ پیش کیا جاتا ہے جس سے
مخالف کی دلیل باطل ہوتی ہے۔ پس سقماء پر دلیل الزامی ہر طرح پر قایم ہوتی ہے کہ اگر
بالفرض تم بوجہ بن باپ پیدا ہو چکے آؤ اہر عبارت جو حاشیہ صفحہ (۶۸) میں گذری ہے۔ مگر یہ
خیال کرنا خدا تعالیٰ کو اسی نادان چمکا ہمسہ بنانا ہے اور اس اعتراض کا مور و ٹھکانہ جس حالت میں
خدا کے نزدیک اور نفس الامری میں بن باپ پیدا ہوا تھا تو خدا تعالیٰ نے ایک امر غیر مسلم (اسکا بلا یا
پیدا ہونا) کیون فرض کر لیا ہے پھر نفس اس کے وجود کے نفی کو لازم و ابطال نتیجہ کے کیون دے
ہوا۔ یہی کیون نہ کہہ دیا کہ مسیح تو یوسف کا بیٹا ہے اسکو بلا پدر صرف مان کا بیٹا کیون کہا جاتا
اور اس سے اسکا خدا یا مولود ناجائز ہونا کیون نکالا جاتا ہے۔ اس صورت میں صرف ایک اس
لفظ کو کہنے سے (کہ یہ تو یوسف کا بیٹا ہے) دونوں فریق کا دعویٰ باطل ہو جاتا اور مثل یک گزو
دو فاختہ کا مضمون جلوہ دکھاتا۔ اور اگر بطور تنزل دلیل الزامی کا قایم کرنا منظور تھا تو یہی
اولا دلیل تحقیقی کو قایم کر لیا ہوتا پھر اسکی تائید و متابعت میں دلیل الزامی کو پیش کر دیا ہوتا اور یوں
کہا جاتا کہ اولاً تو تمہارا خیال کہ مسیح بلا پدر پیدا ہوا ہے محض غلط ہے اور مسیح یوسف بنار کے تخم سے
پیدا ہوا ہے ثانیاً اگر بطور فرض محال سکو فرض ہی کیا جاوے تو اس سے دعاوی فریقین
کا ثابت ہونا ممکن نہیں ہے۔

اصلی تحقیقی بات یہ کہ مسیح بلا پدر پیدا نہیں ہوا یوسف کے تخم سے پیدا ہوا ہے، تعرض کرنا

اور برخلاف واقعہ مسیح کا بلا پدر پیدا ہونا فرض کر کے اسکو لازماً نتیجہ کو باطل کرنا اسی نادان
جج کا کام ہے۔ اور اسی ناک بتانا اور سید ہی راہ چھوڑ کر ٹھہری راہ اختیار کرنا ایسا کام
ہم جننا نخب طے سے قسم دیکر پوچھتے ہیں کہ خدا کے نزدیک مسیح کا بلا باپ پیدا ہونا مستحکم تھا۔
تو اس صورت میں ابطال خیال یہود و نصاری کے لئے یہ کلمہ کہدینا کہ وہ یوسف کا بیٹا ہے
سہل و آسان و مختصر مقصد فصاحت و بلاغت قرآن بتایا اسکو بطور فرض محال بلکہ اسکے لازم و
متکب کو باطل کرنا۔ غور و انصاف کو کام میں لادینگے تو اس مختصر کلمہ کہدینا کو سہل و آسان
و مقصد فضاحت و بلاغت قرآن فرمائینگے۔ بناء علیہ اگر خدا کے نزدیک مسیح بلا باپ پیدا
نہ ہوا تھا تو خدا تعالیٰ کو (جو فصاحت و بلاغت قرآن میں مدعی اعجاز ہے) اس موقع پر مسیح کو
یوسف کا بیٹا کہنا واجب تھا جس سے بکلمہ واحد یہود و نصاری و دونوں کا خیال باطل ہو جائے
اور حسب رواج و عادت یہود و نصاری ان کو ابن مریم کہنا جائز نہ تھا۔

بالجملہ اول تو ظاہر قرآن و مسیح کا بغیر باپ پیدا ہونا ثابت ہو اور الفاظ و سیاق قرآن کی اس پر شہادت موجود ہے۔ اور جو اسمین جناب مخاطب نے نکتہ چینیان اور بحثین کی مین اسب مدفع مین اور اگر کوئی پہر بھی اس امر کو نمائے تو قرآن مین مسیح کے بلا پدر پیدا ہونے کو رد کرنا اور مسیح کو کسی باپ کا بیٹا نہ کہنا تو ہر یک کو ماننا پڑتا ہے اور یہ عین مسیح کے بلا پدر پیدا ہونے کی تسلیم ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ استدلال اہل اسلام ظاہر قرآن سے کھینچ اجزا، بلا مزاحمت صحیح و قائم
 اوسیح کا بلا پدید ہونا قرآن سے بخوبی ثابت ہے۔ آئندہ توفیق فہم بجانب ۛ
 جناب مخاطب نے قرآن کے اور الفاظ (ضسیح کا بلا پدید ہونا ثابت ہوتا ہے) سے بھی
 بحث کی ہے مگر چونکہ ہم نے ان الفاظ سے استدلال نہیں کیا۔ اس لئے ان اباحت مخاطب
 کا نقل کرنا پھر ان کا جواب دینا ہمارے ضروری نہیں سمجھا۔ ناظرین ان اباحت کو ان ہی اباحت
 اربعہ رحیمہ نے جو ابدیہ قیاس فرما دیں ۛ

بیان حقیقت اصل جسم

(یعنی ازل بعث بعد الموت)

مہر کے ہوا کی نسبت مسلمانوں کا پہلا تقارب ہے کہ مہر کے جسموں کے ساتھ ہوا کی
سوانیکہ جیسے پہلی کو بیابان آئے ہیں۔ پھر ان ہی اجسام کے ساتھ نیکے بدن کے جزا و سزا
بہشت و دوزخ میں پاویں گے۔ اور بہشت و دوزخ میں جہانِ نعیم و کلام ہوں گے۔ یہ تقارب بھی
مسلمانوں کو خدا اور رسول نے سکھایا ہے اور قرآن و حدیث میں تفصیل سے شرح آچکا ہے :-
سورہ انبیاء میں ارشاد ہوا ہے جیسے جسے خالق کو پہلی دفعہ بنایا ہے ایسا ہی وہ بارہ
کھانڈا نا اول خلق تعبدہ (۵۵)

اور سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا ہے مگر کہتے ہیں جب ہم ٹپیاں اور بوسیدہ ہو جاؤ گے
کھیا ہم نے سر سے اٹھائے جاویں گے تو کہہ
تو تجھ کو دیا اس سے ہی کوئی زیادہ سخت
جہیز ہو جاؤ یعنی پھر ہی خدا تم کو زندہ کریگا)
کہتے ہیں کون دوبارہ پیدا کریگا۔ تو کہہ
وہ جس نے پہلی دفعہ بنایا :-
والو اذا کنا عظما و فناء انالہم ثورون
خلقنا جدد اقل کونوا عبادا و احدیدا
او خلقا عا کبر فی صلاتکم فسیقولون تعینا
یعیدنا قل الذی خلقکم اول مرة -
(بنی اسرائیل ۵۶)

اور سورہ یس میں ارشاد ہے کہتے ہیں کون بدیون کو زندہ کرے گا جب وہ بوسیدہ
ہو جاویں گی۔ تو کہہ جس نے انکو پہلے
پیدا کیا وہ زندہ کریگا :-
قال من حی العظام وہی مریم قل عیہا
الذی انشاءہا اول مرة (یس ۵۶)

اس مضمون کی آیت قرآن میں نہایت کثرت سے موجود ہیں۔ اور وہ اس صراحت و وضاحت
کے ساتھ شہر بان کے مثبت ہیں کہ جس کو انکار و تاویل کی گنجائش نہیں ہے اسی نظر
سے علماء اسلام نے بالانکافی حشر بنی سے انکار و تاویل کو کفر ٹھہرایا ہے چنانچہ ممبر ہر جلد

بین صفحہ ۹۰ اور نمبر ۶ و ۷ و ۸ و ۹ جلد ۳ میں اسکی تفصیل بخوبی ہو چکی ہے۔
ایسا ہی نعماء و آلام بہشت کے جسمانی ہونیکی تفصیل و دلیل نمبر ۷ جلد ۳ میں ہو چکی ہے
یہاں اسلام کے اعتقاد میں اصول ایمان کے حقائق ہیں ان حقائق کا ناظر بن کر ان
حقائق سے جو آئینہ میل صاحب نے بیان کئے ہیں موازنہ کریں۔ پھر انصاف و داد دین کہ آپ
مسائل اسلام کے حقائق بیان کر رہے ہیں یا ان کی بیج گئی کر رہے ہیں تسبیح دعوی
کہ امام غزالی توحید حشر اجسام و جسمی نعیم و آلام سے طالبین مترددین کو منع کرتے ہیں
اور ہم انکے سامنے حشر و نعیم کے حقائق بیان کر کے ان کے تردد کو ہٹاتے اور انکو اسلام
کی طرف بلاتے ہیں آپ کے موند سے کبہ باریب تیا ہے۔

نمبر ۳ جلد ۳ صفحہ ۲۲۶ سے یہاں تک امام غزالی کے اس قول کی کہ مؤل اصول مہمہ اسلام
کا فرسے تفصیل و تائید ہے اب بقیہ اقوال امام غزالی کی تشریح و تائید قلم میں آتی ہے۔
اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے تو جان لے کہ جن امور سے کفر ثابت ہوتا ہے اور جن
نہیں ہوتا انکی شرح ایسی تفصیل و تطویل چاہتی
ہے کہ میں ہر ایک قلم و مذہب کو ذکر کرنا پڑا جو
جسمی کئی جلدیں حاوی نہیں ہو سکتی اور نہ ہمارے
اوقات میں اسکی شرح کی گنجائش ہے اسلئے
اب تو اس باب میں ایک وصیت اور ایک قانون
پر قناعت کر لی وصیت تو یہ کہ تو اہل ماقبلہ
سے اپنی زبان کو روک جب تک وہ لا الہ الاہد
محمد رسول اللہ کہیں اور اسکی مخالفت نہ کریں
مخالفت کی صورت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ کا کسی حد
سے یا بلا حد چوٹ بولنا بخیر کریں (جیسے منکرین

اسلم ان شرح ما یکفر بہ وما لا یکفر
بہ یستند علی تفصیل کلامیہ و یفتقر فیہ
ای ذکر کل المقاتلات و المذاهب و کثرۃ
کما حد و دلیلہ و وجہ حید علی الکلام
و وجہ تائید فذلک لایجوبہ مصلحت
ولیس ینتفع بشرح ذلک لافادائی فاقنع
بالان بوصیۃ و قانون اما الوصیۃ
فان نکذ اسانک عن اصل القبلہ ما
اسکنک ما داموا قایلین لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ غیر مناقضین لہا

فلو قال قایل البیت الذی بمكة لیس
هو الکعبة الذی امر الله تعالی بحجها
فهدا کفر اذ ثبت توأثر أعین
رسول الله صلعم خلافة فلو انکر
شهادة الرسول لذلك البیت
الکعبة لم ینفعه انکاره بل انعم قطعاً
بانه معاند فی الکفر الا ان یکون
قرب عهده بالاسلام ولم یؤثر
عند ذلک وکذلك من شایع المذنب
عابثة روى الله عنها الی الفاحشة
وقد نزل القرآن بیراستها فهو کافر لان
هذا ومثاله لا یمکن الا بالتکذیب فیذا
حكم الفروع واما الاصول الثلاثة
فکل ما لم یحتمل التأویل فی نفسه و
توأثر نقله فلا یمتصرون ان یقوم بر
على خلافه فمخالفته تکذیب محض و
مثاله ما ذکرنا من حشر الاجساد
واحاطة علم الله تعالی بتفاصيل
الامور - وما ینتظر الیه احتمال
تأویل ولو بالاحتمال البعید فینظر فی
الی البرهان انکاراً قاطعاً وجب القبول

ایمانت کو ایمان خدا و رسول کے ساتھ ملاتے ہیں
اور ان کے مقابل ہی قابل التقات نہیں جو انکو اس مذہب کے
سبب فرماتے ہیں۔ دونوں جانب میں بناؤ تو جو ان کو
تو ان میں کس جانب تکذیب رسول نہیں پائی جاتی۔ اور جو
تکذیب رسول پائی جاوے گی وہاں تکذبات ہوگی اگر یہ فروعاً
میں ہو جیسے کوئی کعبہ کی نسبت کہو کہ جو کعبہ میں سے
یہ وہ کعبہ نہیں ہے جس کے حج کا خدا نے حکم دیا ہے یہ کھنا کھر
ہر اسلئے کہ آنحضرت سے اس کھر کا کعبہ ہونا بتواتر ثابت ہر
پس جب وہ آنحضرت کی شہادت کعبہ کی نسبت نہیں پاتا
تو یہ اسکا انکار کا راند نہیں ہے بلکہ یقیناً معلوم ہے کہ شخص
ایسے انکار میں عمداً خلاف حق کرتا ہے ہاں جو نبی مسلمان
ہو اور اسکو کعبہ کا حال معلوم نہ ہو وہ اس حکم سے سیر ہے
ایسا ہی وہ شخص جو عایشہ صدیقہ پر کھتان لگا کر (حالا مکہ
قرآن نے انکو بری کر دیا) کافر ہے یہ امر ہی بدون
تکذیب ممکن نہیں ہے۔ یہ تو فروع کا حکم ہے۔ اب جو مسائل
اصول سوانہیں جو محتمل تاویل نہیں اور بہ نقل متواتر ثابت
ہیں انکو خلاف پر دلیل کا قایم ہونا ممکن نہیں پس انہی مخالفت
محض تکذیب اسکی مثال حشر اجسام و علم الہی متعلق جزئیات
ہر جنکی مؤئل کا کفر سابقاً ذکر ہو چکا ہے اور جو محتمل تاویل میں
بطور محجب مانع کیوں نہ ہوں انہی دلیل تاویل کو دیکھنا چاہیے
اگر وہ دلیل قطعی ہے تو تاویل کا قایل ہونا واجب ہے و لیکن

لکن بحان فاطمہ مع العوام۔ و لیکن اگر ظہار تاویل میں عوام کا قصور فہم کے سبب ضرر ہے
 نہ تو قصور فہم فاطمہ سے نہ تو اسکا اظہار بدعت ہو اور اگر وہ دلیل تاویل قطعی نہیں ہے
 مدعہ وان لم یکن الذین اظہاروا طعنا۔ مفید غلبہ ہو مع ذلک اس تاویل کا دین میں ضرر سخت
 و مکن مفید اظہاراً لکذا و کان مع کفری نہیں ہے جیسے معتزلہ کا رویت باری کو (تاویل) نفی کرنا
 ذلک لا یعظم ضررہ فی الدین۔ تو یہ تاویل بدعت ہے کفر نہیں اور جس کا ضرر ظاہر ہو وہ
 المعتزلہ الرویۃ عن الباری علیہ السلام محل نظر و اجتہاد وہی محمل ہے کہ اس سے کفر ثابت
 فہو بدعت و لیکن فی الدین امامان ہیں۔ ہو یا نہ ہو۔

ریات کی تشریح امام صاحب نے بعض تبدلات سہکی ہے پہر کہا ہے یہاں ایک اور قاعدہ پر
 متنبہ کرنا ضروری ہے کہ کبھی مخالف نص متواتر سے مخالفت
 کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہو کہ وہ تاویل کرتا ہی ولیکن اسکی تاویل
 زبان عرب میں (قریب و یا بعید) کہیں ظاہر نہیں ہوتی
 ایسی مخالفت نص بھی کفر ہے اور اسکا مرتکب کذب ہے اگرچہ
 علی بعد ذلک کفر صما کذب و کذب۔ وہ اپنی زعم میں مائل ہے۔

فلا بد من التنبیہ لقاعدہ آخری
 دھی ان الخالف قد یخالف نصاً
 متواتراً و یذعمہ انہ مؤول و لکن تاویلہ
 لا انفذاح لہ اصلاً فی اللسان علی ضرب
 علی بعد ذلک کفر صما کذب و کذب۔

اس قول پر مخاطب نے چہ اعتراض کئے ہیں جنہیں ایک اعتراض نیا ہو باقی پانچ وہی پرانے
 اعتراض ہیں جنکے جوابات ہم دے چکے ہیں۔ پھر ان پانچ اعتراضوں میں سے پہلے چار اعتراضوں
 کی بناء اسی ایک بات پر ہے کہ تاویل و تکفیر کے باب میں عندیہ و خیال مؤول کا لحاظ ضروری
 ہے کہ آیا وہ برعہم خود اپنی تاویل میں منکر و کذب نبی ہے یا نہیں جبکہ ہم تفصیل باطل کر چکے
 ہیں گویا یہ اعتراضات اعادہ اعتراضات سابقہ میں اور تطویل بلا طایل و تحصیل حاصل۔
 اولاً آپ یہ تمہید فرماتے ہیں کہ زمانہ امام غزالی سے آج تک لوگوں پر یہ آفت چھائی ہوئی ہے
 کہ لوگوں کے اقوال لیکر ان کا مطلب از خود قرار دیکر سپر تکفیر کو قرار دیتے ہیں اور حقیقت میں
 کسی قول پر گو وہ مکمل ہی صریح ہو جب تک کہ اسکا تاویل خود کفر و کذب نبی مول کا مدعی نہ ہو فتویٰ

نہیں دیا جاسکتا *

پہر اس پر اعتراض متفرع کرتے ہیں (۱) جو شخص کہتا ہے کہ خانہ کعبہ جو مکہ میں ہے وہ کعبہ نہیں ہے جسکے چ کا قرآن میں حکم ہے اگر وہ اپنے قول کا مطلب یہ بیان کرے کہ جو خانہ کعبہ آنحضرت کے وقت میں تھا وہ ہمیں رہا عبداللہ بن زبیر کے وقت میں بدل گیا حبیب بن الزبیر نے بنایا حجلج نے اسکو ڈھایا اب یہ خانہ کعبہ وہ نہیں ہے اس کے قول سے انکار یا تکذیب رسول کی نکر لازم آتی ہے جس پر امام صاحب نے بنا کفر یا ایم کی ہے *

(۲) جو عائشہ صدیقہ پر بھتان لگاتا ہے اگر وہ آیات قرآن (جو عائشہ کی براءۃ میں نازل ہوئی ہیں) کی نسبت یہ کہے کہ یہ حضرت عائشہ کے حق میں نازل نہیں ہوئی تو اس پر الزام انکار قرآن کیونکر عاید ہو سکتا ہے *

(۳) جو حشر اجسام و جنت و نار و علم خداوندی متعلق جزئیات کی نسبت امام صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ امور نص متواتر سے ثابت ہیں ان کے خلاف پر بیان کا قایم ہونا ممکن نہیں ہے اس لئے انکا مؤل کا فرض ہے یہ امام صاحب کے نزدیک مسلم ہو گا اور ممکن ہے کہ مؤل کے نزدیک ایسا نہ ہو یعنی یہ امور نص متواتر سے ثابت نہ ہوں

(۴) جو امام صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر دلیل تاویل قطعی ہو تو اسکو ماننا چاہیو اس میں بھی بیان نہیں فرمایا کہ کس کے نزدیک یعنی ممکن ہے کہ مؤل کے نزدیک ہر دلیل تاویل (خواہ کیسی ہو) قطعی ہو *

اعترض ارض پنجم۔ امام صاحب نے در صورت ضرر عوام تاویل دلیل قطعی سے بھی منع کیا ہے لیکن اگر اگر عوام ہی کے دل میں شبہات ہوں تو کیا کرنا چاہئے *

اعترض ششم۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ جبکی تاویل لسان عرب کے موافق نہ ہو وہ مکتذب ہو اگرچہ بزم خود مکتذب نہ ہو مگر وہ اس بات کو پہل گئے ہیں کہ جو لغات عرب بطور قتل ہمت تک پہنچے ہیں وہ خود ظنی ہیں اور فراء و سیبویہ کی نقل سے پہنچے ہیں جسکی بحث مستوعب قاضی ابوالولید کے

ہمہ نفع میں نقل کی ہے پس ایسی ظنی امر ترک فیکر کی بنا، کیونکہ ہو سکتی ہے ۵

الجواب

آپ کی تمہید اور پہلے پانچوں اعتراض کا جواب تو ہم سابقہ تفصیل میں تحریر کر چکے ہیں اس مقام میں ان اعتراضات اور تمہید کی نقل کر رہے ہیں مقصود صرف اس امر کا اظہار ہے کہ ان اعتراضات میں آپ نے اعتراضات سابقہ کا اعادہ کیا ہے

تمہید اور پہلے چار اعتراضوں کا جواب تو جلد سوم کے ممبر صفحہ (۲۱۳) اور نمبر صفحہ (۲۲۶) میں موجود ہے حسین صاف بیان ہے کہ منافقون اور مرتدون اور زندیقون کے فعل و قول سے باوجود ان کے اعتراف کلمہ شہادت و اقامت شہادت شرعی کی تکذیب و انکار نکالنا اور اس پر حکم کفر و ارتداد جاری کرنا آفت نہیں ہے حسین امام غزالی اور ان سے پہلے علماء مبتلاہین بلکہ یہ عین اسلام کی ہدایت ہے جس پر آنحضرت معلّم اور ان کے اصحاب اور ان کے اتباع سلف ائمہ کا عمل رہا ہے اور متاخر قطعیات اور نزول نصوص ہوا ترہ (جیسے آیات حشر جہام و علم باری متعلق جزئیات) کو اپنے زعم میں منکر و مؤل قلعی نہ ہوا و یہ نصوص اُس کے نزدیک نصوص متواتر نہ ہوں نفس الامر میں کافر ہے اور اسباب میں اسکی زعم و خیال اعتقاد کا لحاظ ضروری نہیں ہے *

جواب سابق سے علاوہ اعتراض اول و دوم کا جواب یہ بھی ہے کہ منکر کعبہ کا بنظر منہدم ہو جانے کعبہ سابق کے کعبہ حال سے انکار کرنا و بناء علیہ حج کعبہ حال سے انکاری ہونا اسکو تکذیب رسول سے بری نہیں کرتا یقیناً معلوم ہے کہ رسول نے اسی کعبہ کا (خواہ سو بار منہدم ہو کر نیا تیار ہو) حج فرض کیا ہے پہرہ بہانہ منہدم ہو جانے کعبہ سابق کے اس کعبہ کی حج سے انکار کرتا تکذیب رسول نہیں تو کیا ہے ؟

اس انکار و دلیل کی نظیر یہ ہے کہ کوئی فرضیت نماز سے انکار کرے اور اس نماز کی جو قرآن میں مذکور ہے یہ تاویل کرے کہ وہ نماز اشتیاض ملک عرب اور زمانہ رسالت کے ساتھ مخصوص ہے

پہ کیا یہ شخص ایسی تاویل وانکار میں منکر قرآن و مکتب رسول نہیں ہے۔ اس کے لفظ میرا وہیت
میں جو نمبر ۲ جلد ۳ میں بصفحہ ۱۹۷ مذکور ہیں۔ ایسا ہی جو شخص حضرت عایشہ بروہ تہمت
جس سے انکو خدا و رسول نے بری کیا ہے (لگا دے اور آیات قرآن (جنگا حضرت عیسا
کی برائت میں نازل ہونا بشہادت رسول ثابت ہو) اُن کے حقیق نازل ہونا تمانے
مکتب رسول نہیں تو کون ہے۔

اور اگر کہو کہ یہ شہادت آنحضرت کے قوا تر سے ثابت نہیں ہے تو اسکا جواب یہ ہے
کہ لفظی نہ سہی معنوی قوا تر تو اس میں موجود ہے آنحضرت کے وقت ہی اسوقت تک عصر
و قمر میں حضرت عایشہ بشہادت رسول ان آیات برائت کا مورد ہونا متواتر چلا آئے
جیسے میریت فصوصہ نماز کا مصداق لفظ نماز ہونا۔

اعتراض نجم کا جواب نمبر ۲ جلد ۳ میں موجود ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ امام صاحب
نے اُن لوگوں کو بنکوشک و شبہات پیش آتے ہیں بحث تاویل سے منع نہیں کیا بلکہ اُن
لوگوں کو منع کیا ہے جو اس بلا سے محفوظ ہیں۔ اس شخص میں پر دلیل اُنکا وہ صاف و صریح
قول ہے جو آخر سال تفرقہ میں انہوں نے کہا ہے اور وہ سابقاً منقول نہیں ہوا۔
آپ فرماتے ہیں اگر ہم دہانتہ کو چھوڑ دیں اور بلا جانب داری حق کھین تو بھیجے کہ علم
کلام میں (جو بحث و تاویل کی جڑ ہے) خوض کرنا

حرام ہے کیونکہ اس سے بہت آفتیں پیدا ہوتی
ہیں۔ لیکن دو شخصوں کے لئے جائز ہے۔ ایک
وہ جسکو خود شبہ پیدا ہو گیا ہو جو بدون علم کلام
زائل نہ ہو سکے اسکو رفع شبہ کے لئے اسکا استعمال
بند و ضرورت جائز ہے۔

دوسرا وہ جو خود کامل العقل ہے اور دین میں ثابت

و اذا تركنا المداخلة و مراقبة الخبث
صرحنا بان الخوض في الكلام حرام لكثرة
آفاته لا لحد الشخصين احدهما هل
وقعت له شبهة ليست تذول بكلامهم
من غفلي ولا لحد يث نقل فيموزان
ليكون القول المرتب الكلامي رافعا

بشبهة قروا و علمونه فاستعمله

وَأَن تَبْخُلُوهُ بِنَفْسِكُمْ إِلَىٰ الْحَيَاةِ مُجْرِمِينَ سَمِعْتُمُ الْمَعِينُ وَلَا تَسْأَلُوهُ لَدُنْكَ ذَٰلِكَ لَمَّا رَأَوْهُ يَسْأَلُ مَا يُؤْتِي فِي نَفْسِهِ لَنَسْأَلَنَّهُ أَتَشَاءُ كُلَّ الْعَقْلِ اسْمُ الْقُدِّ فِي الدِّينِ يَرِيدُ أَنْ هَذِهِ
الْمَصْنُوعَةُ لِيَدْرِي لَوْ أَنَّهَا إِذَا وَقَعَتْ شَبْهَةٌ وَلَيْفَ مَعْنَى
أَذَانُكُمْ فَتَعْلَمُ هَذِهِ الْغُرُوضُ مِنْ فُرُضٍ أَكْثَرًا وَأَعْلَمُ قَدَرُهَا
بِذَلِكَ الْمَشْكَ فَوَاقِ الْمَشْكَ فَرْضُ الْإِلْمِ بِمَا لَا يُمْكِنُ أَنْ يَعْلَمَ يَقِينِي كَأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ نَهْوُ -

اعتراف ششم کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ شاذ و نادر لغات ہم تک بواسطہ فراہد سببویہ کے بطور نقل
احادیث میں مکررات مشہورہ جنکی معانی میں کیسا اختلاف نہیں ہم تک بطریق شہرت تو اتنے پہنچے
میں جنکو ہم بدو شعور سے آخر عمر تک کس و ناکس سے سنتے چلے آتے ہیں اور اس میں وساطت سببویہ
وفراہ کا دغا نہیں پاتے بلکہ اکثر خدایوں نے اُن کے نام ہی نہیں سنے۔ لفظ ما اور اسکے معنی
پانی لفظ ارض اور اسکے معنی زمین اور لفظ سماء اور اسکے معنی آسمان۔ لفظ جنت اور اسکے معنی باغ
و امثال ذلک اسی قسم سے ہیں جو ہر ایک ملک اور ہر ایک زبان میں بطور تواتر چلے آتے
ہیں یہ نقل سببویہ وفراہ کو انکا مدار ٹھہرانا اور انکو ظنی بتانا کیا معنی رکھتا ہے اور جو اس میں نظروالات
و استعمال آپ نے قاضی ابوالولید کا کلام شرح مواقف کو تفسیر میں نقل کیا ہے اسکا جواب اسی شرح مواقف
موجود ہے اور آپکی تفسیر میں بھی مرقوم آپ اس مقام میں اسکی تفصیل کرتے تو ہم بھی شرح مواقف اور
آپکی تفسیر سے اسکا جواب تفصیلی نقل کر دیتے *

اسکے بعد امام صاحب نے ایک فصل میں اُس قانون و شرائط کفر کا یہ خلاصہ بیان کیا
(۱) نص جسمین تاویل کیجاتی ہے (مختل تاویل نہو (۲) وہ نص متواتر ہو (۳) اسکے
تواتر کا علم مؤل کو ہو (یعنی وہ نو مسلم محض بے خبر نہو) (۴) اسکی تاویل قطعی نہو
(۵) اسکی تاویل کا ضرر اسلام میں عظیم ہو *

پھر ایک فصل میں یہ بیان کیا ہے کہ علماء متکلمین نے عوام مسلمانوں کو جو عقاید شرعیہ

کو دلائل علم کلام سے سچائیں کافر کھلم کھلا یہ کہتی زیادتی ہے۔ اور دلائل کلامیہ کا جانتا ہر کسی کے لئے ضروری نہیں بلکہ اُن دلائل اور اس علم میں بحث و خوض بدعت و ضلالت ہو مجز و شخصوں کے (جبکہ ذکر اسی پر چہ اشاعت السنۃ میں بصفہ (۸۸) گذرا ہے) اور اکثر عوام جو دلائل کلامیہ سے آشنا نہیں ٹھیک مسلمان و ناجی ہیں۔ کافر و مغلذ فی النار وہی فرقہ ہے جس نے آنحضرت کو جھوٹا جانا یا بنظر مصلحت آنحضرت کا جھوٹ بولنا تجویز کیا۔

پہر ایک فصل میں کھاہے کہ اہل بصیرت کے لئے علاوہ اذخار و آثار اور اسباب و مکاشفات سے بھی انکشاف حجت ہوتا ہے مگر اسکے ذکر میں طول ہوتا ہے *

پہر ایک فصل میں کھاہے کہ بعض لوگ (جیسے کہ حضرات نیچری) یہ خیال کرتے ہیں کہ حکم تکفیر عقل سے لیا جاتا ہے نہ شرع سے پس کافر وہ ہے جو خدا کا منکر ہے۔ اور جو خدا کو مانا ہے وہ یمن ہے (یعنی خواہ پر وہ رسول و احکام اسلام و حشر و غیرہ امور ایمان کو مانے خواہ نہ مانے انکی جواب میں کہا جاتا ہے کہ حکم خلونار (جو کفر کے لوازم سے ہے) تو شرع سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبل ورود شرع اسکا جانا کیا معنی رکھتا ہے اور اگر وہ کہے کہ یہ بات جو عقل کہتی ہے (کہ منکر خدا کافر ہے) شرع سے سمجھی جاتی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بات بھی تو شرع سے ثابت ہے کہ منکر رسول اور قیامت کا کافر ہے پہر اس میں صرف منکر خدا کی کیا خصوصیت ہو *

پہر فصل اخیر میں آپ نے کھاہے کہ بعض لوگوں کا قول ہے جو کھوکا فر کہے وہ کافر ہے یہ قول بھی بے اہل ہے جبکہ ثلاثیہ کا قول کہ حضرت علی مرتضیٰ اولی بالامتہ بلا فصل میں کفر نہ ہوا تو پہر انکی بینہ خطا دگمان کہ اس مسئلہ کا مخالف کافر ہے کیونکہ کفر ہوگا اور جو حدیث میں آیا ہے کہ جو کسی کو کافر کہے اگر وہ کافر نہ ہو تو کہنے والے کی طرف کفر رجوع کرتا ہے۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ جو کسی کو مسلمان جان کر کافر کھے تو کافر ہوئے اور جو کسی کو رسول کا مذب سمجھ کر کافر کہے تو وہ کافر نہیں ہے یہ کافر کھانا اسکے فہم کی غلطی ہے اس نے سمجھا ہے کہ وہ کافر و مذب ہے۔

اور اصل وہ کافر و مذب نہیں ہے پس یہ غلطی کفر نہیں ہے *

اخیر میں آپ نے کہا ہے فقہا فذاک بہذہ التردیات التنبیہ علی عظم الغور فی ہذہ القاعدۃ و علی القانون الذی ینبغی ان یتبع فیہ فاقع بہ والسلام و بعد الحمد و علی نبیہ الصلوۃ علی الدوام۔
ان فصول و اقوال میں چونکہ امام صاحب نے تاویل و تکفیر کے باب میں کوئی نئی بات نہیں فرمائی۔ بلکہ پہلے بیان کی تخصیص یا تفریع یا تائید کی ہے۔ اور جناب مخاطب نے بھی اس کے مقابلہ میں کسی تحقیق جدید کا افادہ نہیں فرمایا پچھلے ہی اوہام و خیالات کا (جنکو ہم بدلائل باطل کر چکے ہیں) اعادہ کر دیا ہے کہ محل تاویل ہونا کسی کے نزدیک اور برہان کے قاطع ہونیکا کوئی فیصلہ مکرر اور خدا کا ماننا اطبعی ہے اور مخلوقی الناصر صرف انکار خدا کی سزا ہے جس نے ہذا۔
اسلئے ہم نے اہل عبارت رسالہ امام غزالی کو نقل نہیں کیا اور نہ کلام مخاطب کیا اس کے مقابلہ میں نقل کر کے اسکا تفصیلی تعاقب کیا ہے بلکہ تفصیل مابین پر اکتفا کیا ہے۔
اس تفصیل میں ضررنا و تبعاً بہت سبیل اصول و فروع سے بحث ہو گئی ہے۔ لیکن حرام سے خاص کر اس مقام میں بحث مقصود تھی وہ یہ امر تھا کہ نصوص شرعیہ میں تاویل کا حکم کیا ہے۔ سو تفصیل سابق نے اس میں خوب فیصلہ کیا اور صاف بتا دیا کہ شرعاً تاویل ظاہری معنی کا محال ہونا ہے اور محل تاویل وہ آیات و احادیث ہیں جو ظاہری معنی میں قطعی الدلائل نہیں ہیں جنکو دوسری اصطلاح میں محکّمات کہا جاتا ہے۔ پس جو شخص باوجود صحت و امکان ظاہری معنی نصوص کے ان میں تاویل کرتا ہے وہ مؤول نہیں ہے بحدیث اور جو نصوص قطعی حکم میں المراد کی ایسی تاویل کرے جو ظاہری معنی سے مخالف ہو وہ درپردہ رسول کا کذب ہے اور بھی مراد تاویل اہل حق و اہل باطل میں فارق ہے ورنہ مطلق تاویل سے کیونکر انکار نہیں ہے +

یہ تائید و تفصیل رسالہ امام غزالی میں آخر کلام ہے جس میں ریو یو جناب مخاطب کا پورا جواب ادا ہوا۔ اور اس میں مذہب نجوی (جسکی بنا تاویل قطعیات و تحریف محکّمات پر ہے) کا حال بخوبی کھل گیا اور صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ اس مذہب کے لوگوں کے

اسلام کا کیا حال ہے اور جو حقیقت وحی و وجود ملائکہ و دوزخ و بہشت وغیرہ صدہ اصول
و فروع اسلام میں بیہ تاویلین کرتے ہیں انکا کیا حکم ہے اور ان کے ظاہری اعداء و اوترا
کلمہ الاسلام کے کیا معنی ؟

فَاَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَاٰخِرًا وَظَاہِرًا وَبَاطِنًا عَلٰی مَا وَفَّقَنَا لِتَاْمِیْنِہِ الْاِسْلَامِ وَحُجَّةِ الْاِسْلَامِ وَسَلَامَہِ
عَلٰی نَبِیِّہِ مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْخَوْضِ وَالْمَقَامِ عَلٰی اَلْہٰذِلَہِ الْاَلَامِ وَاصْحَابِہِ الْبَرَزَةِ الْکَرَامِ۔

ضروریات متفرقہ

التاس

سنة ۱۰۰۰ چار مہینے گزر چکے ہیں اور تین مہینے کا پرچہ بھی خریداران لیکن جو اب تک قیمت نہ ملے اس لئے اس سال
فرمائیں جو صاحب شیشہ شروع سال میں سالانہ پیشگی عطا فرمایا کرتے تھے وہ اب تک کیوں تو مفت مل میں ہیں
جو لوگ نہ بلکہ شیشہ کر با قیدار ہیں وہ بھی خواب بڑ پر واهی سو بیدار ہوں اور پرچہ آئندہ میں نام
بنام پکار کر جگائیں کی نوبت نہ آنے دین ؟

اطلاع

اعداد الاسلام جواب تفسیر نیچری کی پیشگی قیمت مع محصول اک ۴۴ مقررہ رسالہ جنوری ۱۰۰۰ میں اسکی
بیان میں غلطی ہوئی ؟

اشہار

رسالہ منہج الباری فی ترجیح صحیح البخاری (جب کا نام اسکو مضمون سے آگاہ کرنا ہے) اور رسالہ تبیان فی
رد البرہان (جس میں تقلید و اجتہاد کو بحث ہے) اس عاجزی تصنیف ۱۰۰۰ میں طبع ہو کر عنایت
ہو گئی تھی اب چند نسخہ اسکو ہمارے ہاتھ آئی ہیں قیمت ہر دو محصول اک جو صاحب شایق ہوں بارشائ
راقم سے مطالب فرمائیں ؟ ابو سعید محمد حسین - لاہور - محلہ سید پٹہ۔

اشیاء السنۃ

جلد چہارم

نیمبر پنجم

توجہ کی اور جہان سے انکو ملا انہوں نے علم اخذ کیا اور چند روز میں اور قوموں کو لینے
استاذ ہونے کی عزت حاصل کی (پھر جن جن علوم میں مسلمانوں نے ترقی حاصل کی
انکو تفصیل بیان کیا کہ فلان علم مسلمانوں نے فلان مدرسہ میں سیکھا اور فلان علم فلانی جگہ
نے پھر جہان جہان مسلمانوں نے اون علوم کو پہلایا انکا ذکر کر کے فرمایا ہے) غرض کہ
مسلمانوں کی تہذیب علوم میں نہایت اعلیٰ درجہ کی ترقی تھی۔ مسٹر ارث
جوڑن کی مورخ نے نہایت انصاف سے یہ بات لکھی کہ مسلمانوں نے اور قوموں
سے کتنا ہی کچھ کیوں نہ سیکھا ہو مگر انہوں نے اپنی قابلیت و لیاقت سے اسکو
بہت کچھ ترقی دینی ایسا ہی کئی ایک شہور عیسائی مورخوں سے نقل کیا
سب سے آخر ایک فرانسیسی عالم سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عرب کی قوموں
کو خدا نے دنیا میں اسلئے پیدا کیا تھا کہ وہ علوم و فنون اور اسباب تمدن اوان
مختلف قوموں تک پہنچا دیں جو فرات کو کنارے سے لیکر اسپانیہ کی دادی
کیریک پہنچ رہی ہیں چنانچہ اوان تمام قوموں نے جملہ کمالات اس قوم عرب
سے حاصل کئے تھے۔

فنون و دستکاری کو اہل عرب نے رومیوں کی بڑے بڑے شہروں میں جا کر بخوبی
حاصل کیا تھا اور پھر خود اسکو ترقی دی تھی۔ ہارون رشید خلیفہ عباسی نے
جو ایک گہری بطور تحفہ کو شام میں بادشاہ فرنگستان کو جو اسکا بڑا دوست
تھا بھیجی اور جبکا ذکر ایجن ہارڈ صاحب نے کیا ہے۔ مسلمانوں کی فنون و دستکاری
میں ترقی کرنے کا بڑا ثبوت ہے + + +

مسلمانوں کو معاشرت کے طریقے ملنے چلنے کے قاعدے یہی نہایت عمدہ تھے۔
پھر اسکی تفصیل میں بہت کچھ بیان کر کے فرمایا ہے غرض کہ آٹھویں صدی سے

لیکر نوین صدی تک مسلمانوں کو طرز معاشرت کو ترقی دہتی رہی۔ یہاں تک کہ یورپ نے مسلمانوں ہی کی معاشرت و تمدن کو دیکھ کر اس میں ترقی کی گیارہویں کی آخر سے تیرہویں صدی تک جو صلح و لڑائیاں مسلمانوں اور عیسائیوں میں بیت المقدس میں رہی ہیں اس کی نسبت یورپ کو مورخوں کا قول ہے کہ گوران لڑائیوں سے بیشمار آدمی ضایع ہوئے اور بہت سا تفسیل مال بغیر کسی فائدہ کے ضایع ہوا لیکن انجام کار اسی مانہ سے اہل یورپ کو فریج کی ترتیب اور صلاح شروع کی اور تجارت اور زراعت کے طریقے اُن مشرقی قوموں سے سیکھے اور شہروں کی عادتیں اختیار کیں اور دنیا کی حالات تحقیق کرنے کے واسطے سفر کی عادت ڈالی خلاصہ یہ کہ یورپ کے قوموں کو تمدن کے طریقے اُسی وقت سے معلوم ہوئے جب سے وہ مسلمانوں کے اُن قوموں سے ملے جو تمدن و حسن معاشرت اور علوم و فنون اور نہرو کمالات میں اُن سے فائق تھیں۔

تجارت اور زراعت میں بھی مسلمانوں نے بہت ترقی کی تھی انکو ہمیشہ سفر کی طرف رغبت رہی جب ان کی سلطنت فرانسس اور سپین کے پہاڑوں کے پیچ سے گزر کر ہالیہ تک پہنچی تو اس وقت وہ دنیا کے بڑے تاجروں میں ہو گئے اور فن زراعت میں تو مثل انکو کوئی نہ تھا +

سیاست مدین کا طریقہ جواب امریکہ میں جاری ہے وہ مدت ہوئی کہ مسلمانوں نے قائم کیا تھا مغز و متنازع لوگوں کی اسے سب جو کہ اسے دین کی لیاقت رکھتے تھے اور جنگ و اہل و عہد کبتر میں ایک شخص کا بطور پریسڈنٹ کو ہونا قرار پاتا تھا وہ پریسڈنٹ جیتنے پر عہدہ کا کام انصاف سے کرے اپنے عہدے پر بحال رہے کو لایق تھا بیت المال میں سے اسکو مثل ایک عام مسلمان اور کچھ زیادہ حق نہ تھا۔

اس پریسڈنٹ کو جسے ہم خلیفہ کبتر میں تمام امور میں معتبر لوگوں سے مشورہ

کہ کر کام کرنا واجب تھا۔ غلطی سے روکنے کا ہر ایک مسلمان کا حق تھا اور قصور کی حالت میں سوقوف ہو سکتا تھا۔ پہلے خلیفہ نے لوگوں سے کہا کہ اچھی بات میں میری مدد کرو اور بری باتوں میں روکنے کا تمہیں حق ہے دوسری خلیفہ نے رعایا کی دلون کر امتحان لینے کے لئے ایک روز خطبہ میں پوچھا کہ اگر میں ناجائز حکم دوں تو تم لوگ کیا کرو۔ ایک عام جوان آدمی تلوار لیکر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ فوراً خلافت کو گدھی سے تھکواؤ تا رہیں اور دوسرے کو خلیفہ بنادیں۔ چوتھے خلیفہ کو ایک یہودی کو مقابلہ میں زرہ کو دعویٰ میں ایک عام مسلمان کی طرح جج کو محکمہ میں حاضر ہونا پڑا اور جج نے اسے چھوٹا چھوٹا خلیفہ کے برخلاف حکم دیا اس وجہ سے کہ اس کو قانون کی موافق ثبوت نہ تھا۔ پانچویں خلیفہ حسن بن علی کے عہد میں بھی اصول سیاست اس طرح قائم رہی مگر افسوس ہے کہ بہت سببوں اور بے انتہا خون ریزیوں کو بچانے کی غرض سے اس خلیفہ برحق نے اپنا عہدہ چھوڑ دیا اور سلطنت شخصی قائم ہو گئی جس کو ہمارے پیغمبر نے مکہ معظمہ میں کہا ہے اور جس کو یونانی ٹیرنٹ یعنی ظالم کہا کرتے تھے اور سن ۷۵۰ سے اصول سیاست جو مسلمانوں کے بانی نے قائم کئے تھے خود مختاری کو پانوں کے تلے روندی گئی۔ شخصیت سلطنت کی جاری ہونے کے بعد سلطنت موروثی اور خاندانی ہو گئی اور ولی عہدی اور جابی نشینی کی خراب رسم جاری ہوئی۔

۴ یعنی اپنے وارثوں اور اولاد کو (اگر چہ نااہل ہوں) جابی نشین کرنے کی رسم چنانچہ امیر معاویہ سے نیز دمشق کی جابی نشین بنانے میں ہوا۔ نہ مطلق جابی نشین بنانے کی رسم جو بالحاظ قرابت صرف اہلیت جابی نشین کی نظر سے ہو یہہ امر تو خلیفہ اول سے پایا گیا ہے جنہوں نے حضرت عمر کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔

جب امیر معاویہ نے اپنی بعد از خود کو خلیفہ کرنا چاہا اور ان کو حکم سے مروان نے مدینہ میں

سلطنت شخصیت کو جاری ہونے سے حکومت کسی قانون عقلی اور نقلی کو تابع
نہی بلکہ سلطنت ایک شخص کی خواہشوں اور اس کے غیظ و غضب کے تابع ہو گئی۔
جیسا کہ سلطنت شخصیت کا عام قاعدہ ہے وہی اسی مسلمانوں کی سلطنت شخصیت
میں بھی ہوا۔ کبھی تخت پر ایسا ظالم قابض ہوا جس نے دنیا کو چور و ظلم سے بہرہ دیا
اور کبھی ایسا نیک اور عادل جابر نشین ہوا جس نے نہایت عدل اور انصاف سے
حکومت کی (اسکی ذیل میں صاحب مضمون نے چند عادل خلفاء عمر بن عبدالعزیز وغیرہ کا
حال عدالت بیان کیا ہے پھر کہا) ملک اسپین کو جو ترقی اور آبادی اور رونق مسلمانوں
کی زمانہ حکومت میں ہوئی اسکی نسبت ایک فرانسیس عالم لکھتا ہے کہ اس
ترقی اور آبادی کا قیاس اسپر کر لیا جائے کہ ایک مقام قرطبہ میں دو لاکھ گھر اور
چھ سو مسجدیں اور پچاس شفا خانے اور اسی عام مدرسے اور نو سو حمام تھے
اور ستر کون ہر قندیلین اس قدر روشن ہوتی تھیں کہ شہر میں چلنے والو اسکی
روشنی میں پہر کرتے تھے۔ ایک بڑا الزام مسلمانوں کی سیاست پر یہ دیا
جاتا ہے کہ مذہب تلوار کی زور سے پہلایا گیا ہے اور لوگ زبردستی سے مسلمان
کئے گئے مگر یہ الزام حقیقت میں صحیح نہیں ہے۔ سیل صاحب لکھتے ہیں وہ
لوگ نہایت دہوکہ کھاتے ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ مذہب اسلام بڑا شمشیر پہلایا
ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے اسلام قبول کیا جن پر مسلمانوں نے
کبھی فوج کشی نہ کی تھی۔ پھر ان لوگوں نے کیوں قبول کیا جنہوں نے اہل

خطبہ کیا اور کہا کہ امیر المومنین معاویہ ابو بکر اور عمر کی سنت پر چڑھتے یزید کو خلیفہ کرنا
چاہتا ہے تو عبدالرحمن بن ابی بکر نے کہا کہ یہ سنت ہر قل (قیصر روم) کی ہے۔ ابو بکر نے تو
اپنی بیوی کو خلیفہ نہیں کیا اور نہ کسی در قرابتی کو جب مروان بولا کہ اسکو بکڑیو اور عبداللہ
بن ابی بکر اپنی ہمشیرہ عایشہ صدیقہ کو گھر جا چپے (بخاری قطانی تاریخ الخلفاء وغیرہ)

عرب کو انکی فتوحات سے محروم کر دیا اور اہل سلطنت بلکہ خلیفہ کا خاتمہ کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کہ بی بات اس سے بڑھ کر نہیں جو ایک مذہب میں عموماً خیال کیا جاتا ہے اور جس سے ایسی عجیب ترقی ہوئی۔ وہ لوگ جو مسلمانوں کو یہ الزام دیتے ہیں کیا جواب دے سکتے ہیں اس امر کا کہ شرکی جنہوں نے حجاز یوں پر اٹھوین صدی کی اخیر میں حملہ کیا مسلمان نہ تھے اور پھر تھوڑی ہی دنوں بعد اپنے مغلوب حجاز یوں کی دین میں مسلمان ہو گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اسلام کی خوبیوں نے انکو مسلمان کر دیا۔ لہٰذا صاحب کہتے ہیں کہ افریقہ اور ایشیا کی لکھو کھانو مسلم جنہوں نے عرب کے مسلمانوں کی تعداد بڑا دی ایک خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانے میں فریضہ ہو گئے تھے۔ افسوس کہ صاحب نے بھی ہندیوں کا جبراً مسلمان کرنا تسلیم نہیں کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ محمود غزنوی نے ایک ہندو کو جبراً مسلمان نہیں کیا نہ سوائے لڑائی کے کسی ہندو کے خون سے تلوار کو آلودہ کیا +

یہ حال مسلمانوں کا پہلے زمانہ کی تہذیب کا تھا۔ مگر جب ہم اسکا بیان کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اب کیسی ہے تو نہایت مردہ حسرت سے بلکہ یہ لکھنا پڑتا ہے کہ یہ نسبت سابق کے ہر بات میں مسلمانوں کی تہذیب نہایت منزل پر ہے۔

پہلے مذہب علوم اخلاق رسوم ترتیب سیاست وغیرہ کو تنزلات کو۔ بتفصیل بیان کیا اس کے بعد فرمایا یہ کیفیت حال کے تنزلات جو میں نے بیان کی ضرور ہے کہ اسکی سببوں پر بھی کچھ غور کرنا چاہیے۔ اسلئے کہ ہر نتیجہ ایک مناسب سبب سے پیدا ہوتا ہے اور ہر ایک سبب کا اسکی مناسب نتیجہ ہوتا ہے پس ہر ایک نہایت ضروری امر ہے کہ ان سببوں کو چنانچہ بیان کی جاوے جس سے یہ تنزلات پیدا ہوئے ہیں۔ چنانچہ میرے نزدیک اس کے چند سبب ہیں۔

اول سلطنت شخصیت کا تمام ایشیا میں ملکی اور قومی اور علمی ترقیان یا تنزلات ایک بادشاہ کو خیال پر منحصر ہیں جس طرف وہ توجہ ہے کل رعایا کی توجہ اس طرف ہوتی ہے۔ چونکہ مسلمانوں میں سوائے ابتدائی زمانہ کو ہمیشہ شخصیت سلطنت رہی۔ اور مختلف مزاج مختلف خیال کے بادشاہ تخت نشین ہوئے اس لئے پوری پوری ترقی کسی بات میں حاصل نہیں ہوئی اور اخیر میں جب بادشاہ بڑا لایق اور جاہل اور کاہل ہو کر گئے اور علوم و فنون کی طرف انہوں نے کچھ توجہ نہ کی مسلمانوں کو یہی ہر بات میں تنزل ہوتا گیا۔ اگر مسلمانوں میں بے خیال بادشاہ کی ہر چیز کی طرف وہ توجہ ہوتی جواب یورپ کی رعایا کو ہر تو ہر گز یہ قومی تنزلات نہ ہوتے۔ دوسرا سبب مذہبی و نام (میرے نزدیک جیسا کہ ایک سچا مذہب جو اوٹام اور غلط خیالات سے پاک ہو مذہب کی ترقی کا بڑا سبب ہوتا ہے اسی طرح جو مذہب یا وہ مذہب جس میں لغو اوٹام اور یہودہ خیالات مل جل گئے ہوں ساری ترقیان کو روکنے کا بڑا قوی سبب ہے۔ مذہب اسلام فی نفسہ سچا اور صحیح مذہب ہے مگر خود چنے اپنے لغو خیالات سے اس کو ایسا کر رکھا ہے کہ علوم میں فنون میں ہمدردی میں غرض کہ ہر چیز میں ہلکو مذہبی مزاحمت ہوتی ہے۔ اور آزادی راہی جو ایک قدرتی حق اور ایک سچی مذہب کا پہلا اصول ہے وہ بالکل جاتی رہتی ہے۔ تیسرا سبب شاعت علوم و فنون کو عام اور سہانہ وسیلوں کا نہ ہونا بڑا عمدہ وسیلہ ترقی کا ملکی زبان ہے کسی ملک اور کسی قوم نے کچھ بھی ترقی نہیں کی

+ یہ کہ آزادی راہی عرفی شرع میں یا احکام اصلیت و عافیت اصلیت کہلاتی ہے جس پر آیت
 هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا ذُرِّيَّتَکُمْ کُنُفً شِدَادَ
 موجود ہے یعنی جس امر میں شرع کی طرف لوگوں پر کوئی حکم باقید و وجوب یا تنجی
 یا حرمت یا اباحت کی نہ ہو اس میں لوگوں کا خود مختار و آزاد ہونا۔ (ایڈیٹر)

جب تک کہ اس ملک یا اس قوم کو عام زبان میں علوم کا رواج نہیں ہوا مگر اس سے
مسلمانوں نے عوام غفلت کی۔ عام علوم انہوں نے عربی زبان میں رکھی۔ اور دنیا کی
ساری حصوں میں جہاں جہاں وہ گئے عربی ہی کو علوم کی کنجی سمجھتے رہے۔ سیوا سے
غریبی اور عقلی اور تمام قسم کی علوم اس فرقہ سے مخصوص ہے جو کہ اول زبان کی
مشکل کو طے کرتے اور عالم کہلاتے اور عام لوگ کا ٹہہ کو الٹ رہے

جملہ معترضہ لایق توجہ گورنمنٹ

اس کلام کو آنریبل صاحب بہادر اور ارون کے ہم خیال جو آجکل پنجاب یونیورسٹی
کا لکچر کو تعلیم علوم مشرقی پر مکتہ چینی کر رہے ہیں اور علوم و فنون کی تعلیم انگریزی زبان
میں ضروری بتاتے ہیں غور سے دیکھیں پھر انصاف سے کہیں کہ اون علوم و فنون کے
لئے جو انگریزی میں موجود ہیں۔ انگریزی ہی کو کنجی بنانے سے ملک میں عام ترقی
علوم متصور ہے یا انگوار دو میں رواج دینے سے انکی عام اشاعت و ترقی اس
ملک میں متصور ہے۔ بشہادت اس دلیل کے جو اس کلام میں موجود ہے غالباً
یہ کہیں گے کہ اون علوم و فنون کو انگریزی زبان سے مخصوص رکھنا اون علوم و فنون
کو یوروپین اقوام یا اور انگریزی دانوں سے مخصوص رکھنا ہے اور اون علوم کو
اردو زبان میں رواج دینا (جیسا کہ آجکل پنجاب یونیورسٹی میں ہو رہا ہے) اون
علوم کو ہمیشہ کے لئے ملکی علوم و فنون بنانا ہے پس اگر گورنمنٹ کو یہ منظور ہے
کہ جب تک ہماری سلطنت ہماری زبان ہماری قوم یا ہماری قوم کو ہر واسطے
میں رہیں تب تک اس ملک میں یہ علوم و فنون رہیں اسکے بعد انکا نام و
نشان باقی نہ رہے یا رہے تو برائے نام رہے جیسے کہ اب عربی علوم کا حال ہے تو ان
سید احمد خان صاحب بہادر کے خیال کو ڈگری دیگی۔ اور اگر یہ منظور ہوگا
کہ ہماری یادگار علوم و فنون اور ہماری فیض ہمیشہ کو لیں رہے تو حکم دلیل

مذکورہ وہ پنجاب پونی و سٹی کو اس کے خیال کی موافق ڈگری دی گئی مگر محکوم بنظر
 فیاضی و بے تعصبی و عالی ہمتی گورنمنٹ کے امید ہے کہ وہ اون سنسکرت جانتے
 والہ پنڈتوں اور اودن عربی دان مولویوں کی طرح جنہوں نے اپنی اپنی علوم پر اپنے
 اپنے زبان کی گنجی لگا رکھی تھی۔ سچل منظور نگر گلی اور اپنے یادگار فیض کو عام کر گئی۔
 میں اس باب میں مفصل مضمون بھی لکھنا چاہتا ہوں مگر مضامین مرجعہ
 سابق کو انظر و اتمام اور اپنی فراغ کا منتظر ہوں۔ ایڈیٹر

صاحب لکچر بیان سبب سوم کی تائید میں فرماتے ہیں ہمارے زمانہ میں جو چند
 مذہبی کتابوں کا ترجمہ ایسی زبان میں ہوا ہے اسکا یہہ شر ہے کہ ہزاروں زبان
 اردو خوان ہیں کہ وہ حدیث تفسیر فقہ عقاید تاریخ سے ایسی واقف ہو گئی ہیں
 کہ تیس برس پہلے شاید سوچ و دلی کے مشہور مولویوں کی کوئی ایسی وقعت
 نہ کہتا تھا اور یہ نتیجہ ملکی زبان میں علوم کی ترجمہ ہونے کا ہے۔

چوتھا سبب جو خاص ہندوستان کے بے نصیب المانوں کو تنزلات کا سبب
 ہوا۔ ہندوستان کا وطن کر لینا اور اپنے اصلی وطن کا چھوڑ بیٹنا ہے۔ مسلمان
 جب کہ ہندوستان میں آئے اس وقت نہایت تنومند و سرخ و سفید
 اور قوی و تندرست و طبیعتیں بھی انکی آزاد تھیں۔ دلوں میں انکو جو شر
 متہا رسوم کی پابندی سے انکو خبر نہ تھی مگر جب ہندوستان کو اپنا وطن بنا لیا
 اور اودن قوموں سے مل جل گئے جو کہ ان سے قوت میں دلیری میں آزادی
 میں علم میں معاشرت میں کم تھیں اور چھوٹے اور ہیز اور رسموں کی پابندی
 اور تنگ خیالات اور کمزور گئے ریشہ میں سارے تھے تو رفتہ رفتہ وہ بھی ویسے
 ہی ہو گئے انکی اصلی حالتیں بالکل بدل گئیں وہ خون جو ابراہیم کی رگوں کا
 ہم میں تھا بدل گیا وہ بڑی جو اسمعیل کی خون سے بنی تھی بدل گئی۔ وہ

دل جسمین ناشمی جوش تھا بدل گیا صورت بدل گئی سیرت بدل گئی دل بدل گیا خیال بدل گیا یہاں تک کہ مذہب بھی بدل گیا۔ تمام وہ جوش جو اوٹھے تھے اس ریلو جھگل عرب سے جس نے فارس اور تمام سنٹرل ایشیا کو سبز و شاداب کر دیا تھا ہندوستان میں آ کر بی آف بنگال میں ڈوب گئی۔ مضمون لکچر باختصار تمام ہوا ان چاروں اسباب تنزل کمالات اہل اسلام کا مال و مرجع مخالفت مذہب و شریعت ہے نہ موافقت مذہب۔

سبب اول یعنی سلطنت شخصیہ (جسین ارث و قرابت کا لحاظ ہونا اہمیت جابر کا جسکو پنجابی محاورہ کے رو سے سکھا شاہی سلطنت کہنا چاہیے) اور اسکے نتائج کا خلاف شریعت ہونا واقفان شریعت پر مخفی نہیں ہے اور اسکی تائید و شہادت میں وہی حدیث کافی ہے جو حاشیہ صفحہ ۱۲۷ میں گزری ہے۔

سبب دوم یعنی اوٹام مذہبی کا عنوان ہی کہہ رہا ہے کہ وہ اوٹام اصلی مذہب اسلام کے برخلاف ہیں۔

سبب سوم سبب اول و دوم کے فروعیات سے ہیں۔ میری نزدیک عام و آسان وسائل علوم و فنون کا مفقود ہو جانا۔ سلاطین شخصی سلطنت کے نالائقی و کوتاہی اور اوٹام مذہبی کا نتیجہ ہے۔

سبب چہارم یعنی عرب چھوڑ کر ہندوستان کو وطن بنا لینا۔ اور سنن نبویہ چھوڑ کر ہندوستانی سنتوں کو دین و آئین ٹپہر لیا صریح خلاف دین ہے۔ سنت نبوی و سیرت اسلامی کے محافظت اور اتبلع سنن اقوام غیر کی مانعت میں احادیث و آیات بکثرت وارد ہیں۔ اور مدینہ چھوڑ کر اور بلاد مفتوحہ کو وطن بنا لینے کی مانعت بھی احادیث میں آچکی ہے۔

انحضرت نے فرمایا ہے۔ (چنانچہ بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے) کہ ملک یمن و شام و عراق

فخ ہونگے تو لوگ اپر گہر والوں اور تابعداروں کو دمان لے بہا گینگے۔ حالانکہ مدینہ اون کے لئی بہتر ہو گا اگر وہ جانیں۔“

اس سنت پر اہل یورپ کا خوب عمل ہے۔ وہ کسی ملک (گرم یا سرد ہندوستان یا پنجاب) کو خواہ اسمین کیسی ہی باسائش دیتے ہوں اور کیسی معزز عہدوں پر مامور ہوں اپنا وطن نہیں بناتے۔ جہاں نوکری سے چھٹی پاتے ہیں اصلی وطن کی طرف وڑتے ہیں۔ کسی عذر سے ایک زمانہ خود نہیں جاسکتے تو اپنی ذریات کو تو تربیت و تعلیم کے لئے ضرور ہی روانہ ولایت کرتے ہیں جس سے ان کا مقصود اپنی قدیمی طرز و طریق و زبان کو محفوظ رکھنا ہے اور ہندوستان کی خود خصلت کی تاثیر سے بچنا۔

افسوس مسلمانوں نے اس سنت کو اقوام غیر کی سپرد کیا اور ہندوستان میں رہ کر ہندوؤں کی سنن و خصائل کو اختیار کر لیا۔ اور جو راسخا صورت و لباس کا فرق تھا اسکو حضرات نیچر یہ نوادہ پایا اور اسمین سنت یورپین کو اختیار کر لیا۔ سب شکل ہے یورپ کی پر اک سرین کسر ہے۔ آن چارون اسباب کی مخالف شریعت ہو فرسے ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ تنزل و ضعف علوم و صنایع و کمالات مسلمانوں پر طاری ہوا ہے اسکا سبب اصلی مذہب اسلام و شریعت محمدی کی مخالفت ہے نہ اسکو متابعت و موافقت۔ پہر آپکا یہہ فرمانا کہ مسلمانوں میں ان کمالات کی ترقیان مذہب میں معاشرت کو شامل سمجھنے کے خیال کی سبب مدود ہو گئیں ہیں آپ کو مونہہ سر کب زیب دیتا ہے۔

کاش آپ پہلے تہذیب الاخلاق کو ملاحظہ فرما کر مضمون لکچر کو اس سے محو فرمالیتے اور بیان نظم الممالک کو (جو صفحہ ۶۸ سے ۸۸ تک مرقوم ہے) بھی قلمزن کر لیتے تب یہ بات مونہہ اور قلم سے نکالتے۔

جواب فقہ ہفتم۔ اس دفعہ میں آپ فرماتی ہیں کہ لوگوں کا یہہ خیال ہے کہ قرآن میں

بہت سی باتیں ایسی آئی ہیں جو صرف دنیاوی امور سے علاقہ رکھتی ہیں پس اگر دنیاوی امور مذہب میں داخل نہوں تو ان مجیدین کا ذکر ان کی ذمہ صحیح ہو سکتا ہو مگر یہ انکی غلطی ہے یہ لوگ حقیقت وحی کو نہیں جانتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ وحی کا ملکہ کس طرح تحریک میں آتا ہے اور کس طرح وحی کا نزول ہوتا ہے۔

آخر میں آپ فرماتے ہیں قرآن کا ہر ایک لفظ مذہبی احکام سے علاقہ نہیں رکھتا اگر میں اپنے جنام ملا احمد جو نیوری کی تفسیر آیات احکام ہی کو تسلیم کر لوں تو صرف پانچ سو آیات احکام اسمیں ہیں اور حقیقت اتنی بھی نہیں پس دنیاوی احکام کا قرآن میں ذکر ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ دنیاوی معاملات بھی مذہب میں داخل ہیں اسکا حاصل مطلب (مہناچہ تفصیل نمبر ۹ جلد ۳ اسپر شاہدھی) یہ کہ مسلمان لوگ وحی اور اسکی نازل ہونیکلی حقیقت یہ سمجھتے ہیں کہ وحی کوئی اخراج از ذات نبی ہے اور نزول وحی سے اسکا آسمان سے نازل ہونا مراد ہر اور اس سے یہ خیال کر بیٹھے ہیں کہ احکام دنیاوی جو قرآن میں موجود ہیں خدا تعالیٰ نے آسمان سے اتاری ہیں۔ اور حقیقت میں یہ بات غلط ہے۔ حقیقت وحی سے آنحضرت کی طبیعت مراد ہے اور اسکی نازل ہونے سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت کو دل سے طبیعت سے ایک بات اُٹھتی۔ اور پہر وہی بات فوارہ کی طرح الٹ کر آپ کو دل پر گرتی۔ اس صورت میں جو کچھ قرآن میں احکام دنیاوی کے متعلق ارشاد ہے وہ آنحضرت ہی کی طبیعت کی بناوٹ ہے۔ خدا کو کچھ آسمان سے نازل نہیں کیا۔ اور یہ وہی بات ہوئی جو سنئے (انراہیل صاحب نو) کہی ہے کہ آنحضرت کو دنیاوی سرداری کے سبب جو معاملہ پیش آتے اوغین آپ بطور ایک سردار قوم کو اپنے دل سے حکم لگاتے۔ مسلمانوں نے ان احکام کو قرآن میں موجود دیکھ کر مذہبی احکام اور خدا کی طرف سے نازل سمجھ لیا ہے اور یہ انکی غلط فہمی ہے۔ قرآن میں ہوئی تو

کیا ہوا وہ انحضرت ہی کو دل سے بنائے ہوئے احکام ہیں۔ سوہی سبھی نہیں۔ بقول ملا احمد (معروف جیون) جو نیپوری صرف پانسوہین اور ہمارے نزدیک انہی نہیں ہیں اسکا جواب یہ ہے اگر وحی اور اسکر نزول کی حقیقت یہی ہے جو آپ نے بیان کی ہے تو پہلے احکام معاشرت کیا جو احکام مذہبی توحید و عبادت قرآن میں ہیں۔ وہ بھی خدا کی طرف سے نازل نہیں ہوئے اور پانسو احکام کیا ایک حکم بھی خدا کے طرف سے نہیں ہے۔ جو کچھ قرآن میں الحمد سے والناس تک ہر (بقول پھر) انحضرت کی طبیعت کی بناوٹ ہے۔ پھر اس اولیٰ ناک بتانے سے تو یہی کہنا آسان و مختصر تھا کہ جس قرآن میں تم احکام دنیاوی کا مذکور ہونا بتاتے ہو یہ قرآن ہی خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ لوگ غلطی کرتے ہیں جو اس قرآن کو کلام الہی سمجھتے ہیں اور پھر اسکی دست و پیر سے احکام معاشرت کو احکام ربانی خیال کرتے ہیں + اس سید و صاف انکار اور اس دلہنے بنانے کو مسلمان تو کیسا کفر سمجھتے ہیں۔ اور قرآن کے ایک حکم متعلق مذہب ہو خواہ متعلق معاشرت کے منکر کو بھی وہی ہی کا فر جانتے ہیں جیسا کہ جملہ احکام قرآنی کے منکر کو پھر کس اور خوف و لحاظ سے آپ صاف و صریح انکار سے احتراز کیا اور کس ٹی کے آر میں شکار کہلا اور حقیقت وحی و نزول وحی جو مسلمان سمجھتے ہیں اور جو اسپر وہ دلیل و سند کہتے ہیں اسکا بیان تفصیلی نمبر (۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ جلد ۳) شائع آئے ہیں گذر چکا ہے۔ ناظرین اہل انصاف ان پرچوں کی طرف مراجعت فرماویں اور جناب مخاطب کے اس کلمہ کی (کہ وہ لوگ حقیقت وحی نہیں سمجھتے) حقیقت و صداقت کو دریافت کریں۔ یہہ دفعات مضمون مخاطب کے جواب میں آخر کلام ہے۔ اب ہم جمعیت فہم و خیال ناظرین کے لئے کل مضمون کا حاصل بیان کرتے ہیں +

حاصل کلام و خلاصہ مرام

چونکہ یہ مضمون (مذہب و معاشرت) تین جلدوں (دوم - سوم - چہارم) کے متعدد پرچوں میں متفرق طور پر چھاپا ہے جس سے ناظرین کے فہم و خیال کو انتشار حاصل ہو گا اس لئے اس مقام میں اس مضمون کا خلاصہ بیان کرنا ضروریات سے ہے اور یہ بھی اس سے مقصود ہے کہ جو لوگ ابھی گزشتہ پرچے نہ پادین وہ اس مضمون کی لطف سے محروم نہ رہ جائیں۔ تفصیل نہ سہی اجمال ہی سے کچھ نہ کچھ خطا اٹھادین +

پس واضح ہو کہ اولاً نمبر ۹ میں ہم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مذہب و معاشرت آپس میں خوب جکڑے ہوئے ہیں اور ایک زنجیر سے بندھے ہوئے ہیں اور انبیاء علیہم السلام جیسے عبادات سکھانے کو آئے ہیں ویسے ہی معاملات و طرز معاشرت بتانے کو آئے ہیں ہر چند اصل اصول نبوت و صلی مقصود بعثت و ترقی یا تہذیب ہے لیکن معاملات یا احکام عملی میں دست اندازی اس روحانی ترقی یا تہذیب کی منافی نہیں ہے۔ بلکہ جس عالمہ یا رسم یا عادات میں انبیاء نے دخل دیا ہے اس میں تہذیب کو مد نظر رکھا ہے۔

پھر اسپر عموم آیات و احادیث سے استدلال کیا ہے۔ پھر خاص خاص احکام جزئیہ علمیہ متعلق معاشرت (دیوانی - فوجداری - ازدواج - مفارقت وراثت سیاست وغیرہ) کو قرآن مجید سے نقل کیا۔

پھر نمبر ۸ - د ۹ - میں احادیث سے احکام معاشرت و معاملات دیوانی و فوجداری قرض - رہن - مفلسی - دوالہ - حوالہ - کفالہ - شراکت - وکالت - عاقبت ظلم - تعدی - تعزیرات - کلکٹری - و پولیٹیکل مقدمات و سیاست المنزل کو نقل کیا ہے۔ اور ان احکام کا داخل دین ہونا بشہادت دلائل قرآنیہ ثابت کیا

ہے اور ان احکام میں اصلاح روحانی کا مرعی ہونا ثبوت کو پہنچا دیا ہے۔
 پھر نمبر ۱۰۔ میں خلاصہ مضمون مخاطب اس مضمون کے مخالف نقل کیا ہے
 جسکا حاصل دفعات ذیل ہیں۔

(۱) بانی مذہب کا منصب روحانی اصلاح ہے دنیاوی کاموں میں صلاح دنیا
 (۲) توریت کو احکام عشرہ کے سوا اور احکام کا الہامی اور خدا کی طرف سے ہونا نہیں
 (۳) انحضرتؐ نے دنیاوی سرداری کی نظر سے دنیاوی احکام بمشاو رہ
 وسعادت اصحاب کے تجویز کئے ہیں۔

(۴) مسلمانوں کو یہودیوں کی پیروی سے دنیاوی احکام کو دین میں
 شامل کر لیا یہ ان احکام کی اغراض کو نہیں سمجھا۔
 (۵) دنیاوی احکام کو دین میں شامل کرنا بد بختی کی خبر ہے اور ضعف
 بربادی اسلام کا یہی سبب ہے۔

(۶) دنیاوی احکام کا نیچر دینی احکام کے نیچر سے مختلف ہے اس لیے دنیا
 کو دین کے تابع کرنے سے انکار دینی اس حکام مقصور نہیں ہے۔
 (۷) مسلمان جو احکام دنیاوی مندرجہ قرآن کو خدا کی طرف سے سمجھتے ہیں
 حقیقت وحی سے واقف نہیں ہیں۔

پھر اسی نمبر ۱۰ و ۱۱ و ۱۲۔ میں دفعہ اول کا بہت لہط و تفصیل سے جواب
 دیا ہے اور بعض احکام معاشرت (جیسے ریشین لباس نہ پہننا۔ ٹخنے سے نیچر ازار نہ رکھنا
 و کڑی نہ منڈانا موجب کڑنا) میں روحانی اصلاح کا ملحوظ و موجود ہونا بے تفصیل
 بیان کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جس حکم معاشرت کو خدا و رسولؐ نے دین میں حل
 ہے اس میں روحانی اصلاح کو فرو گذاشت نہیں کیا پھر نمبر (۱ و ۲) جلد ۳ میں احکام
 عشرہ توریت سے علاوہ بارہ احکام توریت کو بیان کیا ہے اور شہادت کلام خدا

اور رسولؐ نے انکامن جانب اللہ والہامی ہونا ثابت کر دیا ہے۔
 اور جوابات تقیہ و نفقات مضمون اس جلد چہارم کے نمبر ۴۔ اور نمبر نڈ این موجود
 وہ نقاد یہیہ ناظرین میں انکرا عاودہ کی حاجت و ضرورت نہیں ہے۔
 ان جوابات کے ملاحظہ سے ناظرین پر مخفی نہ رہے گا کہ جو کچھ انراہیل صاحب بہادر
 اپنے مضمون مذہب معاشرت میں کہا ہے وہ سرسہر غلط و مغالطہ ہے۔ اور ہمارا
 مضمون (مذہب معاشرت) بلا مزاحمت و مصادمت صحیح ہو و اللہ الحمد۔
 جناب مخاطب کو عرض ہی اطلاع۔ اور افسوس مولف کی رہا

ہم پہلے ہی نمبر ۹ جلد کے صفحہ ۲۸۰ میں کہہ چکے ہیں۔ اور اب پھر بنظر مزید اہتمام
 و تجذیر عوام اہل اسلام کہتے ہیں کہ جناب مخاطب انراہیل صاحب بہادر کا مقصود
 اس مضمون سے صرف احکام اسلام کو مٹانا اور مسلمانوں کو قید شریعت سے
 آزاد و لامذہب بنا کر یوروپین بنانا ہے پہلے ایک مدت تک تو آپ اور آپ کے جواب
 نے اس مطلب کے شکار کے لیے یہہ دام پہلایا تھا کہ اصلی مذہب اسلام نے حسن
 معاشرت کو احکام کو اچھی طرح تعلیم کیا ہے۔ اور تہذیب و شایستگی کو پسند فرمایا
 ہے۔ بناؤ اعلیہ جو کچھ ہم تہذیب و شایستگی اہل اسلام کو لہو بیان کرتے ہیں۔
 یا خود عمل میں لائے ہیں (جیسے گلام و ڈی مرغی کا کہنا کہنا نامیز و چوکی پر چہری کا نسخہ
 سے تناول فرمانا صورت و لباس میں یوروپین بن جانا و علیٰ ہذا القیاس) اصلی مذہب اسلام
 اس سے مانع نہیں ہے جو لوگ بدست آویز آیات و احادیث کو ان باتوں سے
 منع کرتے ہیں وہ اصل حقیقت اسلام سے واقفیت نہیں کہتے۔

مگر جب انہوں نے دیکھا کہ ہمارے اس نام میں مسلمان نہیں آتے اور ہدایت
 اسلام سے وہ احکام اسلام کو وہ ہماری قول و فعل کو موافق نہیں سمجھتے۔ وہ
 احکام اسلام اور ان لوگوں کو ہماری موافقت و متابعت سے مانع ہیں تو اب آ

یہہ چال اختیار کی ہے کہ چلو مرغی کی ایک ہی ٹانگ بتا دیں۔ سسے سے اون احکام کا حکام ربانی ہونا اور ادا دیں۔ اسلئے کہ ایک چیز کے اصل کو مانکر اسکی مشہور کیفیت معمولی صورت سے انکار کرنا اسکے اضمحلال و ابطال میں وہ تاثیر نہیں کہتا جو اسکی اصلی وجود سے مطلق انکار تاثیر کرتا ہے۔

یہہ سوچ کر اپنے یہہ مضمون (مذہب و معاشرت) لکھا ہے اور اسپر ایک حدیث متشابہ المعنی (جو بدون لحاظ موقع و مورد کے کچھ معنی نہیں رکھتو اور اپنی ظاہری و عمومی پیرایہ اتفاق کل اہل اسلام ہرگز نہ گزرجو محمول نہیں ہے) سے استشہاد کر کے یہہ جتایا اور سمجھایا کہ جملہ دنیاوی امور میں ہم خود مختار ہیں جو چاہیں سو کہا میں جو چاہیں سو پہنیں جن وسائل و کماسب سے چاہیں دنیا کما میں اور جن مواقع عیش و آرام میں چاہیں اوسکو لگا دیں اس میں احکام قرآن و حدیث کا پابند رہنا اور جو اوجہ عدم جواز کا فتویٰ مذہب سے پوچھنا بد بختی کی جڑ ہے۔

اور جو اس دعویٰ جناب کے مخالف اور اسکے صریح و صاف کذب احکام حلال و حرام متعلق امور دنیا کتاب و سنت میں موجود ہیں (چنانچہ نمبر ۹ و جلد ۲ - اشاعتیہ السنۃ منقول ہو چکی ہیں) انکی نسبت اپنے یہہ کہدیا ہے کہ یہہ احکام دہل دین نہیں ہیں اور نہ خدا کی طرف سے منزل نہیں بلکہ وہ احکام آنحضرت نے بطور ایک سردار قوم کے اپنی صحبتیوں کے مشورہ سے تجویز کئے اور فرمائے ہیں۔ لوگ ان احکام کی پابندی میں اور ماننے نہ ماننے میں خود مختار و آزاد ہیں۔

اس چال و تجویز سے اپنے جملہ احکام اسلام کو جو متعلق معاشرت میں نیست و نابود کر دیا۔ اور شریعت کو یکبارگی اولٹا دیا ہے کسی حکم قرآنی یا حدیثی کو

+ وہ حدیث انتہا علم ما مورد دنیا کم ہے جسکے معنی و مراد کی تفصیل نمبر ۴ جلد ۱ میں

صفحہ ۹۹ وغیرہ ہو چکی ہے۔

دین میں داخل رہنے نہیں دیا۔
 یہ مضمون آپکا لوگوں کو ذہن میں جاری نشین ہو گیا تو اوگ بڑا خنجر برکھائیں
 شرب پینے کو سونا اور ریشم لباس پہننے کو۔ مان بہنوں سے نکاح کر لیا کرینگے۔ اور
 ان باتوں کے جواز پر یہی سند پیش کرینگے جو اپنے تعلیم فرمائی ہے کہ دنیا کی کاموں
 میں ہم خود مختار ہیں۔ قرآن یا حدیث میں ان باتوں کی مانعت آئی ہے تو کیا ہے
 وہ مانعت داخل دین نہیں ہے۔

مذہب یا دین اسلام کے دو حصہ ہیں ایک حصہ عقائدی جو مسائل و
 احکام متعلقہ عقائد و ایمان بخدا و رسول و کتب و ملائکہ و روز جزا سے عبارت ہے
 دوسرا حصہ عملی جو احکام متعلقہ اعمال عبادات و معاملات سے مراد ہے۔
 پہلے حصہ اور دوسرے حصہ کی پہلی جز کو تو آپ نے اس مضمون سے
 اوڑھایا ہے جسکا بیہ نام رکھا ہے **الاسلام هو الفطرۃ والفقہ هو الاصل**
 اور اس میں صاف کہہ دیا ہے کہ منکر بنی و کتب احکام بلاشبہ مسلمان و ناجی ہے
 بلکہ جو بظاہر وجود خدا سے انکاری ہے درحقیقت وہ بھی مسلمان ہے۔ اور
 فرمایا کہ جملہ مذاہب کو کل قیود کو ادھار دینا (جو لا مذہبی کہلاتی ہے) اسیکا نام اسلام
 ہے۔ چنانچہ مفصل بیان اسکا نمبر ۱۱- و ۱۲- جلد ۲ نمبر ۱ جلد ۱ اشاعت
 میں بقل عبارات جناب گذرا ہے۔

دوسرے حصہ کے دوسرے جز کو آپ نے اس مضمون سے اوڑھایا ہے جس کا
 بیان یہاں ہوا ان دونوں مضامین کے اشاعت سے اپنی جگہ تو
 اپنا کام آپ نے پورا کر لیا بنا اصول و فروع اسلام کو ادھار دیا اور بنا لا مذہبی
 کو قائم کر دیا۔ اب اسپر لوگوں کا عمل درآمد جو باقی رہا سو اگر آپ چند
 ریز جئے اور لوگ آپ کو خیر خواہ اسلام سمجھ کر آپکی باتیں سننے دانتے گئے

تو جو کچھ ہم نے کہا ہے ظہور میں آجائے گا (والعیاذ باللہ) یہ وہ دونوں مضمون
آپ نے ایسے لکھے ہیں جن کے صحیح مان لینے سے اصول و فروع اسلام کے ایک حرف
بلکہ ایک نقطہ باقی رہنے کی توقع نہیں مگر کمال افسوس و حسرت و حیرت کا مقام ہے
کہ پہر بھی بعض لوگ ان مضامین کو صحیح مانتے ہیں اور صاحب مضمون کو مسلمان
بلکہ مسلمانوں کا رفاہر جانتے ہیں۔

زیادہ فہموس اور لوگوں پر ہے جو محدود متبع سنت (عرف بالمی یا غیر مقلد) کہلاتے
ہیں اور ان مضامین پر بھی انکو مولف کی تکفیر سے متوقف ہیں اور انہیں اسکا
خطا اجتہادی تجویز کرتے ہیں۔

انہیں بعض لوگ تو ایسے ہیں جو بن پڑے پڑائے مجتہدین بیہوش ہیں
اور اس بن پڑے اجتہاد و ترک تقلید کے سبب وہ انراہیل صاحب کو دام میں
پھنس گئے ہیں۔ وہ جب کوئی آیہ یا حدیث (خواہ درحقیقت وہ کوئی معنی رکھتی ہو اور
اپنے اس کے معنی ہندی میں کچھ اور ہی کئے ہوں) آپ کو مضامین میں دیکھتے ہیں تو اصلی
معنی سے بوجہ علمی اور عبادت غیر مقلدی کے سبب وہ جھٹ اس مضمون کو مان لیتے
ہیں اور اسکو صحت و سقم و حسن و قبح کو دریافت کرنے کے لئے حسب ارشاد فاسئلوا
اہل الذکر ان کتہم لا تعلمون اپنے علماء کی طرف رجوع کر کے اسکی صحت و
سقم کی دلیل نہیں پوچھتے۔ پس وہ خود ہی دہوکہ کھاتے ہیں اور اپنی ہم نشین
نامہ واقفون کو بغالطہ میں پھساتے ہیں۔

ہم نے بعض لوگوں کو بچشم خود دیکھا ہے کہ تہذیب الاخلاق کے پڑھنے
سننے سے پہلے تو وہ اپنے دین میں بڑے چست و چالاک تھے اور جب سے
ان پر تہذیب الاخلاق کا سایہ پڑا ہے تب سے ان کے عمل و اعتقاد
میں فساد و فتنہ آگیا ہے یہ سب اجتہاد و بلا علم کے نتائج ہیں۔

ان لوگوں کے حق میں علماء مقلدین کا یہ قول سچ ہے کہ ترک تقلید کا مال آزادنا
 و بیچری ہیں ہے مگر اسکے ساتھ قید بے علمی کا ضم کرنا ضروریات سے ہے یعنی جو
 خود بے علم ہو کر کسی عالم کا اتباع کرے اور خود بخود مجتہد بن بیٹھے اسکا مال آزادنا
 و بیچری نہیں ہے و مع ذلک ان بر علم مجتہدین کے فعل کا الزام علماء محدثین
 و متبعین سنت پر مناسب نہیں ہے۔ ان علمائے کسی عامی کو یہ حکم نہیں دیا
 کہ تم کسی عالم کا اتباع کرو اور جو تمہاری سمجھ میں آوے بلا مراجعت علماء اسیمن
 اجتہاد کر لیا کرو۔ تقلید و ترک تقلید کی نسبت انکا یہ فتویٰ ہے جو شیخ اکبر
 محی الدین بن عربی نے فتوحات مکہ کے اخیر میں کہا ہے وصیۃ الذی وصیک
 به ان کنت عالما فخلو علیک ان فعل بخلاف ما اعطاک الله دلیلک یجزم
 علیک تہ لیدغیک مع تمکنک من حصول الدلیل فان لم تکن فی هذه الحجة
 و کنت مقلدا فایاک ان تلتزم مذهباً بعینہ بل اعمل کما امرک الله و هو ان
 تسال اهل الذکر ان کنت لا تعلم و اهل الذکر هم العلماء بالکتاب و السنۃ
 و اطلب فع الحج فی نازلک ما استطعت و اسال عن الرخصة فی ذلک حتی
 تجدہا فان الله یقول ما جعل علیکم فی الدین من حرج و ان قال لک المفتی
 هذا حکم الله او حکم رسولہ فی مسئلتک فخذ بہ و ان قال لک هذا رأی فلا
 ناخذ بہ و اسئل غیرہ ترجیمہ وصیت جو میں تجھے کرتا ہوں یہ ہے کہ اگر تو عالم
 ہے تو جو تجھے خدا نے کتاب سنت و دلیل عطا کی ہے اسکو خلاف پر عمل کرنا اور
 باوجود قدرت حصول دلیل کے دوسرے کی تقلید کرنا تجھے حرام ہے اور اگر تو اس
 درجہ میں نہیں (اس لفظ کو غور سے ملاحظہ کرنا چاہیے یہ بے علموں کو اجتہاد کی اجازت نہیں دیتا)
 پس ہے پھر کہ ایک مذہب کو لازم پکڑنے بلکہ اس پر عمل کرنا جو خدا نے فرمایا ہے
 کہ کسی اہل ذکر سے (بلا تعین و تخصیص) پوچھ لے۔ اہل ذکر وہ علماء ہیں جو قرآن و حدیث

سے واقف ہیں (اس میں بھی غور کرو نیچری اس میں داخل نہیں ہیں حدیث کو تو وہ صاف منکر ہیں اور اس کی طرف مڑ نہ بھی نہیں کرتے۔ قرآن کو اگرچہ برے نام قابل ہیں مگر اس کی حقیقت سے منکر ہیں اور اس کی نیچر اور فلسفہ کے تابع کرتے ہیں) اور تو اپنی معاملات میں دفعِ حرج و حرجت کا طالب ہو۔ سلمیٰ خداؤ فرمایا ہے خداؤ تم پر دین میں تنگی نہیں کی۔ اور اگر مفتی تجھ پر یہ کہے کہ تیرے معاملہ میں خدا یا رسول کا یہ کہہ کم ہے تو اسکو لولہ۔ اور اگر وہ کھجور کی میری رائی ہے تو اسے مت لولہ اور کسی دوسری سی بوچھڑے۔“

یہ جوشیخ اکبر فرمایا ہے ایسا ہی اور بہت علماء متقدمین و متاخرین سے منقول اور یادداشت میں موجود ہے۔ بین اس وقت کم سے کم سوا قوال سلف و خلف کو اس باب میں نقل کر سکتا ہوں۔

ہمارے اس قول و فتویٰ پر اگر وہ بلا علم مجتہد عمل کرتے تو خود بخود مجتہد نہ بن بیٹھتے اور نہ خجوریوں کا اتباع کرتے۔

پھر علماء وقت ان لوگوں کے گھاڑ کا الزام ہم پر کیوں لگاتی ہیں اور مطلق ترکِ تقلید و اتباعِ حدیث و قرآن کیوں برسناتی ہیں۔

اور بعض انہیں اہل علم بھی ہیں جو کہ یہ قدر تیراں و حدیث میں نظر رکھتے ہیں۔ مگر افسوس و دنوں قسم کہ لوگ ان مضامین میں غور نہیں کرتے اور نہ غور کر نیوالوں کے طرف توجہ فرماتے ہیں۔

بین و دنوں قسم کہ اس شخص کو برا دار نہ نصیحت کرتا ہوں کہ جبہ شد غور و ایضاً کے طرف توجہ فرمادیں اور ان مضامین کو غور سے دیکھ یا سنکر حضراتِ نیچر پریشان میں تو دتر و چھوڑ دیں۔ آئندہ اختیار۔ لیکن ہذا آخر الکلام فی ثبات ان احکام معاشرۃ من الاحلام فلتہ الحمد علی اللہ ہون و الحمد و الجلال و الاکرام و سلام علی نبیہ

محمد و آلہ و صحبہ حماتہ الاسلام و ہدایۃ الانام

مضامین فاضل بہاری

اول

در اثبات وجود خارجی شیطان بشہادت اہل کتاب

سورہ بقرہ ۱۶۹ فَازْلِهٖمُ الشَّيْطَانَ عَنْهَا فَاخْرُجْ مِنْهَا يٰكَافِرٍ
تفسیر کتاب پیدائش پر نسل بدر اس نیپیوٹسٹ اسکول چیرج صفحہ ۲۲
سید احمد صاحب یہہ فرما رہے ہیں کہ شیطان کوئی علیحدہ مخلوق انسان سے نہیں
ہے بلکہ انسان کی ذات ہی خدا نے ایسی بنائی ہے جس میں خیر و شر و نور و ظلمت
جائے ہیں سو ہم ہرگز اوکلی بات کو تسلیم نہیں کر سکتے اور اوکلی اس بے بنیاد
دعویٰ کو کتب مقدسہ سے بالکل باطل اور بیچ ٹھرا دینے کے کیونکہ کلام خدا
سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان کا وجود انسان سے علیحدہ ہر چنانچہ
یہہ بات اگرچہ معلوم نہیں ہوتی کہ وہ جانور کون تھا جس میں شیطان ظاہر
ہوا تو یہی صاف معلوم ہوتا ہے کہ بہکانے والا شیطان تھا جو کہ ایک
روح ہے اور انسان سے علیحدہ ایک مخلوق ہے جبکہ خداوند کریم نے آدم
اور حوا کو پیدا کیا تو بالکل پاک و صاف اور کامل راست باز پیدا کیا ایسا کہ
مطلق شر اوکلی ذات میں نہ تھا اور وہ خداوند کے نزدیک مقبول اور پسند
تھے۔ لیکن ہاں خدا نے بیشک انہیں فعل مختار پیدا کیا تھا یعنی انہیں اپنی
طاقت بھی تھی کہ چاہیں تو بدی بھی کر سکیں لیکن یہہ طاقت بذاتہ کوئی شر
و بدی نہیں ٹھہر سکتی کیونکہ نیکی و بدی دونوں اسی سے ہو سکتی ہیں پس یہہ
چیز ہی اور ہے اور درحقیقت اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آدم آزاد پیدا کیا گیا
ہے نہ کہ غلام پس جبکہ شیطان نے انہیں بہکایا اور برگشتہ کیا اور اوکلی بات

طاقت اپنی قبضہ میں لایا تپ وہ مشروب ہی میں گرفتار ہوا ہمارا مطلب اس مثال
سے بخوبی سمجھ میں آجائو گا مثلاً دیکھو خلقت میں پروردگار نے آگ کیا ہی عمدہ
اور مفید چیز پیدا کی ہے جسکو وسیلہ سے سیکڑن کام انسان نکالتا ہے اور طرح طرح
کے فایرے اڑھاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی موزی بد ذات ذرہ سی آگ لیکر کسی کے
امکان میں لگا دے اور مکان جلا کر خاک سیاہ ہو جاوے تو کیا اس فعل کی باعث
آگ بذاتہ بری چیز ٹھہریگی ہرگز نہیں بلکہ ظاہر ہے کہ وہ سوز دیکر ہاتھ میں آگے بری کام میں
لائی گئی پس اس سے ہی سمجھنا چاہئے کہ وہ طاقت فعل مختار کی بذاتہ شر نہیں ٹھہرا
سکتی لیکن درحقیقت وہ شیطان کی قبضہ میں آگے بری کام کا باعث ٹھہری جیسو کہ
آگ برے آدمی کے ہاتھ سے برے کام کا باعث ٹھہری تھی ماسوائے اس کے کتب مقدسہ
سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ شیطان انسان سے علیحدہ مخلوق ہیں جو کہ انسانوں کو
دلون پر بد تاثیر پیدا کرتی اور نیک راہ سے پہرہ گمراہ کر دیتے ہیں افسوس کی بات ہے
کہ انسان ناقص العقل جو کہ ان بدہ ہوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا اور اونکی
جال اور پھندوں سے بوجہ ہے آخر کار یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی شیطان ہی نہیں
بلکہ خود دل ہی میں شر ہے اس سبب سے بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ نیک روحیں
بھی نہیں ہیں اور نہ فرشتوں کا وجود ہے سید احمد صاحب نیک روحوں اور
فرشتوں کو تو قایل معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہماری کتب
مقدسہ الہام سے لکھی گئی ہیں پس اگر ہماری بائبل الہام سے لکھی گئی ہے تو یہ کام
الہام کا ضرور خدا کی روح کی ہدایت کو ذریعہ ہوا اور اگرچہ وہ کام روح کا عقل میں باطل
+ صاحب کتاب (یہ بات سید احمد خان صاحب کو ظاہری اثر اور وجود ملائکہ کو کسی
کتاب میں ملاحظہ کر کے لکھی ہے اور درحقیقت خالص صاحب کو وجود خارجی ملائکہ سے بھی
انکار ہے چنانچہ نمبر ۵ جلد ۴ میں اشاعتہ اثنیۃ کربخوبی بیان ہو چکا ہے۔ ایڈیٹر

ہیں تو یہی ایماندار ہرگز اسکا انکار نہیں کر سکتا ہے پس اگر خدا کی روح یعنی روح قدس
انسان کی دلیر تاثیر کر سکتی ہے تو کیا یہہ تعجب کی بات ہے کہ ناپاک روح کیسے دل
پر تاثیر کرے پاک کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف ایک ہی بدروح ہے بلکہ بے شمار
ہیں اور ان بے شمار بدروحوں کا سردار شیطان کے نام سے مشہور ہے یہہ کل
شیطان پہلے پاک فرشتے تھے متی باب ۱۲ نمبر ۲۴ مکاشفات باب ۱۲ -
نمبر ۹ ۲ قرنتی باب ۱۲ نمبر ۷ یوحنا باب ۸ نمبر ۴۴ ۲ پطرس باب ۲ نمبر ۴
یہودا نمبر ۶ یہہ فرشتے دنیا کی تاریکی کے اقتدار والے ہیں افسی باب ۶ نمبر ۱۲ شیطان
کی خاص معنی پہکانے والا اور عیب لانے والا ہیں اوسنے داؤد کو گناہ کے لہر اور ہار
۱ نوا پنج باب ۲۱ نمبر ۱ ایوب کو پہلو اور دوسرے باب سے صاف ظاہر ہوتا ہے
کہ وہ انسان کو ہنسوانے اور گرانے کے لئے تدبیریں کرتا ہے اور بندشیں باندھتا ہے
اور اوس مقام سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ انسان سے علیحدہ ایک مخلوق ہے
اور اوسنے ایوب کو حق میں خدا سے باتیں کیں اور اسے آزمایا بھی تو کیا بقول میان
سید احمد صاحب انسان کو قوائے بہیمیہ نے ایوب کو حق میں خدا سے باتیں کیں -
اور ایوب کو پہوڑوں سے مارا اور اس کے بال بچوں کو غارت کیا پھر شیطان ستم
ہوا کہ یہو سع سردار کاہن پر عیب لادے زکریا باب ۳ نمبر ۱ پھر شیطان نے
یسوع مسیح کو آزمایا متی باب ۴ نمبر ۲ پس تو کیا بقول سید احمد صاحب خداوند
کی ذات میں شر و بدی تھی کیا کوئی ایماندار اس بات کو مان لیا کہ صاف ثابت ہے
کہ شیطان ایک علیحدہ مخلوق ہے جس نے مسیح کی آزمائش کی شیطان سور و کر
غول میں پہر تو اور انہیں دریا میں ڈوبا یا متی باب ۸ نمبر ۲۸ - ۳۴ شیطان
کو سزا کر لیا اکثر حکم ہے کہ وہ آگ اور گندک کی چیل میں ڈالا جاوے گا ۲ پطرس
باب ۲ نمبر ۴ متی باب ۲۵ نمبر ۴۱ - اب غور کر نیکے مقام میں کہ اگر شیطان

علیحدہ مخلوق نہیں ہے بلکہ فقط قوا ہے ہمیشہ ہے تو پہر سزا کس کو ملیگی کیا قوی
ہمیشہ یا شر و بدی از خود کچھ چیز ہے کہ سزا کو برداشت کرے یا شر و بدی لمحہ بہ
مخلوق ہے کہ خود او سکی عدالت کرے ہرگز نہیں بلکہ ثابت ہے کہ شیطان ایک
علیحدہ روح انسان سے ہوا و ریاضت سرکشی اور بغاوت کر خدا کی غضب سے بڑھ گیا

دوم

جسین پیدا احمد خان صاحب کہ اس قول کا معنی بھی جوا نہ ہوتا
تفسیر آہ فاخذکم الصاعقة میں کہا ہے کہ اس میں پہاڑ کی
آتش افشانی مراد ہے نہ پہاڑ پر تجلی ربانی -

سورہ بقرہ - واذ قلتم یٰموسیٰ لن نؤمن معک حتیٰ نری اللہ جہۃ فاخذکم
الصاعقة وانتم تنظرون - خروج باب ۳۳ نمبر ۱۰ فقال ارنی مجد
نمبر ۲۰ وقال لا تقدر ان تری حی لان الانسان لایرانی وبعث
ایضا باب ۳۳ نمبر ۲۰ وکان ہنا عند الرب اربعین نهارا واربعین
لیلا لم یأکل خبزا ولم یشرب ماء فکتب علی اللوحین کلمات العہد
الکتاب لعشر ایضا باب ۲۴ نمبر ۵ انصعد الی الجبل فغط السحاب الجبل ۱۶ وحل
مجد الرب علی جبل سینا وغطاہ السحاب ستۃ ايام و فی الیوم
السابع دعی موسیٰ من وسط السحاب ۱۷ وکان منظر مجد الرب کناد
اکلہ علی من السحاب امام عیون بنی اسرائیل ۱۸ ودخل موسیٰ فی
وسط السحاب وصعد الی الجبل اربعین نهارا واربعین لیلا
تاریخ مسٹر ایچ ٹیکر صاحب صفحہ ۵۸ تیسرے دن صبح کو بادل گر جو اور بجلیاں
چمکین اور پہاڑ پر گالی گھٹا امی اور قرنائی کی آواز بہت بلند ہوئی چنانچہ سارے

لوگ دیروں میں کانپ گئے اور موسیٰ لوگوں کو خیمہ گاہ سے باہر لایا کہ خدا سے
 پورے اور وہ کوہ کی نشیب میں جا کھڑے ہوئے اور سب کوہ سینا پر زیر و بالا
 دہوان تھا کیونکہ خداوند شعلہ میں ہو کر اوسپر اتر اتر نور کا سادہوان اوسپر سے
 اڑھا اور پہاڑ پر سرسبز لرزا۔ تاریخ جو صفی حصہ ۳ صفحہ ۱۴ تیسرے دن آفتاب
 برآمد ہونیکے پشتر ایک ابر کمپو کر اوپر چھا گیا جیسا کہ انہوں نے پیشتر کبھی نہیں
 دیکھا تھا اور اور جگہوں میں ہوا صاف تھی لیکن صرف کمپو پر تاریکی آگئی اور بادل
 گرجا بجلی چمکی پانی برسنا آند ہی چلی جیسے کہ پیشتر کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔
 ستر شیزنگ صاحب ال ال بی اپنی کتاب بابلیک جیوگرافی میں لکھتے ہیں
 کہ کوہ سینا کا پہاڑ کہلاتا ہے۔ زمانہ قدیم میں اہل کتاب حج کو یہاں پر آیا کرتے
 تھے اور ایک گرجا پختہ بوقت شاہ جولیس قسطنطنین عیسائی کا بنایا ہوا ہے اور
 عربی زبان میں قدیم عہد کا کتبہ بھی کندہ ہے اور اوس کوہ بہت وسیع ہے اور سیدھا
 یہی بنی ہوئی ہیں اور اس جگہ موسیٰ کو الواح تورات احکام عشرہ کو ملے۔ سیاح
 یورپین بنظر سیر و زیارت کوہ مقدس لارڈ گئے مگر کسی نے کان کبریت و کوہ
 آتش فشاں نہیں قرار دیا کیونکہ بعد واقعات میقات یہوی کو کبھی شرارہ آتش
 و برق و صاعقہ کا نزول ذکر نہیں کیا و حضرت موسیٰ یہاں پر چالیس برس مقیم
 رہے ممکن ہے کہ ان ایسوی مضر جسمانی جگہ پر صحیح الجسم رہ کے معجزہ موسیٰ اصول
 نیچر کو بھی خلاف نہیں ہو کیونکہ منہر الکوجی یعنی علم معدنیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی
 سنگ نرم و کوئی سخت و رنگین و آبدار و شفاف و میلدار زمینت میں اس میں زیادہ
 ہے بعض زمین کو تاثیر بخشی گئی ہو کہ آب بارش و اسخرہ ارضی و حرارت آفتاب سے
 منجھ ہو کر گنگنی مثل یزہ سنگ دریا و تالاب میں پیدا ہوتا ہے اور چونکہ اسکا تحفہ
 ہوتا ہے اور بوجہ و ہنیت کو کسی جگہ کا کولیہ مصرف ہیزم میں مفید ہے چونکہ اندر

کوہ کی پوری کیفیت بسبب راہ نامہ اور منزل دور و دراز و جانوران و زندہ و نہ ملنے
ماہل و مشرب کو دریافت سے عاجز رہے۔ ہندوستان کے بعض پہاڑوں میں چشمہ
اب گرم و چشمہ آب سرد ایک ہی پہاڑ سے دو قسم کا پانی گرتا ہے ظاہر اجمید معلوم ہوتا ہے
مگر کوئی بھی مخالف پیچ نہیں ہے علت اعلیٰ نے معلول کی کوئی علت قرار دیا ہوگا جو
ہماری فطر و نسو غایب ہے اس پر ہمارا قدرت الہی کا کرنا ہم کو ضروری لازم آیا بلکہ باعث
عجز انسانی ہے۔ دیکھو باران کو اسخو کہتے ہیں مگر مصر و بلاد عرب میں بارش نہیں ہوتی
ہند میں کسی سال زیادہ کسی سال کم بارش ہوتی ہے۔ ایام ستر میں بسبب شدت
برد کو سطح زمین پر یس و انجاد مواد ارضی کا زیادہ رہتا ہے و صعود اسخو کم اسپر بھی
کبھی غیر موسم میں بارش ہو جاتی ہے۔ برق کو بقوت ترکیب و مصالحہ انگر نرون
نے پکڑا اگر اس کی اصلی کیفیت سے ناواقف تھے پیغمبر نے فرمایا کہ ماء فناء حق
مصرفناں مگر خباب خان صاحب نے خوب طرح سے حقایق و دقائق علم و قدرت
کا انحصار ہو کر خان صاحب کا ایسا الہام جدید تو انبیاء و مرسلین کو بھی نہ ہوا کہ بجا
اقرار کرتے تھے اور خدا کو مطلق کہتے ہیں اگر صرف قدرت کا اس کی ہو جاوے تب صفت
قادر مطلق کی نہ باقی رہے۔

سوم

جسین خان صاحب بھادر کی اس قول کا معارضہ جو انہوں نے
تفسیر آیہ واذ فرقنا بکم البحر الخ میں کیا ہے کہ وہاں دیا خشاک
نہیں ہو گیا نہا صمد و جزو ہوا جو ہندی میں جواب ہا نا کا لدا
ہ۔ یعنی پانی کا چڑاؤ۔ اناہ۔

سورہ بقرہ۔ واذ فرقنا بکم البحر فانجینا کم واعرقنا الفراعون انتم تنظرون

اس آئینہ کی تفسیر میں ایک نقشہ اور جغرافیہ یونانی کا تذکرہ لکھا ہے۔ عجیب ہے کہ علوم یونانیوں کو تو خان صاحب کی تحقیق میں مثل دلدرا آسان کو بالکل ہی غلط ہوا اور جب ہر مسئلہ میں انگریزی کتابوں سے لیتے ہیں تب اس جا کیا مانع پیش آیا اور یہ بھی تہذیب الاخلاق میں کہتے ہیں کہ کتب اہل کتاب کا ترجمہ قصہ کہانی عمرو بن عاص نے بعد فتح شام عربی زبان میں کر کے احادیث نبوی میں شامل کر دیا اور ابن اسحاق مدنی نے اپنی کتاب سیرت میں قصص انبیاء کو اہل کتاب سے لیا ہے اسلئے کتب حدیث و تاریخ اسلام پر سب طبری و واقعی دہشامی ابوالفدا و جسنو فی انگریزوں نے لیا ہے ماخذ کہتے ہیں ع چہ دلا و دست دزدی کہ بکف چراغ دارد۔ دیگرے نصیحت و خود رافضیت۔ بار بار سر ولیم میور صاحب دھان دیون پورٹ صاحب کو پکارتے ہیں اور برابر حوالہ ہولی بائبل کا لیتے ہیں بھی کام اگر اگلوں نے کیا تو کیا کیا حالانکہ خود خان صاحب اس فعل مطعون کو پابند ہیں اور انگریزی تواریخ او نمکر مذہبی امور میں بہ نسبت تواریخ سنتہ لوق اسلام کو زیادہ لائق اعتماد ہر لان اہل البیت اعرف لمن فی البیت عربی تواریخ میں رطب یا بس و نون ہیں یہ انگریز اس فرق کو فن جال کی کیا جانے بلکہ اسباب میں علماء اسلام ہی کا قول قابل اعتماد ہر کتب جغرافیہ انگریزی میں ہیشیار میں مگر چونکہ بیان اوسکا مخالف نیچر تھا لہذا اس سے گریز کر گئے یہ مہذب و درست باز قوم انگریز کی بے اعتباری کو ناخلاف دیانت ہر عربی بائبل کتاب الخروج باب ۱۴ نمبر ۲۱ و مد موسیٰ ید علی البحر فاجری اللرب

۵۔ اور حضرت موسیٰ نے اپنا ماتہ دریا پر پہلایا پس خدا نے ایک شرفی تیز آندھی کو رت پہر چلا یا اور دریا کو خشک کر دیا اور پانی بہٹ گیا اور بنی اسرائیل دریا کو بیچ میں خشکی پر چلے گئے اور پانی انکے دائیں بائیں دیوار ہو گیا ۲۳ مصری بھی انکے پیچھے ہو چلے۔ اور فرعون کے سبھی گھوڑے اور سوار اور گاڑیاں اسکے پیچھے

برج شرقیہ شدیدۃ کل اللیل جعل الجبریا بسۃ وانشق الماء ۲۲ فدخل
بنو اسرائيل في سبط البحر الى اليابسة والماء سورا لهم من يمنهم وعن يسارهم
۲۳ وتبعهم المصريون وراءهم جميع خيل فرعون ومركبانہ وفسانہ في سبط
البحر ۲۶ فقال الرب لموسى مد يدك على البحر ليرجع الماء على المصريين و
مركبانہم وفسانہم ۲۷ فمد موسى يده على البحر فرجع البحر عند اقبال المسح
الى حاله الدائمۃ والمصريون هاربون الى لقائہم فذفع الرب المصريين في
وسط البحر ۲۸ فرجع الماء وغطى مركبات فرسان جميع جيش فرعون الذين
دخل وراءہم في البحر لم يبق منهم ولا واحد ۲۹ واما بنو اسرائيل فمشوا على اليابسة
في سبط البحر الماء سور لهم عن يمنهم وعن يسارہم تاريج الكسب براؤ سید ضا
صفحة ۱۱۱ خدائے فرمایا کہ بنی اسرائیل پھرین اور فی الہیرت کی آگے محال اور دریا کے
درمیان مقیم ہوں اور اس سے یہہ غرض تھی کہ فرعون سمجھے کہ وہ اوس زمانہ میں
پہلے میں اگر وہ اتیام سر روانہ ہوتی فوراً تہہ میں بیابان میں جاتے تو مصری لوگ
گاڑیان لیکر اوسکا پیچھا کر سکتے لیکن خدا کا یہہ ارادہ ہوا کہ فرعون اور اوسکی سپاہ
اور اوسکی گاڑیان اور اوسکے سواروں پر اپنی جلال کو ظاہر کرے - علماء میں بڑی
تفتیش ہو رہی کہ بنی اسرائیل بحر قلزم کی کس جگہ سے پار ہوئے اور شاید یہہ بات پائے
ثبوت تک پہنچ نہیں سکتی + قیاس غالب ہے کہ وہ شہر سوئیر سے کچھہ دکھن طرف
گزر گئے مگر حسبہ وہ ماجرا واقع ہوا زمین اور پانی کی ڈول میں تبدیل ہوئی ہوگی -

دریا کریم میں جا کہے ۲۶ خدائی موسیٰ سے کہا تو اپنا ہاتھ پہلا تا کہ پانی مصریوں کے گاڑیوں اور
سواروں پر لوٹ دے ۲۷ موسیٰ نے دریا پر ہاتھ پہلایا تو صبح ہوتی ہی پانی پہلی حالت کی طرف
پہر آیا - مصری پہاگن لگو تو خدا کو انکو دریا کی بجائے دیکھل دیا پانی پہر آیا ہی ہو گیا اور فرعون کا بھی
لنگر جو دریا میں داخل ہوا تہا غرق ہو گیا انہیں سے ایک نہ بچا اور بنی اسرائیل دریا کی بیخ میں شکی پر چلے گئے اور پانی دونوں

نقشہ شہر ۱۵۱

تاریخ فلاولس جو سیفس یہودی جو عبرانی دیونانی زبان میں تحریر پائی اور معتبر کتاب سمجھی جاتی ہے حصہ ۲ صفحہ ۱۶۲ نمبر ۲ موسیٰ نے اپنا عصا سمندر پر مارا وہ دو حصہ ہو گیا اوس کا پانی سمٹ گیا اوسکی تلچھٹ سو کہہ کر شرک بنگلی جس میں عبرانی بہاگ سکین موسیٰ یہہ حال دیکھ کے پہلے اوس میں گیا اور عبرانیوں کو حکم دیا کہ میرے پیچھے اس الھی سرط پر چل آؤ اور اس بچاؤ کو وجہ سے خوش ہوا ۳ مصری عبرانیوں کو جاتے ہوئے دیکھ کر سوچنے لگے کہ یہہ پاگل ہو کر ہلاکت کو جاتے ہیں لیکن جب وہ دور چلے گئے اور کچھ نقصان نہوا تو سوچنے لگو کہ ہمارے واسطے بھی سمندر ٹھہر گیا اسلئے پہلے سوار ہتھیار بندوں کو پیچھے دوڑے اس شان میں عبرانی پاپہو نچر لیکن مصری بھی بہادرانہ چار گئے اور خیال نکلیا کہ یہہ شرک صرف عبرانیوں کو واسطے بنائی گئی تھی نہ اوس کے واسطے جو اوس کی ہلاکت چاہتے ہیں اور جس وقت مصری بہتیرے آگئے اوس وقت سمندر نے جو بڑی زور شور سے ہوا سے چلا گیا تھا مصریوں کو گھیر لیا اور پانی برسایا اور بجلی کرکڑی اور بادل گر جا اور وہ آفت جو خدا اکثر شر پر بھیجا کرتا ہے اوس پر آپری اور رات کو بہت اندھیری ہوئی غرض کہ سب آدمی مارے گئے ایک بھی نہ بچا تا کہ مصریوں کو خبر دیوے۔ جیو گرافی آف بائبل اور جیو گرافی کل ڈکشنری بڑے بڑے مفصل اجوال کہتے ہیں خود (کیتھو سائیکلو پیڈیا) جس سے خان صاحب نے مسئلہ ولادت مسیح میں استدلال کیا ہے مذکور ہے خروج باب ۱۵ نمبر ۴ فرعون کی گاڑیاں اور اوس کا لشکر اوس میں ریا میں ڈال دیا اوس کے چنے ہوئے سردار دریائے قلم میں ڈوبائے گئے نمبر ۱۸ اور تیرے قہقہوں کو دم سے پانی ایک جگہ سمٹ گیا اور مین تودا تودا کہڑی ہو گئیں اور دریا کو تیج بین گہرا بی جم گئے ۱۹ اسلئے کہ فرعون کا گھوڑا گاڑیوں اور اوس کو سواروں سمیت دریا کو تیج میں گیا اور خداوند نے دریا کو پانی کو اوس پر پہر پہر لایا لیکن بنی اسرائیل دریا کے بیچوں بیچ سے سو گھڑیوں پر پہر پہر گئے

تقریظ: انبیل مولوی غلام اللہ صاحب صوری برادرزادہ
 جنانجی جمع الکلمات مولوی ابوالاعلیٰ غلام العاقصی
 بر مضمون ولادت شیخ اشاعتی رحمہ اللہ
 ہر ایک شخص اس کو بخوبی جانتا ہے کہ صانع علم الاطلاق کی حکمت عظمیٰ سے خلقت انسان
 مختلف الاوان پیدا کی گئی ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اشکال مختلف ہیں ویسے ہی
 ہر ایک شخص مذہب اپنے مختلف کہتا ہے۔ اور وہ اپنی صحیح خیال میں شادان و فرحان و نازان
 رہتا ہے خواہ وہ مذہب سچا ہو خواہ باطل فی اللہ تعالیٰ حزب بالذہیم فرح و اس میں کچھ شک
 نہیں کہ خداوند جل و علا فرمایا ایک ہی مذہب کی اجازت دی ہے اور اس کی ضامندی ایک
 ہی مذہب میں ہے قال اللہ تعالیٰ قل لا ین عند اللہ الا سلام۔ مگر وہ سچا مذہب بیاعت
 حجابات کے انسان کے خیال میں نہیں آتا۔ اور وہ سچا راستہ نجات کا بسبب موانع خارجی
 انسان کے نصیب نہیں ہوتا۔ وہ موانع حجابات بہت ہیں جن کی تفصیل کو دفتر چاہیے
 مگر بہت بڑی حجاب جنکو حجاب کبریٰ کہتے ہیں یہ ہیں حجاب رسم حجاب طبعی حجاب
 عدم شناسی اس حجابات کو سب سے انسان اپنی فطرت اور رستہ ہدایت اور راہ
 نجات کو ہٹا دیتا ہے اور سچی راہ دکھائی اور سمجھائیے کو پیغمبر آتے ہیں اور وہ اگر لوگوں کو
 سمجھائیے کہ راہ راست یہ ہیں تم اپنی اپنی خیالات کی طرف سرٹکتے نہ پھرو۔ جب ایسا
 شخص پیدا ہو جاوے تو عقلمند آدمی اس کی اتباع کرتا ہے اور بد بخت اپنی بد بختی میں
 پڑا رہتا ہے اس کی مثال بعینہ ایسی ہے جیسا کوئی استاد اپنے شاگردوں کو لکھنا پڑھنا
 سکھائیے یا کوئی اور کسب پس اگر چہ بالقوہ ہر ایک شخص کو وہ کام حاصل ہے مگر بالفعل
 اس کو حاصل ہو گا جو اپنی استاد کا اتباع کرے گا اور اگر اس استاد کو شاگرد
 نے کامل خیال کر لیا ہے تو اس کی اصول پر وہ اعتراض نہیں کرے گا اگر اصول پر اعتراض
 کرے گا تو اکتساب سے محروم رہے گا۔ مثلاً زید عمر استاد کو کامل خیال کرتا ہے اور عمر

سکھا گیا ہے کہ (الف) صورت میں تین نقطوں کا چاہیئے اور (ب) کیا رہ نقطہ کا وغیرہ ایک پس اگر زید یہ عراض کرے کہ الف کیونچہ نقطوں کا اور ب کیونچہ نقطوں کی نہیں ہوتی۔ یہ عراض اس کا کسی جہہ سے درست نہیں ہے ایسی شکل کو مطابق انبیاء علیہم السلام کو حالات دیکھ لو۔ ان سین شک نہیں کہ انبیاء کی نبوت ثابت کرنا میں (جیسا کہ چوتھا ذکر میں سنی کرنا میں) بحث کریں اور سن بحث کر بعد جب ثابت ہو جائے کہ یہ نبی ہے تو عقلاً اس کا اتباع ہمہ واجب ہوگا۔

نبی آخر الزمان سرور کائنات منعم موجودات ہر ایک وجہ سے نبی برحق اور خاتم النبیین ہیں اور ان کے شریعت غرامین ایک بات سب شریعتوں سے بڑھ کر جو معاشرت کو واسطہ حسب قدر احکام سے بہ کو تعلیم ہوئے ہیں فی نفسہ ہمارے فطرت کو مطابق نہیں۔ مگر ان کو مطابق کرنا ہر ایک کا نہیں ہے جب مرتب ہو جیسا کہ استاد کو افعال کو شاگرد نہیں سیکھا اور شہید بھی سمجھتا ہے قرآن میں جا بجا حکم ہے کہ یہ قرآن مومنین کو ہدایت کرتا ہے۔ غرض کہ باوجود ایسے عمدہ علیہ التوحید و السلام کو آنے۔ اور اسی بیضا شریعت کو پہنچ کر ہر حضرت انسان کی قدیم عادت گئی انحضرت کو حکام کو کبھی سن نہا نہ نہین مانتے کہ دنیا اور چیزیں اور دین اور چیزیں جب ہم دنیا میں پیدا ہوئے تو مطابق اہل دنیا ہمارے کام کرنے چاہئیں اور کبھی اخبار نبی کو جو متعلق بعالم عقبی ہیں اس جہان پر قیاس کر کے (جو قیاس مع الفارق ہے) انکار کرتے ہیں اور کسی وقت معجزات عظمیٰ کا انکار صرف اس خیال سے کرتے ہیں کہ قانون قدرت کو خلاف ہے اور خداوند قانون قدرت کو خلاف نہیں کر سکتا۔ معلوم نہیں کہ ان حضرات کا قانون قدرت سے کیا مراد ہے کیا قانون قدرت یہی ہے کہ بارش وقت پر ہوتی ہے اور ہوا اس انداز پر چلتی ہے اور جاندار پر بغیر باب کو پیدا نہیں ہوتی۔ اگر یہی ہے تو اعلیٰ خلاف ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ بارشیں بے وقت بھی ہوتی ہیں اور ہوا میں انداز سے زیادہ چلتی ہیں اور ہزار جاندار اور ذی روح چیزیں بغیر مان باب کو پیدا ہوتی ہیں نیز کئی ایک لوگوں سے (جو ایسی باتوں کو قایل ہیں) بار بار پوچھا

کہ قانون قدرت سر آگئی کیا غرض ہے آجنگ کو می جواب کافی نہ دی سکا۔

میں نے یہ سوچا کہ تصانیف احمدیہ میں جو بعض اصول و احکام اسلام پر بحث و
 مکتہ چینی کی گئی ہے وہ اسی قسم سے صواب اور سکی بنا ان ہی حجابات و خیالات و توہمات پر ہے
 میں نے اپنی تفسیر قرآن جلد اول کو دیکھا اس میں پیغمبرین کو اعلیٰ علیٰ معجزون کو رد کیا ہے اس خیال سے
 کہ قانون قدرت کو خلاف میں تاویلات و تسویلات رکھیکے سے اپنے خیالات کو مطابق کیا اس
 تفسیر کو جواب میں بہت کتابیں چھپیں میرے نظریں سے سو سالہ شائعہ سنہ کو کوئی اور نہیں
 گذرا تھوڑے عرصہ کے بعد دوسری جلد بھی چھپکر پہونچی۔ اوس میں سچ کی ولادت کی نسبت
 صریح صریح لکھ دیا گیا کہ سچ نطفہ یوسف سے پیدا ہوا ہے بموجب اس قاعدی کر کے۔ یہی کتاب
 کو جینک کہ اسکی تحقیق نکر لین جھوٹہ نہ کہہ دینا چاہیئے۔ میں اس مسئلہ پر غور کی۔ اور شوق
 ہوا کہ سالہ شائعہ سنہ میں دیکھنا چاہیئے چنانچہ سالہ شائعہ اسوقت میرے
 سامنے رکھا ہوئے۔ میں ہر ایک بات کو نہایت غور اور تعمق سے دیکھا ہے۔ میں نے اپنے پیدا
 کرنے والی کو حاضر جان کر بلار و رعایت احد بنظر انصاف یہ کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں جتنا
 اشاعت سنہ نہایت عمدہ لکھا ہے خواہم اللہ خیر الجزاء۔ چودہویں صدی میں یہ مسئلہ ایسا نازک
 نکلا ہے کہ جسکی سبب سے عوام اور خواص کے دلون میں کیا مسلمان اور کیا عیسائی تہلکہ پڑ
 گیا ہے۔ اور کیوں تہلکہ نہ پڑی یہ مسئلہ کل کتب الہامی کے مخالف ہے اور اگر تم تنزل اس ثابت
 کو مان بھی لین کہ قانون قدرت کو خلاف نہیں ہوا کرتا اور پھر اگر کتب الہامیہ میں کوئی امر عجیب
 خلاف قانون مسلمہ ساری کر پایا جاوے خصوصاً جب قرآن بھی ناطق ہوا اور ہم اپنے خیالات کے مطابق
 اوسکو اولادین تعہم کیا مصداق اس آیت کہ نہوں کے افواہات من اتخذ اللہ ھواہ اور بیشک قرآن ہی
 نہ ہوگا۔ قطع نظر ازین اگر معجزہ بھی عادی موروثی تو کفار کا انکار بھیجا تھا کیا اگر کوئی نبی کھو کہ میں
 خواب میں آسمانوں پر سیر کر آیا ہوں تو اوسکو کون جھوٹا کہیگا سبب تو یہ کہ خواب
 میں ہر ایک آدمی سیر کیا کر سکتا ہے و قس کل المعجزات علو ذلک فی الجملة سچ کی پیدائش جسکی

الحال
 میں نے یہ سوچا کہ تصانیف احمدیہ میں جو بعض اصول و احکام اسلام پر بحث و
 مکتہ چینی کی گئی ہے وہ اسی قسم سے صواب اور سکی بنا ان ہی حجابات و خیالات و توہمات پر ہے
 میں نے اپنی تفسیر قرآن جلد اول کو دیکھا اس میں پیغمبرین کو اعلیٰ علیٰ معجزون کو رد کیا ہے اس خیال سے
 کہ قانون قدرت کو خلاف میں تاویلات و تسویلات رکھیکے سے اپنے خیالات کو مطابق کیا اس
 تفسیر کو جواب میں بہت کتابیں چھپیں میرے نظریں سے سو سالہ شائعہ سنہ کو کوئی اور نہیں
 گذرا تھوڑے عرصہ کے بعد دوسری جلد بھی چھپکر پہونچی۔ اوس میں سچ کی ولادت کی نسبت
 صریح صریح لکھ دیا گیا کہ سچ نطفہ یوسف سے پیدا ہوا ہے بموجب اس قاعدی کر کے۔ یہی کتاب
 کو جینک کہ اسکی تحقیق نکر لین جھوٹہ نہ کہہ دینا چاہیئے۔ میں اس مسئلہ پر غور کی۔ اور شوق
 ہوا کہ سالہ شائعہ میں دیکھنا چاہیئے چنانچہ سالہ شائعہ اسوقت میرے
 سامنے رکھا ہوئے۔ میں ہر ایک بات کو نہایت غور اور تعمق سے دیکھا ہے۔ میں نے اپنے پیدا
 کرنے والی کو حاضر جان کر بلار و رعایت احد بنظر انصاف یہ کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں جتنا
 اشاعت سنہ نہایت عمدہ لکھا ہے خواہم اللہ خیر الجزاء۔ چودہویں صدی میں یہ مسئلہ ایسا نازک
 نکلا ہے کہ جسکی سبب سے عوام اور خواص کے دلون میں کیا مسلمان اور کیا عیسائی تہلکہ پڑ
 گیا ہے۔ اور کیوں تہلکہ نہ پڑی یہ مسئلہ کل کتب الہامی کے مخالف ہے اور اگر تم تنزل اس ثابت
 کو مان بھی لین کہ قانون قدرت کو خلاف نہیں ہوا کرتا اور پھر اگر کتب الہامیہ میں کوئی امر عجیب
 خلاف قانون مسلمہ ساری کر پایا جاوے خصوصاً جب قرآن بھی ناطق ہوا اور ہم اپنے خیالات کے مطابق
 اوسکو اولادین تعہم کیا مصداق اس آیت کہ نہوں کے افواہات من اتخذ اللہ ھواہ اور بیشک قرآن ہی
 نہ ہوگا۔ قطع نظر ازین اگر معجزہ بھی عادی موروثی تو کفار کا انکار بھیجا تھا کیا اگر کوئی نبی کھو کہ میں
 خواب میں آسمانوں پر سیر کر آیا ہوں تو اوسکو کون جھوٹا کہیگا سبب تو یہ کہ خواب
 میں ہر ایک آدمی سیر کیا کر سکتا ہے و قس کل المعجزات علو ذلک فی الجملة سچ کی پیدائش جسکی

۱۵۶
مضمون غیر
تقریظ

اشاعة السنة النبوية


عَلَى جَمْعِهَا الصَّلَاةُ الْخَيْرِيَّةُ

بَارِحَةُ مُطَابِقِ جُونِ الْمَاءِ

ضمیمہ متضمن مسائل محدثین اہل السنہ

جو پیشتر شائع ہو چکا ہے

شرح قیمت و غیر امور متعلقه سال و ضمیمه



جلد چہارم

ردیف	موضوع	تفصیل خریداران بشرح مراتب	قیمت
۱	قیمت	اسلامی ریاستوں کے نواب اور رئیس	لکھ بے
۲	خاص	گورنمنٹ انگریزی و مغربی عہدہ داران گورنمنٹ و ماغنیاء و لابیہ و سویڈیا	۷۵ بے
۳	عام	متوسط اہل وسعت	۷۵ بے
۴	رعایتی	کم وسعت جو بہ نامہ ہوا سو زیادہ آمدنی نہ کھیلان رسالہ پیشگی دخل کریں	۱۲ بے
۵	علاجی	بیعت جو بہ نامہ ہوا سو آمدنی کریں مگر علمیت کریں اور اشاعت کریں -	نواب خیرت علی خیر

ضمیمہ سالہ سی علیحدہ فروخت نہ ہوگا ہاں سالہ بدون ضمیمہ ملے گی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ضمیمہ کی بات باتوں کی تفصیل و بیل سالہ میں مندرج ہو لہذا بدون سالہ ضمیمہ سے مطلب ہر ناظرین ممکن نہیں اور ہر کی کوئی بات متعلق ضمیمہ نہیں ہے اسلئے سالہ سے بدون ضمیمہ کار براری ممکن ہے۔

جنگو نام اصل سالہ یا اسکا ضمیمہ بلاد خواست پہنچو وہ حبشیہ خود اسی مہتری سے قیمت و لب الادا قصو فرما دین جن مہتری کا پرچہ وصول پاوین جنگو خریداری منظور ہو وہ اصل سالہ یا صرف اسکا ضمیمہ پس کریں۔
خط و کتابت متعلق رسالہ راقم کے نام پوری عنوان نشان مندرجہ ذیل سے ہونا ضروری ہو اور

ارسال نہ بندر یعنی آرڈر ٹاک خانہ مناسب ہے *

راقم ابو سعید حسنین لاہور محلہ سید مرہہ۔

مطبع ریاض عند امیر شہنشاہ

معدرت

جون سے اس جینے الکتوبر تک رسالہ اشاعت السنہ کے نہ نکلنے کا سبب مہری وہ بہاری ہوئی ہے جس سے مینو ضمیمہ نمبر ۱ کے خاتمہ میں اطلاع دی تھی۔ اور نیز لاہور میں عام وباء کا انتشار ہونا اور آمین میرے جملہ اہل و عیال اور ملازموں اور متعلقوں کا مبتلا ہونا اور سب کا دوبارہ کا بند رہنا اور کارندوں کا معطل ہو جانا اس کا سبب ہوا ہے۔ ہمیں اور ہمارے رسالہ پر کیا حصر ہے لاہور کے اکثر کارخانوں کا بھی حال رہا ہے۔ جو لوگ اخباروں کا مینا کرتے ہیں وہ میرے اس بیان پر خوب یقین کریں گے۔ اور جن کو اڑتی پڑتی ملکی خبریں پہنچتی رہتی ہیں وہ بھی اسکی صحت میں شک نہ لائیں گے۔ مع ذلک میں بڑے ادب کے ساتھ اپنے رسالہ کے ناظرین و خریداروں کی خدمت میں معذرت کرتا ہوں اور اس توقف کی معافی چاہتا ہوں۔ آئندہ خدا نے چاہا اور توفیق و اعانت کو شامل حال رکھا تو اس نقصان کا جبر ہو جائیگا پہلے سہی نمبروں کو پورا کر دیا جائیگا *

شکر ناہی السیما

جن حضرات و معانین نے میری التماس مندرجہ اپریل ۱۹۰۷ء کی طرف توجہ فرما کر زربا قیات ارسال فرمایا ہے اور اس حالت فقر و تنگدستی کی معافیت کا خیال رکھا میں انکادل سے شکر گزار ہوں اور ہرگز وہ موضوع اقامت ان حضرات کے انکا شکریہ ادا کرتا ہوں وہ مواضع یہ ہیں۔

بسرپ۔ پیرکوٹ۔ مٹہانہ۔ پٹیالہ۔ جالندہر تحصیل۔ دہلی۔ دیرہ دون۔ دیرہ اسماعیل خان۔ راولپنڈی۔ سیکاکل ضلع گجرام۔ عظیم آباد۔ پٹنہ۔ علی پور۔ پٹنہ۔ مظفر گڑھ۔ ہوشیار پور۔ ہاسوکی۔ اور جن بے پرواہوں نے اس التماس کی طرف خیال نہیں کیا نہ انکو رسالہ کی حالت فقر پر رحم آیا نہ ان کے خیال میں یہ سما کہ چار پانچ ہینہ سے رسالہ بند ہے پس جو لوگ (ہالطیج)

متواتر رسالہ پہنچنے پر قیمت نہ بھیجتے تھے وہ اب رسالہ نہ پہنچنے پر کب بھیجتے ہو گئے اور مصارف کارخانہ کیونکر چلتے ہوں گے۔ کیا اونہوں نے رسالہ کو مسدود و موقوف ہوا سمجھ لیا تھا؟ اور زربا قیات کو غنیمت جان لیا تھا؟ اب وہ حضرات ترجمہ فرما دیں۔ ہم اُن سے پیشگی نہیں مانگتے وہ جون سائے تک بیباقی کر دیں۔ آئندہ اس پرچہ سے سیری حاصل ہو گئی ہے تو پرچہ نہ لینے کا انکو اختیار حاصل ہے۔ پچھلے معاملہ کا تصفیہ تو انکو بہر حال بحکم شریعت و عرف واجبات سے ہے۔ ان حضرات کے مواضع سکونت کا ذکر ضروری نہیں ہے ہر شخص اپنا حال اپنے صفحہ دل سے دیکھ سکتا ہے اور اگر انکا دل اُنکے خیال کا مظہر نہ ہو تو وہی فہرست رسالہ ماہ اپریل یا ستمبر مواضع مذکورہ بالا انکی فہرست ہو +

مراسلہ

محبتی مکرئی مولوی شمس الدین صاحب سابق دیوان ریاست ٹونک حال ملازم ریاست جلیپور سلام علیکم درجہ اللہ وبرکاتہ۔ بجواب نیا زمانہ ۲۵ دسمبر ۱۹۰۷ء اپنے عنایت نامہ ۲۸ دسمبر ۱۹۰۷ء میں عدہ کیا تھا کہ بے قیمت سات نمبر اشاعت نہ بذریعہ شیخ محی الدین صاحب کتب فروش لاہور ارسال کریں گے اس مقدار قلیل کی ہنڈ وی شوار ہے مگر اس وعدہ کا آج کی تاریخ مکمل ۴۲ الگوں (۴۲) ہے ایفا نہ ہوا۔ باوجودیکہ پرچہ اشاعت السنہ آج تک برابر باریاب خدمت ہو کر شرف اجابت پانارہا۔ اس بنا پر میں کئی خطوط بنام نامی ارسال ہوئے ان خطوط کا جواب بھی نہیں ملا۔ معلوم نہیں وہ خطوط جناب کو نہیں پہنچے یا کسی اور عذر کے سبب جواب سو قاعد ہوا۔ پس خیال احتمال اول رقبہ ہذا بذریعہ رسالہ عرض خدمت ہوا ہے کیونکہ رسالہ تو یقیناً خدمت میں پہنچا اور ملاحظہ میں آئے۔ اسلئے کہ جس روز سے رسالہ خدمت میں پہنچنے لگا ہے کبھی کوئی نمبر (رفیوز ڈیا انخلیمڈ ہو کر) واپس نہیں آیا لہذا امید ہے کہ آپ بملاحظہ رقبہ ہذا ۱۹۰۷ء جو اخیر جون سائے تک مقبضیل معروض ذیل آپکے ذمہ واجب الادا ہیں ارسال فرماویں گے اور دوبارہ اندراج اس رقبہ کی اس رسالہ یا کسی اور اخبار میں حاجت بانی

نہ بنے دینگے۔ اور اگر اس رقمہ پر بھی آپکی توجہ نہ ہوئی تو ناچار یہ رقعہ نامی و مشہور اخبار و
مین ورج کر لایا جائیگا۔ اور عامہ اہل اخبار کو جو اکثر وصولی قیمت کے شاکہ، بہترین وصولی
زر کا ڈنک بتایا جائیگا۔ والسلام مع الاکرام ۛ

تفصیل

بابت جون لغایت دسمبر سال تمام ۱۳۰۰ جنوری لغایت جون ۱۳۰۱ فصیحاً ششماہی ۱۲
نقہ ابوسعید محمد حسین۔ لاہور محلہ سید پٹہ۔

نوٹس

یہی معاملہ جواب خطوط دینے کا اور قیمت ادا کر نیکا بعض اور صاحبوں سے بھی سرزد
ہو رہا ہے اُنکے ساتھ بھی بالآخر بھی معاملہ ہوگا مناسب ہو کہ اس سے پہلے وہ اپنا
تصفیہ کر لیں۔ ورنہ ہمارے اس طریق مراسلہ و مطالبہ زر کو شکایت نہ سمجھیں۔

جواب شکایت دوست

ایک معزز دوست نے مقام ملتان ضلع بنیول سے اشتہار کتاب مجمع البحرین فی دلة
الفریقین کی اشاعت السنہ مبرہ جلد ۱ کو شائع ہونے پر یہ شکایت تحریر کی ہے کہ
اُدھون نے کتاب کو ملاحظہ کیا تو مضمون اشتہار کو مطالب کتاب مطابقت نہ پایا۔ لہذا ایسے
اشتہار کا ایسے مستند رسالہ اشاعت السنہ مین ورج ہونا مناسب نہ تھا مین اس دلی دوست
کی اس شکایت کی قدر کرتا ہوں اور اسکو قدر دانی اشاعت السنہ کی دلیل سمجھتا ہوں۔ مگر مین
اشاعت السنہ کو اس شکایت کا مور و نہیں سمجھتا۔ نہ وہ اشتہار اشاعت السنہ مین ورج ہو
نہ اسپر اڈیٹر اشاعت السنہ نے کچھ اپنی طرف سے لکھا۔ وہ اشتہار بفرمایش مولف علیحدہ
چھپا۔ اشاعت السنہ کے ساتھ صرف تقسیم ہوا اور شیوع پایا ہو اور عام قاعدہ ہے کہ بڑے
بڑے مشہور و معتبر اخبار و رسائل مین بہت سی تجارتی چیزوں کے اشتہارات ورج ہوتے
ہیں پر وہ اڈیٹر کی طرف سے نہیں سمجھے جاتے ہیں اور نہ اڈیٹر اُنکے ذمہ وار ہوتے ہیں۔

ہم نے تو اس اشتہار کو درج رسالہ بھی نہیں کیا صرف رسالہ کے ساتھ شائع کیا ہے پھر ہمارا رسالہ اس شکایت کا محل کیونکر ہو سکتا ہے۔

اعلان

کتاب براہیں احمدیہ کے چھپنے میں مہتمم مطبع کی بعض مجبوریوں کے سبب توقف ہو گیا ہے اب مہتمم مطبع نے تاکید وعدہ دیا ہے کہ حصہ سیوم کو بہت جلد چھاپ کر تیار کرتا ہوں پس ناظرین و خریداران اصطبار فرما دیں اور عفو کو کام میں لا دیں۔

حاکم ارغلام احمد از قادیان ضلع گوردھپور

اشکھار

مولفین رسائل و کتب دین وغیرہ علوم کو واضح ہو کہ ان دنوں ایک کتاب مسمیٰ بام التلویح تالیف جناب منشی حسین علی صاحب فرحت دہلوی (جو خانہ ان ابوالفضل فیضی سے ہیں) لاہور میں چھپ کر تیار ہوئی ہے۔ اس کتاب میں ایک سو دو ہزار اعداد تک کے جملے و تاریخی مادے اس کثرت سے موجود ہیں کہ بنظر اسکے اس کتاب کو تاریخی مادوں کا خزانہ کہا جاسکتا ہے۔ مولف عالی ہمت نے اس کتاب میں وہ کام کیا ہے جسکو لوگ بڑی مشکل سمجھتے اور آسمین تاریخین بنانیکے وقت ہتھ غیبی سے مدولیتے۔ مولف نے عالم کو شاہ بنادیا اور اس مشکل کو آسان کر دیا۔ قیمت کتاب (پچھ) محصول ڈاک (۴) جو صاحب طالب شائق ہوں وہ بار سال قیمت میں شمار علی صاحب شہتاد و پیر اخبار انجمن پنجاب لاہور یا الہی بخش کتب فروش لاہور یا زار کشمیری سے درخواست کریں +

اشکھار

جب بھانگ نوبت پہنچ گئی کہ سید احمد خان صاحب نے صاف یہ لکھ دیا کہ نبوت خدا کی طرف سے مقرر نہیں ہوتی اور نہ خدا کی طرف سے کوئی پیغام لاتا ہے اور جو پیغام لانیوالا پیغمبر کو نظر آتا ہے وہ (نعوذ باللہ منہا) صرف اسی طرح کا خیال ہوتا ہے جیسے مجنون کو

بند سجاتا ہے معجزات کا بالکل انکار کیا اور معجزات کی دلیل نبوت ہو نہیں بہت سی گفتگو کی۔ حضرت موسیٰؑ کی واسطے جو دریا کا پانی جدا ہو گیا تھا اسکو درجہ جز بتایا۔ معجزہ کو انکار کیا۔ ملکہ کے وجود سے بالکل انکار کیا اور یہ بھی صاف کہہ دیا کہ قرآن سے جو حکم ثابت ہو یقین کر نیکے قابل نہیں۔ احادیث صحیح کا انکار تو اپنے اور فرض سمجھ لیا اور رسول اللہ کے قول کی ذرا بھی دقت نہ سمجھی فرشتوں کو یہ کھا کہ وہ مسلمانوں کے اعتقاد کے بموجب چلیں کی طرح منڈلاتے پرتے ہیں۔ حورون کو اس ملک کی لکھو سنوں سے تشبیہ دی جنت و نار کی حقیقت جو قرآن سے ثابت ہوتی ہے اسکو یہودی بتایا چنانچہ سب تیسرتا سید احمد خان صاحب کی تفسیر میں موجود ہیں۔ اور یہ مضامین اردو میں چھاپ کر شائع کرنے شروع کئے اور لوگوں نے اُن مضامین کو نہایت عجیب سمجھ کر بہت شوق سے دیکھنا شروع کیا اور اس قسم کی کتابیں گران قیمت ہاتھوں ہاتھ بکنی شروع ہوئیں اور انکے دیکھنے سے عوام کے اعتقاد میں خرابی آنے لگی۔ اور خدا نخواستہ مذہب اسلام میں فتنہ عظیم پیدا ہو نیکا خوف ہوا پس ہننے اسکی توفیق سے حسبہ سداس فتنہ کے دفع کرنے کے لئے کمر ہمت باندھی ہے اور نیچر یون کی سو میں ماہوار ایک پرچہ بطور اخبار جاری کرنا تجویز کیا جو جسکی قیمت سالانہ گورنمنٹ انگریزی و والیان ملک سے عہدہ رسوا، امر سے عہدہ عام شایقین سے عہدہ معصود لٹاک مقرر کی گئی ہے۔ یہ پرچہ یکم ماہ شعبان سے جاری ہونے پر اردن دینی سے توقع ہے کہ حمایت اسلام کو فرض سمجھ کر اس کا رخیر میں ہماری مدد کریں تاکہ اُسکے مصارف کے شکلات اُسکے اجراء کے مانع نہ ہوں اور انکی مدد صرف استدر کافی ہے کہ ایک ایک پرچہ اپنے ملاحظہ کے واسطے منظور فرماوین ہر قسم کی تحریک اور کو اغد زر جر جبری شدہ بنام مالک مطبع آنا چاہیں جو حضرات مضامین سے امداد فرمائینگے ایک پرچہ مفت پائینگے *

العبد محمد امجد علی مالک اخبار عظیم مرآۃ اباد

ادب کا مختصر

اس سالہ کے دو نمبر بابت شعبان و رمضان ۱۳۹۵ء میری نظر سے گزرے ہیں، تلف رسالہ نے جزاء اللہ خیراً، تحریر و بیان میں ایسا اختصار و ایجاز مد نظر رکھا ہے کہ گویا دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے و مع ذلک جس مضمون سے تعرض کیا ہے اس میں الزام مخاطب کو حد کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اس کمال معنوی پر اس کا حسن صدوری اور ہی جلوہ دکھارہا ہے اور حلیہ خط زیبا اور طبع مصفا زینت دو بالاکر رہا ہے۔ تسبیح و تہنید ہر سے غامی قلیل ہے۔ شایقہ دور و اور اس یوسف کے خریداروں میں داخل ہو کہ ہاں الفاظ خدا کا شکر ادا کرو گے جمادی چند و آدم جان خریدم۔ بجز اللہ عجیب زان خریدم

رسالہ نیچر خوبی پر

ریویو

یہ رسالہ میری ایک عزیز دوست ڈاکٹر خوب داو خان کی تالیف ہے اس میں مولف نے نیچر (یعنی مخلوقات) کے صنائع و بدائع کو اس خوبی سے بیان کیا ہے کہ اس سے بے اختیار وجود خالق کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ اور اس بیان سے امام غزالی کے اس قول کو تصدیق کیا ہے جو ان کے رسالہ منقذ من الضلال سے اشاعت السنہ نمبرہ جلد ۱۳۶ میں منقول ہوا ہے کہ حکماء طبعیین نے عالم طبیعت اور عجائبات حیوانات و نباتات میں (جو منجملہ نیچر ہیں) بحث کی اور علم تشریح اعضا حیوانات کو ٹٹولا اور اس میں خدا کے عجائب صنائع کو دیکھا تو انکو ناچار خداوند عالم کے وجود کا قائل ہونا پڑا۔ اور اس تشریح اور عجائبات منافع اعضا میں جو کوئی غور کرے گا اسکو ضرور علم بوجود خالق حاصل ہوگا۔

میں اس رسالہ کو بدل پسند کرتا ہوں اور اہل شوق کو اسکی خریداری کی رغبت دلاتا ہوں اسکی قیمت معہ محصولہ (۴) مقرر ہوئی ہے اور مواضع فروخت مقامات ذیل میں۔

(۱) دہلی بازار فتحپوری۔ دوکان شیخ نور الدین سوداگر اور دیات انگریزی۔

(۴) دہلی چلی قبر۔ دوکان ڈاکٹر غفار وادخان۔

(۵) رانی کہیت کسیرٹ۔ مقام سکونت مولف سلمہ اسد۔

مناظر کا مذہبی

مناسبات

لائق توجہ گورنمنٹ و اراکین ہندو ملت

جو حقیقت بحث و مناظرہ تقریری و تحریری کے لئے ایک سترا العمل قانون اس میں ہے اور اس سے عموماً مباحثات تحریری و تقریری مختلف فرقہ ہا اہل اسلام۔ ہندو۔ نصاریٰ وغیرہ مذاہب پر ہر مضافی رائے کو رائے لگانیکا موقع مل سکتا ہے کہ از انجا کونسا مباحثہ مبنی بر انصاف و شمر خیر ہو اور کونسا مجادلہ مبنی بر اعتساف و منجر لعنا و دشمن ہے :

مناظرہ اصطلاح علماء فن میں اس بحث و گفتگو کا نام ہے جو اظہار صواب و تحقیق حق کے نظر سے کی جاتی ہے اور یہ مناظرہ حق و باطل و صواب و خطا مختلف اراء کے تحقیق و تمیز کے لئے عمدہ ذریعہ ہے۔ یہ مناظرہ نہ ہوتا تو بہت سی باتوں کے صواب و خطا کا ان نہ ہوتا۔ مگر افسوس ایک مدت دراز سے مختلف فرقہ ہا اہل اسلام وغیرہ اہل مل و نحل سے وجود مناظرہ عقاصفت ہو گیا ہے اور بجائے اسکے **مجادلہ** (جو بحث بغرض الزام مخاطب سے عبارت ہے یا مکابلہ) (جو بلا کسی غرض و منفعت کے شور و شغب کر لیا نام ہے) اگر لوگوں میں مروج و دستور العمل ہو رہا ہے۔ پری نہفتہ رخ و دیو در کیشمہ و ناز + بسوخت عقل زحیرت کہ این چه بوا العجبیت۔ پہ اس مجادلہ یا مکابره میں بھی تہذیب انصاف ہو کام نہیں لیا جاتا۔ بلکہ بے تہذیبی و انصافی کو درجہ کمال پر پہنچایا جاتا ہے انکے مناظرے (جو حقیقت مجادلہ یا مکابره ہیں) دو قسم ہوتے ہیں۔

قسم اول مناظرات تقریری قسم دوم مناظرات تحریری -

قسم اول کا بعینہ وہی حال ہوتا ہے جو درندوں (تسین جنس و نام سے لحاظ آتا ہے) کی لڑائی میں دکھائی دیتا ہے۔ جب دو درندے آپس میں مقابلہ کرنا چاہتی ہیں تو پہلے ایک دوسرے کو میوڑی چڑھا کر تیز نگاہ سے دیکھتا ہے، پھر تھوڑی تھوڑی گونجتی ہوئی آواز تہنوں سے نکلتی ہے۔ پھر تھوڑا سا جبر اکھلتا ہے اور دانت دکھائی دینے لگتے ہیں۔ پھر حنق سے آواز آنے لگتی ہے۔ پھر دو باچہیں چڑجاتی ہیں اور دانت باہر نکل آتے ہیں اور مونہہ سے جھاگ نکل پڑتی ہے اور سخت آواز کے ساتھ ایک دوسرے پر حملہ کرتا ہے اسکی ٹانگ اسکو مونہہ میں اور اسکا ماتہ اسکی جبرے میں اس نے اسکو پیار اور اس نے اسکو بچھاڑا آخر جو دونوں میں سے کمزور ہوا دم ڈبا کر بھاگا۔

یہی حال ان بے انصاف و غیر مذہب مجادلین کی مجالس مناظرہ میں ہوتا ہے پہلے ایک دوسرے کو آمشگی سے ایک ایسی الزامی بات جو اسکا دل دکھائے لکھتا ہے وہ اسکی جواب میں ویسی ہی الزامی بات اسکے ذمہ لگاتا ہے۔ پھر وہ جواب میں کہتا ہے تم جاہل ہو اس بات کو تم کیا جانو۔ وہ جواب دیتا ہے تم کافر ہو تم سائل دین کو کیا سمجھتا ہو۔ پھر دونوں فریق کی نگاہیں بدل جاتی ہیں تیوڑیاں چڑھ جاتی ہیں باچہیں چڑھ جاتی ہیں دانت نکل پڑتے ہیں مونہہ سے تھوکا ڈرنے اور جھاگ نکلنے لگتی ہے سانس چڑھ جاتا ہے جھنجھٹ شروع ہو جاتی ہے۔ آستینیں چڑھا کر ماتہ پھیلا کر ایک دوسرے پر حملہ کرتا ہے اسکی فہاری اسکی ہاتھ میں اور اسکی گردن اسکی نعل میں۔ اسکا جوتا اسکو سر پر اور اسکا مکہ اسکی مونہہ پر خوب سر بھپٹول ہوتی ہے۔ آخر کمزور آدمی پٹ کر کڑے چھڑتا سر کے بال سنوارتا ہوا گھر کی راہ لیتا ہے۔ اور اگر اس مجلس میں کوئی عقلمند ہوا ہوا اور مار پیٹ کی نوبت نہ آئی تو گالی گلیچ تو ضرور ہی ہوتی ہے۔ پھر مار پیٹ کی کچھری عدالت میں نکالی جاتی ہے اس نے اس پر نوہین مذہب کی نالاش کر دی اس نے اسپر

ازالہ حیثیت عرفی کی عرضی دی۔ آخر فریقین میں سے کسی نہ کسی کو قید یا جہانہ کی سزا ہوئی ہے یا مچھلکہ وضاحت دیکر خلاصی ہوئی ہے اور اگر کسی دور اندیش کے کھنڈہ سننے سے بالکل رک گئی تو اسکی کسر تحریرات و اخبارات کے ذریعہ نکالی جاتی ہے کوئی (حبس کا فتویٰ چلتا ہے) تو اپنی مخالف کی نسبت گریز و فرار کا اشتہار دیکر یہ فتویٰ لگاتا ہے کہ اسکا حقہ پانی بند کیا جاوے اور اسکی پیچھے کوئی نماز نہ پڑھے اور اسکے ساتھ کھانا پیٹنے ملے بیٹھنے کا ہر تاؤ و معاملہ کوئی نہ رکھے جو ایسا کرے گا وہ بھی دین سے خارج کیا جائے گا اور اسکا حقہ پانی بند ہوگا۔ اور کوئی رجوعی قاضی نہیں ہوتا (اخباروں و اشتہاروں کے ذریعہ سے اپنی مخالف کی گریز و فرار و کفر و ارتداد کی تشہیر کرتا ہے) اور اسکی نسبت جو نکتہ اہم ہو سو لکھتا ہے۔ الغرض ایک دوسرے کے ذیل کریمین کوئی دقیقہ فرو کرنا نہیں ہوتا۔

اسکا سہ اصل اصول یہی ہے کہ پچھلے ہی سے ہر ایک فریق کو اپنے مخالف کا ذلیل کرنا منظور ہوتا ہے۔ اور جلسہ مناظرہ اسی غرض و تقرب سے منعقد کیا جاتا ہے۔ حق کہنا یا حق سنا اپنی غلطی پوچھنا یا دوسروں کی غلطی بتانا کسی کو، نظر نہیں ہوتا پھر اس ذلیل کرنے میں کوتاہی کرنے میں خلاف مفروض لازم آتا ہے جسکا ارتکاب ایسے مشہور پہلوانوں سے کب ممکن ہے۔ لہذا جسے جس قدر بن آتی ہے تذلیل خصم میں کوشش کرتا ہے۔

یہ باتیں مینے فرضی و احتمالی نہیں کہیں بلکہ واقعی و یقینی بیان کی ہیں جو اپنی آنکھوں سے دیکھی یا کانوں سے سنی ہیں۔

لاہور۔ امرتسر۔ بٹالہ۔ وزیر آباد۔ مانگلی والہ بھیرہ خوشاب۔ لودھیانہ۔ دہلی۔ کوئلی لوہارن۔ پیلی بہت۔ آرہ۔ وغیرہ متعدد مقامات کی مناظرات میں ان باتوں کا وقوع ہوا۔ کہیں مار پیٹ ہوئی کہیں فتووں کی تلوار چلی

تصدیق بعد

اسمقام جس جگہ فی کس میں ہمارا ہوا۔ دوسری کتاب کو تصدیق و یاد دہانی ہوا جو اس خراسان بمسکال ہوندا
صفحہ ۱۶۶ لاہور میں کاتب و لکھوانا شروع کیا اثناء اس جلد نظر ناظرین ہونگا۔

کہیں عدالتوں تک نوبت پہنچی کہیں اخباروں و اشتہاروں میں خاک اوڑھی۔ اور سب و شتم و طعن و توہین سے تو کوئی مجلس خالی نہیں گزری۔ میرے اس بیان میں کسی شک ہوگا تو میں تفصیل حالات مناظرہ ہر ایک مقام کی اوسکی تسلی کروں گا۔

ان مناظرات کا یہ حال دیکھ کر نینب لہا سال سے انکی مجالس عامہ میں مناظرہ کرنے سے اعراض و انکار اختیار کر رہا ہے اور جب کوئی بڑبڑ مثل مشہور (تومان نمان میں تیرا مہمان) خواہ فحواہ مدعی مناظرہ ہوتا ہے تو اس کے سامنے ایسے شروط کو پیش کیا جاتا ہے کہ اولاً تو اون شروط کی میں و برکت سے وہ ظاہری مناظرہ (جو حقیقت اور باطن میں جہاد مجادلہ ہوتا ہے) وقوع میں نہ آوے اور وہ شروط اس معدن شر و فساد کے روکنے کو لئے قل اعوذ برب الفلق الہ و قل اعوذ برب الناس الخ کا کام دین اور اگر وہ مناظرہ وقوع میں آ بھی جاوے تو جس شر و فساد کا اس سے اندیشہ ہوتا ہے وہ واقع ہونے پاوے۔ مفیدین کی نیت فساد دل کی دل ہی میں رہ جاوے اور شروط کی پابندی اونکو کچھ نہ کرنے دے۔ وہ شروط سحر یا اعجاز کا کام دین اور بظاہر حقائق بطور خرق عادت انکی مجادلہ کو مناظرہ بنا دین۔

اون شروط کو بینے مختلف اوقات و متعدد مواضع میں پیش کیا ستم میں بتمام وزیر آباد۔ و سٹی و جون ستم میں بتمام کاٹھ گڈہ (چنانچہ اخبار سفیر ہند مطبوعہ ۶ مئی و جون ستم میں مندرج ہے) اور اکتوبر ستم میں بتمام بٹالہ خلع گورداسپورہ (چنانچہ ضمیمہ اخبار سفیر ہند مطبوعہ ۷ اکتوبر ستم میں مرقوم ہے) اور اپریل ستم میں بجواب درخواست مناظرہ اہل دہلی۔ چنانچہ اشاعت السنہ نمبر ۶ جلد ۳ میں منقول ہے۔ آخر می شروط طبعو اہل دہلی کے جواب میں پیش کی گئی تھیں اونکی تفصیل معروض ذیل ہے

جنگے عرض و بیان سے غرض یہ ہے کہ ناظرین اور وہ اراکین جنکو ہم اس مضمون کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں اون شروط کو غور کی نگاہوں سے دیکھیں پھر اونکے واجبی یا ناواجبی ہونے کی نسبت منصفانہ رائے دیں۔

وہ شروط یہ ہیں

الف حضرات مخالفین مدعیان مباحثہ صاحب دپٹی کمشنر ضلع سے درخواست کریں کہ ہم عام مجلس میں مذہبی گفتگو کرنا چاہتے ہیں ہکو پولیس کی مدد و بجاوے اور شور و فساد سے مجلس میں امن رہے جب تک یہ انتظام مجلس کا نہ ہو گا عام مجلس میں منع کیا جاوے گا۔

ب اس مجلس عام کی حاضرین کی بھی فہرست لکھی جاوے تاکہ وہ لوگ جو ثقہ نہیں نہ عزت کا خوف رکھتے ہیں نہ مواخذہ پولیس سے ڈرتے ہیں اور سخت کلامی سے رہ نہیں سکتے اس جلسہ میں شامل نہ ہونے پاویں۔

ج فریقین سے ایک ایک شخص گفتگو کی واسطے مقرر ہو اور اسکے سکوت کو سب اپنا سکوت و الزام مان لیں اور جب وہ ساکت ہو کر رہ جاوے تو پھر دوسرے شخص کو اسی شرط سے پیش کریں۔

د کوئی شخص جانہیں سے کلام مناظرین میں دخل نہ دے نہ شہادت نہ اعانتہ نہ صراحتہ نہ اشارہ

ه کوئی شخص مناظرین و حاضرین مجلس کی نسبت سخت کلامی و توہین نکی نہ زبان سے نہ کسی فعل یا اشارہ سے۔

و جو کچھ یقین بیان کرنا چاہیں وہ پہلے تحریر میں آوے پھر تقریر میں اور تا اختتام کلام ایک فریق کے دوسرا شخص لب نہ ہلاوے۔

ز اثناء گفتگو میں بحث مقصود سے خروج نہ ہو اور اگر کوئی اجنبی امر مقصود کا

موقوف علیہ ہو تو اسکو قبل از بحث طے کر لیا جاوے۔

ح مسائل بچو شہ مقرر کئے جاوین۔ پہر قبل اختتام بحث اون مسائل کے فریضہ دوسری طرف نہ جاوین۔

ط جب کسی فریق کے نزدیک بحث اختتام کو پہنچے تو تحریرات طرفین کسی منصف مسلم الطرفین کے پاس ارسال کیجاوین۔ پہر جو منصف صاحب بحث روئد اتحریرات (نہ اپنی خیالی تحقیقات) کے فیصلہ کرے وہ فریقین تسلیم کر لیں۔
 ی جو شروط مذکورہ خصوصاً شرط چہارم و پنجم کا خلاف کرے وہ مجرم قرار دیا جاوے اور پانسو روپیہ جرمانہ کی سزا کا مستحق ہو۔ اور یہ بات بطور اقرارنا فریقین سے لکھوائی جاوے۔

ان شروط نے اکثر مواضع میں تو مہودیتین کا کام دیا اور اصل مناظرات معدن فسادات کو وقوع سے روکا۔ اور بعض جگہ مناظرہ وقوع میں آیا تو ان شروط کی برکت سے عین مجلس مناظرہ میں شر و فساد نہونے پایا۔ اگرچہ بعد اختتام مناظرہ خصوم نا انصافی نے بذریعہ تحریرات و اشتہارات اپنا آخری کام کر لیا۔ اصل واقعات کو برخلاف واقع مشہور کر کے لوگوں کو ہلکایا اور پہلی حالت سے ہٹایا اسی نظر سے میں ایسے مناظرات کے نہونے کو ہونے پر (اگرچہ پابندی شروط ہون) ترجیح دیتا ہوں۔ اور جن مواقع پر عدم تسلیم شروط کے سبب مناظرہ موقوف رہا انکو اون مواقع سے جہاں پابندی شروط وقوع میں آیا نہیطر مال و انجام کار بہتر سمجھتا ہوں اور اکثر جہاں کہیں سے مناظرہ کے لئے میری طلبی ہوتی ہے اعراض و انکار کر جاتا ہوں۔

میرے بزرگ مہود دشمن و نادان دوست میرے اس اعراض و انکار کو گریز و فرار و پست ہمتی و بزدلی کہتے ہیں مگر میں بخیاں مال و انجام کار اس

اعراض و انکار کو بڑھی خوشی و افتخار سے اپنا شعار سمجھتا ہوں۔ اور ایک بار
 نہیں ہزار بار کہتا ہوں کہ میں ایسے مناظروں سے ہمیشہ کے لئے انکاری ہوں۔
 میرے اس انکار کو وہ لوگ دنیا میں پہلا وین اور مجھے کہی کسی مناظرہ میں نہ
 بلا وین۔ مان ایسے مناظرات سے مجھے انکار نہیں ہے جو درحقیقت مناظرات
 ہوں۔ یعنی دوستانہ بحث و گفتگو بغرض اظہار صواب و تحقیق ہو۔ تقریر اپنی
 غلطی خیال کا دریافت کرنا یا دوسرے کی غلطی رائے کا اخلاق و محبت انسانیت
 سے ظاہر کرنا چاہیں اور وہ لوگ بھی ایسے ہوں جنہیں باہم سابق کینہ و عداوت
 و بد اخلاقی و نفسانیت پنائی جاوے۔ بلکہ حسن خلقی و نیک نیتی سے اونکی شہرت
 ہے۔ اور مجمع عام میں او باش خلائق کا جمع کرنا بھی وہاں مرکوز خاطر نہ ہو۔ دوچار
 دوست باہم ملکر بیٹھیں اور نہایت متانت و شائستگی سے گفتگو کریں۔ جب ایک
 دوسرے کے جواب و خلاف میں کچھ کہنا چاہے تو ایسے الفاظ سے اپنے خلاف کو
 تعبیر کرے کہ دوسرے کو اس میں مخالفت و نفسانیت کی بونہ آوے مثلاً یوں کہو
 کہ آپ کا فرمانا بجا ہے مگر میرے فہم ناقص میں نہیں آیا۔ آپ اس مدعا کو دوبارہ
 ادا کریں۔ اور میرے ان شکوک کو جو اس مدعا کے سمجھنے سے مجھے مانع ہو چکے
 ہیں حل کر دیں۔ یا یوں کہے کہ آپ کی تقریر ماشاء اللہ نہایت سچائی و نیک نیتی پر
 مبنی ہے مگر افسوس فلان فلان وجہ سے مجھے اس سے توافقی کرنے میں
 عذر ہے۔ اسی قسم کے دو تین دفعہ تقریریں کریں۔ پھر جب دیکھے کہ مخاطب
 ہماری بات نہیں سمجھتا۔ یا جو وہ کہتا ہے اپنی سمجھ میں نہیں آتا تو اس گفتگو
 کو دوسرے وقت پر موقوف و معلق کر دے اس پر ایہ عذر ہے کہ اس وقت
 ہمارا فہم اس گفتگو کے سمجھنے سے قاصر ہے اسلئے اسکو دوسرے وقت پر
 ملتوی کیا جاتا ہے۔ اس عنوان سے گفتگو ہو تو تقریر حق و مدلل دوسرے کے

دل میں تریاق کا سا اثر پیدا کرے اور مناظرہ واقعی اثر دکھائے۔

قسم دوم (یعنی مناظرات تحریری جو بذریعہ کتب و رسائل وقوع میں آتی ہیں) کا بھی ایسا ہی حال ہوتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ انہیں سرپیٹول اور جو تم جو تا کی نوبت نہیں ملتی باقی سب و شتم و طعن و توہین و فتوون اور نالشون کی تلوار بدستور چلتی ہے۔ ان سب باتوں کی تفصیل اور اسکی شناعة و قباحت پر دلیل سے بچے اس مقام میں بحث نہیں میری بحث دوا امر سے ہے اور ان ہی کی طرف ناظرین کو توجہ دلانا میرا مقصود ہے۔

امراقل یہ کہ ان تحریرات میں بعض اشخاص اپنے مخاطب کے علاوہ اسکے معبودوں و اکابر مذہب کو برا کہتے ہیں اور مہم و توہین سے یاد کرتے ہیں اور یہ امر میرے خیال و علم میں کسی مذہب کے رو سے جائز نہیں ہے۔ اور مذاہب کے نقل و بیان سے تو میں اس مقام میں تعرض نہیں کرتا اسکو ان ہی مذاہب کے حامیوں اور عالموں کے بیان پر حوالہ کرتا ہوں۔ مذہب اسلام کے ہدایت و نصیحت کو اس مقام میں یہ ناظرین کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے مَتَّ كَالِي دُونَكَ وَجْهَكَ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ مَا كُنَّا نَعْلَمُ (ایسا کرو گے) تو یہ آراہ تعدی خدا کو گالیان دینگے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (انعام ۱۳۶)

اور اس کے رسول مقبول نے فرمایا ہے کبیرے گناہوں سے ایک بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے مان باپ کو لعنت کرے لوگوں نے نہ کہا

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَلَّمَ الْكَلْبَ كَلَّمَ
إِن يَلْعَنُ الرَّجُلَ وَالِدَيْهِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلَ
وَالِدَيْهِ قَالَ يَلْعَنُ الرَّجُلَ فَيَسُبُّ آبَاءَهُ وَيَسُبُّ فَيَسُبُّ أُمَّهُ
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ص ۸۸۳ فی صحیحہ۔

یا رسول اللہ صلعم مان باپ کو کوئی کیونکر
لعنت کرتا ہے۔ فرمایا یہ کیسے باپ کو گالی
دیتا ہے وہ اسکے بدلے اسکے باپ کو گالی
دیتا ہے یہ اسکی مان کو گالی دیتا ہے وہ

یہ آیہ خدا تعالیٰ نے مشرکین عرب کے اس قول کو کہ ”تو نے قرآن کو گویا سیکھا ہے“ ذکر کرنے کے بعد فرمائی ہے جس سے مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان انکے اس قول کو سنکر اسکے بدلے و مقابلہ میں انکے معبودوں کو برا نہ کہیں۔ ایسا نہ کہ وہ اسکے بدلہ میں خدا کو برا کہنے لگ جاویں۔ اس میں ہمارے عین مقصود اور مبحث کا قانون بتایا اور یہ فرمایا ہے کہ جب بحث و مناظرہ میں ختم جہالت و نفسانیت اختیار کرے تو اس کے جواب میں تم جہالت اختیار نہ کرو بلکہ درگزر کر کے اعراض کر جاؤ۔ چنانچہ دوسری آیات میں ارشاد فرمایا ہے۔ جب مومن لغوبات کسی سے سنتے ہیں تو اس سے

منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لئے
ہمارے اعمال تمہارے لئے تمہارے۔ اور
فرمایا جب ان سے جاہل مخاطب ہوتے ہیں
تو وہ سلام کہہ کر پیچھا چڑھتے ہیں۔ اور فرمایا

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا
أَعْمَالُ وَأَعْمَالُكُمْ - قصص ۶۷
وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا
وَإِذَا مَرَّ بِاللَّغْوِ مَرَّ كِرَامًا - فرقان ۶۸

جب وہ پیوہہ مجالس سے گزرتے ہیں تو ان سے بچکر نکل جاتے ہیں۔

یہ معنی آیت کے جو ہمارے خیال میں آئے ہیں بعینہ امام رازمی نے تفسیر کبیر میں فرمائے ہیں چنانچہ کہا ہے۔ ”اعلم ان هذا الكلام ايضا متعلق بقوله هم للرسول اما جمعت هذا القرآن من مدارس الناس من انكرتهم فانه لا يجعلان بعض المسلمين اذا سمعوا ذلك الكلام من الكفار غضبوا وشتموا آلهتهم على سبيل المعارضة ففى الله تعالى عن هذا العمل لانك متى شتمت آلهتهم غضبوا فربما يذكروا الله تعالى بما لا يتبعى من القول فلاجل الاحتراز عن هذا الحد وجب الاحتراز عن ذلك المقال - وبالجملة فهو تنبيه على ان خصمك اذا شافهاك بمهل وسفاهة لم يترك ان تقدم على مشافهته بما يحزى مجرى كلامه فان ذلك يوجب فتح باب المشافهة والسفاهة وذلك لا يطبق بالعقلاء -“

اس عبارت کا خلاصہ ترجمہ وہی ہے جو پہلے بیان معنی آیت میں کیا ہے اسکو
 اعادہ و تکرار کی حاجت نہیں ہے۔ اور تفسیر کبیر و معالیم وغیرہ میں یہ بھی
 کہا ہے کہ مسلمانوں نے ان کے معبودوں کو برا کہا پس اس آیت کا نزول ہوا۔ اور
 تفسیر معالیم میں ہے کہ ابن عباس (صحابی) نے فرمایا ہے جب آیت (انکم و
 ماتعبدون من دون اللہ حصب جنم نازل ہوئی تو مشرکین
 نے کہا یا محمد ہمارے معبودوں کے برا کہنے سے تو
 باز آؤ نہ تم تیرے رب کو برا کہینگے۔ پس خدا تعالیٰ نے
 ان کے معبودوں کو برا کہنے سے منع کر دیا۔ قتادہ (تابعی)
 نے کہا یہ مسلمان بتوں کو برا کہتے تھے۔ تفسیر خدا تعالیٰ
 نے انکو اس سے منع کیا تاکہ وہ خدا کو برا نہ کہیں اس لئے
 قتادہ کان لیسوا اجنام کہ وہ جاہل قوم تھے (اسکے بعد معالم میں وفات البوطی
 الکفار فہم اللہ عز وجل کا قصد نقل کیا جس میں اسی قسم کا بیان ہے۔ یہ فرمایا)
 لیسوا اللہ فہم قوم جب یہ آیت ممانعت و شتام دہی نازل ہوئی تو انحضرت
 جملہ ... فلما نزلت هذه الآية
 قال رسول الله صلعم لا تخافوا
 لا تسبواکم فامسک المسلمون عن سب
 عن سبائهم وظاہر الآية
 وان کان فیما عن سب الاضیافہ

مجدد العصر مشہر العلم فی البدو والحضر مرجع العز والکمال نواب ریاست بہوپال لازال
 بالاقبال نے تفسیر فتح البیان میں فرمایا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں یا محمد
 والمعنی لا تسب یا محمد اللہ کفار کے معبودوں کو برا نہ کہہ یہ خدا کو برا کہنے کا سبب

هؤلاء الكفار التي يدعونها من دون
الله فيشيب عن ذلك سبهم لله
عدوانا ونجا عن الحق وجهلا
منهم وفي هذه الآية دليل على ان
الداعي الى الحق والناهي عن الباطل
اذا اختشيان تيسبب عن ذلك ما هو
اشد منه من اهانك جرم ومخالفة
حق ووقوع في باطل اشد كان التوك
اولى بل واجبا + + + وقد ذهب
جمهور اهل العلم الى ان هذه الآية
محكمة ثابتة غير منسوخة وهي اصل
اصيل في سد الذرائع وقطع التطرف
الى التشبب + + + وعن ابن عباس قال
قالوا يا محمد صلعم لتنهين عن سبائكنا
اولم نجون ربك فنهاهم الله ان ليسبوا
او قالهم فیسبوا الله عدوا لغير علم
وقد ثبت في الصحيح ان رسول الله
صلعم قال ملعون من سب والد
قالوا يا رسول الله وكيف ليسب الرجل
والديه قال ليسب ابا الرجل فيسب
اباه وليسب اماه فيسب امه

ہوگا اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ
جو شخص لوگوں کو حق کی طرف بلاوے اور
باطل سے ہٹاوے جب سکو اس امر و بھی
کے سبب اس سے بڑیکہ تنگ حرمت و
مخالفت حق و ارتکاب باطل کا خوف ہو تو
اس وقت امر و بھی کو ترک کرنا اولیٰ بلکہ واجب
ہے۔ + + + جمہور اہل علم قائل ہیں کہ آیت
محکمہ منسوخ نہیں۔ اور یہ فساد کو ذریعہ
کے روکنے اور شبہوں کی طرف چلنے کو تورو
کے لئے عمدہ قانون ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ (سکروں نے) کہا اے محمد تو مجھے مجبور
کے برا کہنے سے باز آئیں تو ہم تیری خدا کو
برا کہنے پس خدا نے ان کے بتوں کے برا کہنے سے
منع کیا تاکہ وہ خدا کو برا نہ کہیں۔ اور صحیح بخاری
میں ثابت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ملعون ہے
جو مان باپ کو گالی دے یا کسی کو گالی دے کہانا
باپ کو کوئی کیسے گالی دیتا ہے فرمایا یہ کیسے
باپ کو گالی دیتا ہے وہ اسکے باپ کو گالی دیتا
ہے یہ کسی کی مان کو گالی دیتا وہ اسکی
مان کو۔

نقَالَ اِنْ يَقُولُ اِنْ شَتَمَ الْاَصْنَافَ
 مِنْ اَصُولِ الطَّاعَاتِ فَكَيْفَ يَحْسَنُ
 مِنَ اللَّهِ تَعَالَى اِنْ يَنْهَى عَنْهَا وَالْخَوَافِ
 اِنْ هَذَا الشَّتْمُ اِنْ كَانَ طَاعَةً لَا
 اِنَّهُ اِذَا وَقَعَ عَلَى وَجْهِ يَسْتَلْزِمُ وَجْهًا
 مُنْكَرًا عَظِيمًا وَجِبَاحًا اَحْتِزَّازًا مِنْهُ
 وَالْأَمْرُ هَهُنَا كَذَلِكَ اِنْ هَذَا الشَّتْمُ
 كَانَ يَسْتَلْزِمُ اِقْدَامَهُمْ عَلَى شَتْمِ اللَّهِ
 وَشَتْمِ رَسُولِهِ وَعَلَى قَتْلِ قَتْمِ بَابِ
 السَّفَاهَةِ وَعَلَى تَغْيِيرِهِمْ عَنْ
 قَبُولِ الدِّينِ وَادْخَالِ الْغِيْظِ
 وَالْغَضَبِ فِي قُلُوبِهِمْ فَلَكُونَهُ
 مُسْتَلْزِمًا لِهَذِهِ الْمُنْكَرَاتِ وَقَعَ
 النَّهْيُ عَنْهُ + + + قَالَ وَهَذِهِ
 الْآيَةُ تَدُلُّ عَلَى اَنْ اَلْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ
 قَدْ يُقِيمُ اِذَا اِدَّتْ إِلَى اَنْ يَرْكَبَ مُنْكَرًا نَهَى
 عَنِ الْمُنْكَرِ يُقِيمُ اِذَا اِدَّتْ إِلَى اَنْ يَرِيَا مُنْكَرًا غَلِيَةً
 الظَّنُّ قَائِمَةٌ مَقَامَ الْعِلْمِ فِي هَذَا الْبَابِ
 وَفِيهِ تَلْجِيبُ مَنْ يَدْعُو إِلَى الدِّينِ لِيُؤَلَّاهُ
 يَتَشَاغَلُ بِمَا لَا فَايْدَةَ لَهُ فِي الْمَطْرُوقِ اِنْ

اور تفسیر کبیر میں امام رازی نے فرمایا ہے اس پر کوئی یہ شبہ کر سکتا ہے کہ تو نگو
 برا کہنا تو تابعداری کی جڑ ہے پہ اس
 خدا تعالیٰ کا منع کرنا کیونکر درست ہو سکتا
 ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ برا کہنا اگرچہ
 تابعداری کی بات ہے مگر جب تابعداری
 ایسے طور پر وقوع میں آوے جس سے
 بہت بُری بات پیدا ہو تو اس سے بچنا لازماً
 ہے اور یہ جان ہی امر موجود ہے انکی تبہون کو
 برا کہنا خدا کو برا کہنا اور رسول کو گالیان
 دینے اور جہالت کا دروازہ کھل جانے
 اور اُن لوگوں کو دین اسلام سے بگاڑ اور انکر
 دلوں میں غیظ و غضب پیدا کرنا کا موجب
 ہوتا ہے اسلئے خدا تعالیٰ نے اس سے
 منع کیا + + +

اور فرمایا ہے کہ اسی آیت سے یہ بھی معلوم
 ہوتا ہے کہ اچھی بات کا لوگوں کو حکم دینا
 کبھی بُرا ہی ہو جاتا ہے۔ جب وہ اور ہرگز
 کے ارتکاب کا موجب ہو۔ اور بُری بات
 سے روکنا بُرا ہو جاتا ہے جب وہ زیادہ
 برا ہی کرنا باعث ہو۔ اور اس امر کے
 تصفیہ کے لئے غلبہ ظن قائم مقام یقین

وصف الاوقات باخفا حادث لا تنفع ولا
تضرک فی فی نقد ح فی الشہادۃ لافحامع دالی
حۃ لک شہادۃ

ہو سکتا ہے۔ اور اس آیت میں یہ بھی ادب
سکھایا ہے کہ واعظ یا مناوی کہنے والے

کو چاہئے کہ بیعائدہ بات میں مصروف نہ ہوں کی الوہیت توڑنے کے لئے جب اتنا کہنا
کہ وہ پتھر میں اور نفع و نقصان پر قادر نہیں کافی ہے تو پھر انکو گالیان دینے کی کیا حاجت
اس آیت اور اس حدیث سے بشہادت تفسیر و بیان اکابر اسلام بخوبی
ثابت ہے کہ اثنا و مباحثہ و مناظرہ میں باخارج از مباحثہ کیسے معبود و بزرگ و پیشوای
و بانی مذہب کو درگواہ میں وہ سبطل و گمراہ و برا کہنے کے لائق ہی کیون نہ ہو ایسی
حالت میں برا کہنا کہ اسکے بدلہ میں خدا اور رسول کو برا کہنا نیکانندیشہ ہو ممنوع و حرام
ہے اور وہ عین خدا اور رسول کو برا کہنا ہے۔ جو جلب لعنت و غضب الہی کا موجب ہے
اسکا خلاف ہم نے کتاب و سنت میں کہیں نہیں دیکھا۔ اور کسی آیت یا حدیث میں
نہیں پایا کہ جس حالت میں کسی گمراہ یا معبود باطل کو برا کہنے سے خدا و رسول کو برا کہنا نیکان
خوف ہو تو اس حالت میں انکو برا کہنا حائز ہے یا یہ امر کسی نادمی و بانی مذہب
سے سرزد ہوا ہے۔

جو لوگ اس قسم کے مباحثہ غیر مہذبانہ کے عادی ہیں اور غیر مذہب کو اکابر کو
برا کہنے اور اسکے بددیوانی کا برا کہنا کو منجھ طاعات عمری ایک بڑی طاعت جانتے
ہیں اور اس امر کو جہاد نسائی خیال کرتے ہیں اپنی اس خیال پر بدلائل ذیل استدلال کرتے ہیں
(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی وقت کے کافروں سے عین اثنا و مباحثہ
میں مخاطب ہو کر فرمایا۔ ا ف لکم و لما تعبدون من دون اللہ۔ یعنی نف
ہے تمکو اور تمہارے معبودوں کو جنکو خدا کے سوا پوجتے ہو۔

(۳) خدا تعالیٰ نے خود کفار کے معبودوں کی نسبت فرمایا ہے انکم و ما تعبدون
من دون اللہ حصہ جہنم۔ یعنی تم اور جنکو تم خدا کے سوا پوجتے ہو دوزخ

کا ایندہن ہو۔

(۳) آنحضرت صلعم نے عین مقابلہ میں مشرکین کو بُرا کہلایا اور حسان بن ثابتؓ فرشتہ کو انکی ہجو کے لئے مسجد میں منبر رکھوا دیا۔ چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے۔
(۴) محدثین ہر عصر و طبقہ کو غیر ثقات کو کون کو بُرا کہتے چلے آئے ہیں اور سخت الفاظ کذاب و جال وغیرہ سے یاد کرتے رہے ہیں۔ و قس علی ہذا۔

مگر ہمارے خیال میں یہ استدلالات انکی خیالات کی تائید سے قاصر ہیں۔ بات چیمیں ہماری انکی نزاع ہے یہ مفروض و مقرر ہے کہ جس حالت میں معبودوں باطل یا کلمہ کو بُرا کہنے میں جانب مقابل سے خدا کو بُرا کہنے کا اندیشہ ہو اس حالت میں انکو بُرا کہنا جائز ہے یا ناجائز۔ سو ان چاروں دلیلوں سے ثابت نہیں ہے کہ جنکو معبودوں یا اکابر کو خدا اور رسول نے یا انکے نایبوں نے بُرا کہا ہے انہوں نے اسکی جواب میں خدا اور رسول کو بُرا کہا تھا یا اس بُرا کہنے کا اسوقت اندیشہ تھا۔ لہذا ان چاروں دلیلوں سے استدلال محض انکا خیال ہے۔

بلکہ ہم شبہات مقابلہ ظاہر حال یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان چاروں دلیلوں کے موقع پر معبودان باطل و اکابر کفر کو بُرا کہنے سے خدا اور رسول کو بُرا نہیں کہا گیا اور وہ بُرا کہنا اس اشد بُرائی کا سبب نہیں ہوا۔

دلیل اول۔ کے موقع پر ظاہر کتاب اللہ سے ثابت ہے کہ کفار نے حضرت برہم کے مقابلہ میں خدا کو بُرا نہیں کہا حضرت برہم کی ذات سے اسکا بدلہ لیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت برہم علیہ السلام نے نور نبوت و وحی الہی سے یہ امر جان لیا تھا اور خدا کو بُرا کہلانے سے مامون ہو کر ان الفاظ سے انکا مقابلہ کیا تھا۔

دلیل دوم۔ کا موقع اور شان نزول خود شاہد ہے (چنانچہ تفسیر معالم و فتح البیان وغیرہ منقول ہو چکا ہے) کہ انہوں نے اسکی مقابلہ میں خدا کو بُرا نہ کہا

تہا بلکہ اسکے بدلہ میں برا کھنڈ کا ارادہ ظاہر کر کے آنحضرت کو صرف سہکایا تھا کہ تو ہمارے
سعود و نکو برا کھنڈ سے باز آجایا ہم تیری خدا کو برا کہنے کے جس پر فوراً وہ قول خداوندی
جس سے ہم نے استدلال کیا ہے (لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ) نازل ہوا جس
نے برا کہنے والوں اور بدلہ لینے والوں کے مقابلہ میں اس آیت کو پڑھنے اور اسکا مضمون
سنانے سے روک دیا گو یا میں وجہ ایک حکم نسخ اس پر جاری کیا اس سے یقیناً معلوم
ہوتا ہے کہ اس آیت کی نازل ہونے اور کفار کے مقابلہ میں پڑھے جانے کی وقت خدا کو
اپنے برا کہنے کا اندیشہ نہ تھا بلکہ علم الیقین تھا کہ وہ اس کے مقابلہ میں برا نہ کہنے۔

دلیل سویم۔ کاہی موقع خود نا طاق ہے کہ حضرت حسان بن کا کفار قریش کو
برا کہنا آنحضرت کو برا کہنے کا سبب نہیں ہے بلکہ کفار کا پہلے آنحضرت کو برا کہنا حسان
کے برا کھنڈ کا سبب ہوا۔ پہلے آنحضرت کی کفار نے ہجو کی اور آنحضرت نے اسکی اسناد
کی سبیل بجز ہجو بمقابلہ ہجو کوئی نہ دیکھی تو حسان کو ہجو اور مذمت کفار کی اجازت دی۔

چنانچہ الفاظ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم جن سے وہ لوگ استشہاد کرتے ہیں اس بیان
کی تصدیق کر رہے ہیں۔ ایک حدیث میں صحیحین کی وارد ہے کہ حسان بن
آنحضرت کی طرف سے مدافعت و جواب ہی کرتا تھا۔ ایک حدیث میں ہے آنحضرت نے

حسان کو فرمایا کہ ہماری طرف سے جواب
دے (ای بار خدا) تو اسکے روح القدس
سے مدد کر اور خود ان شعراء میں جو حسان
نے مشرکین کی ہجو میں پڑھے تھے
یہ الفاظ موجود ہیں کہ تم نے آنحضرت
کی ہجو کی ہے میں اسکا جواب دیتا ہوں

عن عائشة انہی اے حسان کا
مینا فم (وفی روایت بدیع عن
رسول اللہ صلعم۔

قال النبی صلعم یا احبا لعین رسول اللہ

(وفی روایت غنی) اللهم یدبر ورجع القدس۔

وقال احبا ہجو محمد بن عبد اللہ ذاک

(صحیح بخاری ص ۹۰۹ و صحیح مسلم ص ۹۰۹)

امام نووی نے شرح مسلم میں ان ہی الفاظ و موقع کے لحاظ سے فرمایا ہے
 علماء نے کہا کہ اہل اسلام کو مشرکوں کے برابر کہنے میں ابتدا کرنا مناسب نہیں کہونکہ اس میں
 اسلام و اہل اسلام کو برا کہلانے کا خوف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم

قال العلماء ينبغي ان لا يبدلوا لشركون بنا
 والهجاء مخافة من سبهم الا سبوا وعللهم
 قال الله تعالى ولا تشبوا الذين يدعون من دون
 الله فيسبوا الله عدوا بغير علم - وتنبيه
 المسلمين عن الغش لا ان تدعوا الى ذلك
 ضيقا لا بداهم به فتكف اذا هم نجوة
 كما فعل النبي صلعم - شرح مسلم ص ۳۱

ان کو گالی نہ دو جنکو یہ لوگ خدا کو سوا
 پکارتے ہیں پر وہ خدا کو برا کہیں گے۔ اور
 مسلمانوں کو فحش کہنے سے بچنا ہی لازم
 ہے۔ مگر اس حالت میں کہ اسکی طرف ضرورت
 داعی ہو۔ مشرکوں نے ابتدا کی ہو اسکے رو
 کے لے مسلمانوں کو گلیط سے ہی بچو جو جیسے
 آنحضرت صلعم نے (اس موقع پر) کیا۔

دلیل ہمارم۔ کے موقع کو بھی میں اسکے مخالف نہیں پاتا محدثین نے جن لوگوں کو
 باغداد جرح و تضعیف یا دیکھا ہے ان لوگوں نے اسکی مقابلہ میں انکو یا انکی باپ دادا کو یا خدا
 و رسول کو برا نہیں کہا۔ اور اگر کسی نے جرح کے مقابلہ میں تعصباً جرح کیا ہے تو اسکا پلے
 جارج اول کو علم و اندیشہ نہ تھا جو لوگ اس فعل محدثین سے استدلال کرتے ہیں انکا
 استدلال اسوقت تمام ہو سکتا ہے جبکہ وہ یہ ثابت کریں کہ جنکو محدثین نے برا کہا
 سے انہوں نے بجا اب سکر ان محدثین یا انکی باپ دادا کو برا کہا ہے۔ اور اس پر کہنے
 کا ان محدثین کو اولاً اندیشہ و علم ہو گیا تھا۔ ایسا ہی پہلے تین استدلالوں میں اس امر کا بیان
 و اثبات ان پر واجب ہے۔

بالجملہ حاشاتک ہمیں کتاب اللہ کو دیکھا اور احادیث رسول اللہ صلعم کو ٹولای انکی خیال کا
 کہیں ثبوت نہیں پایا اور کیسے معبود و اکابر کو برا کہنے کا (جو خدا و رسول کے برا کہنے کا سبب ہو)
 جواز نہیں دیکھا اور جو امر اول مناظرات تحریری کی نسبت ہمیں کہا ہے اور قرآن و حدیث و

اقوال مفسرین سے اسکا ثبوت دیا یہ وہ بلا مزاحمت و معارضہ جاری نزدیک صحیح ہے۔
امر دوم اُن مناظرات تحریری میں (جو زیادہ تر توجہ ناظرین کے لائے ہیں)
یہ ہے کہ ان غائبانہ اطہار صواب و تحقیق حق کا تو نام و نشان ہی نہیں ہوتا بلکہ از ستر یا الزام
و انجام مخاطب پایا جاتا ہے اس الزام میں بھی شائستگی و حق گوئی کا خلاف کیا جاتا ہے
اصل متنازع فیہ کو چھوڑ کر اُن الزامات کو اختیار کیا جاتا ہے جنکو اصل متنازع فیہ سے تعلق
نہیں ہوتا اور بعینہ وہ کام عمل میں آتا ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ سیکو کہا کہ تمہاری ازار
ٹخنے سے بھی ہے اسلئے تمہاری نماز تکبیر وہ ہوتی ہے اسکی جواب میں اُس نے کہا کہ جاؤ
میان تمہاری باواچی کے نکاح پر جو بیٹے چانول کے تھے اُنہیں گھر کہاں برابر تہاؤ
اصل متنازع فیہ امر میں بحث کرنے کے وقت ہی حق سے درگزر کر کے ناخون بانوں
میں الزام دیا جاتا ہے۔

سمنے مانا کہ انکے مناظرے درحقیقت مجادلی ہیں اور مجادلہ میں اطہار حق و صلوب مطلب
نہیں ہوتا صرف الزام مخاطب منظور ہوتا ہے۔ و لیکن اس الزام میں ہی انصاف سے
درگزر کرنا اور راستی و حق گوئی سے یک بحث علیحدہ ہونا تو کسی حالت میں جائز نہیں
ہو جانا کیا کوئی عاقل (مسلمان ہو خواہ غیر) کہہ سکتا ہے کہ الزام خصم کے لئے راست
کو دن اور دن کو رات بتا دینا اور جھوٹ کو سچ کر دیکھنا جائز ہے۔ حاشا و کلا سرگز
نہیں بلکہ عقل و انصاف اسلام وغیرہ مذاہب کے یہی ہدایت ہے کہ اگر کسی شخص کو
کسی امر میں الزام ہی دینا ہو تو اس میں سرشتہ راست بازی اور حق گوئی کو مانہ نہ دینا چاہیے
مگر مشکل یہ ہے کہ غالباً جو بات کوئی اپنے خصم کے لئے کہتا ہے اپنی خیال و عقائد
میں اسکو حق سمجھتا ہے۔ اور اس میں الزام خصم کو عین حق و صواب جانتا ہے گو واقع
میں وہ ناخون ہو۔ لہذا اس باب میں کوئی ایسا قانون عام پسند اور عام فہم بیان
ضروری ہے جس سے ہر ایک مذہب و ملت کے لوگوں کو حق و ناخون میں امتیاز

کرنا ممکن ہو اور خود بخود اقرار کرنا پڑے کہ فلاں احمد بن محمد اپنی خصم کو الزام دیا ہے
حق نہیں ہے۔

وہ قالون عام جسکو کسی مذہب و ملت کی خصوصیت نہیں ہے کہ مسائل ہر
مذہب ملت کے غالباً تین قسم ہوتے ہیں۔ **قسم اول** وہ مسائل جو بانی مذہب سے
صریح و صاف طور پر سرزد ہوئی ہوں اور شہرت و تواتر کے ساتھ بانی مذہب کی ثابت ہوں
قسم دوم وہ مسائل صریح و صاف جو نقل احاد یا شاذ و نادر لوگوں کے بانی مذہب سے
منقول ہوں۔

قسم سوم وہ مسائل جو اصل بانی مذہب سے سرزد نہ ہوئی ہوں نہ بطور تواتر و شہرت سے
منقول ہوں نہ نقل احاد اس سے مروی ہوں بلکہ وہ مسائل کسی اور شخص خادم یا جامی
مذہب بانی مذہب کے اقوال یا افعال سے اپنی فہم و فکر و اجتہاد سے استنباط کر لے ہوں۔ اور اب
اس خیال سے کہ یہ مسائل بانی مذہب کے مرضی و ارادہ کے مطابق ہیں بانی مذہب کی طرف
منسوب کر دی ہوں۔

ان اقسام سے **قسم اول** و **دوم** بے شک داخل مذہب ہیں۔ **اول یقیناً**۔ **دوم** لگنا۔ مگر
قسم ثالث کو اصل مذہب بانی مذہب سمجھنا مسامحہ و مجازفہ و مغالطہ ہے۔ بیان
ایک قسم اور ہے جو غیروں کے نزدیک مذہب میں داخل و شامل سمجھا جاتا ہے مگر اصل مذہب
کے حامیوں کے نزدیک وہ داخل مذہب نہیں ہوتا۔ وہ مسائل موضوعہ مذہب
و ملت کے ہیں جنکو ہر مذہب کے مخالف و دشمن یا نادان دوست از خود بلا سند قول
بانی مذہب گھڑتے ہیں اور مذہب کی طرف منسوب کر لیتے ہیں۔ مگر حایمان مذہب اس قول کو وضع جعلی
سمجھ کر مذہب سے خارج کر دیتے ہیں ان اقسام سے **قسم اول** کے مذہب اسلام کے سوا کے اور مذہب میں موجود
ہونے کی تفصیل کے تو ہم اس مقام میں گنجائش نہیں دیکھتے دین مذہب اسلام میں انکی موجود ہونے
پر شہادت اقوال علماء پیش کرتے ہیں۔

اصل اسلام کے حکیم حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ انتباہ فی سلاسل الدلیلا اللہ میں فرمایا ہے۔ برائے فقیر واضح ساختہ کہ درہندوی احکام قسم قسم میں بیان کیے گئے ہیں۔ ظاہر مذہب حنا کا درہندوی امام ابو حنیفہ ظاہر مذہب اصول خمسہ از تصانیف محمد بن الحسن است و درہندوی شافعی اچھے درام و مختصر مزیں مسطور است و دیگر نوادر مذہب آن روایات غیر معروفہ کہ از صاحب مذہب اصحاب و یافتہ یافتہ شود خارج کتب مشہورہ معتبرہ مثل امالی ابو یوسف و رقائبات و مار و نیات و امالی حسن بن زیاد و غیر آن۔

سوم تخریجات اصحاب جوہ و علماء مذہب مثل تخریج طحاوی و کرخی و عیسیٰ بن ابان و درہندوی حنیفہ و تخریج ابوالفتح شیرازی و غیر آن درہندوی شافعی و یحییٰ بن محمد بن علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام مراتب ثلثہ واقع است۔ ظاہر دین محمدی و نوادریں و تخریجات علماء و اشہار دین درہندوی از فنون فقہ و سلوک و غنائے جاری است۔ و صاحب علم و فہم کسی است کہ تفرقہ کند در مراتب ثلثہ درہندوی ہر مرتبہ علم ہند

اور جناب مدوح کتاب حتمۃ الدلیلا اللہ میں فرماتے ہیں کہ منجملہ مسائل کے جن میں لوگوں کو فہم ہو گیا ہے میں اور یادوں گئے ہیں اور علم حل نکلے میں یہ ہے کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ جو مسائل فقہی تشریحوں اور مؤلفوں قنادوں میں یہ سب امام ابو حنیفہ اور صاحبین اول ہیں اور وہ لوگ اصلی و وسط (قول سے نکالے گئے) قول میں فرق نہیں کرتے۔ اور وہ علماء کہ اس قول کے کہ فلاں مسئلہ کرخی کی تخریح ہے۔ اور فلاں طحاوی کی تخریح ہے سنی نہیں سمجھتے۔ اور وہ اس قول میں کہ فلاں ابو حنیفہ نے کہا ہے اور فلاں ابو حنیفہ کے نزدیک اصول ہے تیسرے کہ تو اور وہ محققین فقہ (ابن الجواد ابن نجیم) کی کئی بات کو نہیں سمجھتے جو انہوں نے کہہ رکھی ہیں کہ مسئلہ وہ

و منها راہی من مسائل ضلت فی لوادہا
الافہام و نزلت الاقدام و طفت الاقدام
الی وحدت بعضہم یزعم ان جمیع
فی هذه الشروح الطویلہ و کتب الفنا
الضیحہ هو قول ابو حنیفہ و صیلا لا یفرق
بین القول الخج و بین ما هو قول فی الحقیقہ
ولا یحصل معنی قولہم علی تخریم الکرخی کذا
و علی تخریم الطحاوی کذا و لا یمیز بین قولہم قال
ابو حنیفہ کذا و بین قولہم نحو المسئلۃ علی
ابو حنیفہ و علی اصل ابو حنیفہ کذا۔ و لا یصنی
المحققون من الحنفیین کابن الجواد و ابن
النجیم فی مسئلہ العشر فی العشر و مسئلہ

البعث من لاء میلانی للیتم واما لهما ان
ذالذ من تخرجات الاصحاب ولس منہجاً
فی الحقیقة - راجعہ اللہ ص ۱۶۵

اور تیم میں ایک میل فاصلہ پیرانی سے دور سونی
کی شرط اور اس کے نظائر لوگوں کے تخرجات نکالی
ہوئی باتیں ہیں

اور امام شمعرا نے میزان کبریٰ میں فرمایا یہ امر یعنی پروان امام کے قول کو قول امام
سمجھنا جو غلطی ذکر کیا ہے اس میں بہت لوگ گمراہ ہیں
پس اگر کوئی مسئلہ کے امام شاگردوں پرانا بعد
کاپیاتی ہیں تو اسکو امام کا مذہب قرار دیتی ہیں
ولیکن یہ بے باکی ہے مذہب امام تو حقیقتاً
ہوتا ہے جو اسے کہا ہوا اور اس سے تا دم مرگ
رجوع نہ کیا ہو۔ نہ وہ جو اس کے صحابیوں کے
کلام سے سمجھائی ہو سکتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے
سمجھائی وہ امام کے سامنے پیش کیا جاوے
تو اسکو پسند نہ آوی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو

وهذا الامر الذي ذكرنا يقع فيه كثير من الناس
فاذا وجدنا عن اصحاب امام مسئلة جعلوها
مذهبا لذلك الامام - وهو تصور فاسد المذهب
حقيقة فهو ما قاله ولم يرجع عنه الى انما
لا يفهم اصحابهم كلامه فقد لا يفهم الامام
بذلك الكلام الذي فهمه من كلامه ولا يقول
به لوعرضه عليه - فقد علم ان من غرضي
الى الامام كل ما فهم من كلامه فهو جال
بحقيقة المذهب - (میزان کبری ص ۷۳)

امام کی طرف اس قول کو نسبت کرے جو اس کے کلام سے سمجھا گیا ہو وہ حقیقت مذہب ہی جال ہے
اور شیخ محمد حیات سندى نے رسالہ ایقاف علی سبب الاختلاف میں فرمایا مذہب
ہر امام کا وہی ہے جو اسے کہا ہوا اور اس سے
رجوع نہ کیا ہو +++

ومذهب كل مختل ما قال فلم يرجع عنه
+++ وليس كل ما يستنبطه رجل من اقوال
الامام يكون مذهبا بل تارة يوافق
مذهبا وتارة يخالفه - ولا ينبغي ان ينسب
الاقوال المستنبطة من اقوال الائمة الائمة
بانها اقوالهم او مذهبهم قطعاً لانه

اور جو بات اقوال امام سے نکالی جاوے وہ اسکا
مذہب نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وہ کبھی موافق مذہب ہی
کبھی مخالف اور یہ لائق نہیں ہے کہ جو اماموں
کے اقوال سے نکالی ہو کہ قول من وہ یقیناً امام

يَحْتَمِلُ اَعْمَالُ عَرَضَتْ عَلَيْهِمْ قَبْلُ اشْيَا
مِنْهَا وَرَجَّحُوا اشْيَا - وَهَذَا كَمَا لَا يَنْبَغُ
مَا اسْتَبْطَلْتُ لِمَجْتَهِدُونَ مِنْ اقْوَالِ النَّبِيِّ صَاحِبِ
عَلَى اَعْمَالِ اقْوَالِهِ وَيَحْتَمِلُ كَوْنَهَا شَرْعِيَةً اَلَّذِي
ظَهَرَ لِهَذَا الْقَاصِدِ مِنْ عَظَمِ الْمَسَائِلِ الْمَذْكُورَةِ
فِي اَصُولِ الْفَقْهِ مَا خُوِذَ مِنْ اقْوَالِ الْاِئِمَّةِ
وَذَلِكَ لِأَنَّ نَظْرًا مَثَلًا بَعْضُ اتِّبَاعِ
الْاِئِمَّةِ فِي مَسَائِلِهِمْ فَحَدَّثَ كَثِيرًا مِنْهَا -
رَاجِعَةً إِلَى اَصْلِ وَاحِدٍ فَيَجْعَلُ ذَلِكَ
الْاَصْلَ قَاعِدَةً لَهَا وَلَا امْتِلَاحًا
(ایقاف)

کہ طر ف نسبت کئے جاویں اور انکو مذہب قرار پائیں
احتمال ہے کہ وہ قول امام کے سامنے پیش نہ کی جاتی
تو بعض کو امام قبول فرماتا اور بعض کو رد کرتا اسکی نظیر
یہ ہے کہ جو اقوال مجتہدوں نے آنحضرت کے اقوال سے نکالے
ہیں وہ یقیناً آنحضرت کے اقوال نہیں سمجھ جاتی بلکہ
وہ شریعت ہونیکر صرف محمل بدعت تھے۔ واضح ہوا
ہے کہ اکثر مسائل جو اصول فقہ میں مذکور ہیں انمیک
اقوال سے ماخوذ (مستنبط) ہیں جب امام کو مروانے
اکثر مسائل امام کو ایک قانون کی طرف رجوع ہوتے
دیکھتا تو اس قانون کو ان مسائل اور انکی نظائر کو
اصول قرار دیا۔

اس تفصیل و شہادت سے تین قسم اول کا وجود دین اسلام و مذہب اسلامیہ میں بخوبی ثابت ہے
رہا قسم چہارم جعلی و وضعی مسائل مذہب سے محتاج بیان نہیں ہے۔ یہ کوئی جانتا ہے کہ ہر مذہب میں بہت
سی بناوٹی باتیں مل جاتی ہیں جو لوگوں نے از خود بنالیں ہیں یا فی مذہب یا حامی مذہب سے ثابت ہوتی ہیں
ان اقسام کا مختلف مذاہب میں وجود و مفہوم ناظرین و سامعین کے خیال میں آیا ہے تو اب
اصل قانون الزام بیان کیا جاتا ہے سو یہ ہے کہ اگر کوئی کسی اہل مذہب کو کسی مذہبی بات
میں الزام دینا چاہے تو قسم اول اور دوم کے مسائل میں الزام دی سکتا ہے۔ قسم اول میں یقیناً
قسم دوم میں بطور ظن۔ کیونکہ صرف یہی دو قسم اصل مذہب ہے۔ اور قسم سوم کے مسائل سے اصل مذہب
پر الزام قائم نہیں ہو سکتا ایسا ہی مسائل قسم چہارم سے الزام ملے گا یہ الزام اور بھی ناممکن اور
سخت و انصافی ہے۔ ثاناً ان دونوں اقسام میں سے الزام ممکن ہے تو اسی شخص پر ممکن ہے جو
ان اقسام کو داخل مذہب سمجھا ہو اور۔ کوئی جاہل پیرو مذہب ہو یا خود ہی مسرت معترض۔

اس قانون عام فہم و عام پسند (جبکو کسی مذہب سے خصوصیت نہیں ہے) کی پابندی ہر شخص کو بوقت الزام ضروری ہے۔ اور اگر الزام میں اس قانون کی پابندی نہ ہو تو جو شخص دوسری کے مذہب پر کوئی الزام قائم کرنا چاہے وہ خود اور اسکا مذہب اسی قسم کے الزام کا مورد بن سکتا ہے اور ردی زمین پر کوئی مذہب الزام سے بچ نہیں سکتا۔

مثلاً اگر کوئی مسلمان کسی عیسائی یا یہودی یا ہندو پر ایسی بات میں الزام قائم کرنا چاہے جو اصل مذہب عیسوی و موسوی و ہندو میں داخل اور قسم اول و دوم سے نہیں ہے بلکہ انکو کسی دشمن یا نادان روت از خود بنا کر انکی طرف منسوب کر دی ہے اور وہ قسم سوم و چہارم سے ہے تو عیسائی و یہودی و ہندو کو بھی پہنچتا ہے کہ ہزاروں وضعی حدیثوں اور صد ماغلط اجتہادی و خیالی مسائل سے اہل اسلام پر الزام قائم کرے۔ ایسا ہی اسکے عکس کو خیال کرے اور اگر کوئی عالم بالحديث کسی مقلد مذہب خفی کو اس قسم کی بات میں الزام دینا چاہے تو وہ مقلد اس عامل بالحديث کو اسی قسم کا الزام دے سکتا ہے۔ ایسا ہی اسکو عکس کو سمجھ لو۔

یہاں سے ہماری ساری موجودہ عامل بالحديث بحکم ہندوستان و پنجاب حنفیہ مقلدین پر اس قسم کے الزام بذریعہ شہادت و تالیفات قائم کر رہے ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ پر بالفاظ کہ فلان مسئلہ امام اعظم کا حدیث کے خلاف ہے اور فلان مسئلہ میں امام اعظم نے اس حدیث کا خلاف کیا۔ اور فلان مسئلہ میں اس ائمہ کا مخالفت انصوص کا دعویٰ کرتے ہیں عبرت و نصیحت پکڑیں اور اپنے ان وعادی و الزامات کو اس قانون کی کسوٹی پر لگا کر انصاف اختیار کریں جس الزام کو اس قانون کے مطابق پائیں اور اسکی بنا قسم اول و قسم دوم کے مسائل پر پڑیں اس میں پوری دعویٰ کو سمجھیں اور جس الزام کو اس قانون کے مخالف پائیں اور اسکی بنا مسائل قسم سوم و چہارم پر دیکھیں اس الزام سے باز آئیں اور کتب فقہ (ہدایہ شرح وقایہ اور مختار وغیرہ) شروح و فتاویٰ کی ہر بات کو امام ابوحنیفہ کا قول سمجھ کر ایسی دعویٰ کرنے چھوڑ دیں اور شہادت قانون مذکور یقیناً جان لیں کہ ان کذابوں میں نہت سے ایسی مسائل میں جو امام ابوحنیفہ وغیرہ ائمہ کی طرف منسوب

میں اور درحقیقت وہ ان کے اقوال نہیں ہیں۔

سہیلی التماس برادرانہ ہماری دوسری سہیلی حنیفہ کے خدمت میں ہے جو اس قسم کے الزامات پر
حدیث پر قائم کرتے ہیں اور انکو ہندوستان و پنجاب میں بذریعہ اشتہارات و رسائل و اخبارات
شائع کرتے ہیں اور امام بخاری علیہ الرحمۃ وغیرہ اہل طواغرہ کے طرف سخت غلط و بیجا مسائل کو
منسوب کرتے ہیں یہ بھی اس قسم کے الزاموں سے باز آئیں اور اپنے الزامات و دعاوی میں
اس بے لگاؤ قانون کی یا مندی اختیار کریں۔

اس قانون اور اس مضمون کی تحریر و بیان سے زیادہ تر ان ہی دو فقرہ (اصول و ضمیمہ) کے مناظرات کی اصلاح اور انکی باہم مصالحتہ مد نظر ہے جو آجکل اسمین خانہ جنگی کے
رہے ہیں اور ایک دوسرے کی شکست و ہلاکت کے لمحہ منتہیاء و اوزار (رسانے تلواریں)
بنانا کر اپنے مخالف و حریف (سنود و عیسائیوں) کو (جو ان ہتھیاروں سے اُن دونوں کا
سر کاٹیں) اُدے رہے ہیں۔ انکے اس کارروائی کی تفصیل سے اس مقام میں مجھی دو امر
مانع ہیں ایک مضمون کا طول ہو جانا اور اس تفصیل کا موقع نہ رہنا۔ دوسرا یہ کہ
ایک فعل کی تفصیل سے اسکے فاعل کی تفصیل و تخصیص وقوع میں آتی ہے اور اس سے
شخصی بحث شروع ہو جاتی ہے اور اس سے اب میں استعفا داخل کر چکا ہوں اور یہ مضمون
ایسی اسناد کے لمحہ لکھ رہا ہوں لہذا اس محل اشارہ و نصیحتہ پر اکتفا کر کے اپنے دونوں فریق
کے بہائیوں سے امید رکھتا ہوں اور التماس کرتا ہوں کہ اب یہی اس نقصان عظیم کا لحاظ
فرمائیں اور خانہ جنگی سے باز آویں اور اپنے مخالفین دین کو اپنے دین پر نہیں اور چوٹ
کرنے کے اسباب بھم نہ پہنچاویں۔ اور بنظر اتفاقی اصول و مسائل باہم اتفاق کر کے اُن
اصول و مسائل کی اشاعت میں کوشش کو کام میں لاویں چنانچہ مضمون اشاعت مذہب
اسلام میں عرض کیا گیا ہے۔ اسے علاوہ عموماً مباحثین و مناظرین ہر مذہب
و ملت کی خدمت میں ناصحانہ التماس ہے کہ وہ بھی اپنے مناظرات و تحریرات میں اس

حاشیہ
۱۵ ان کی فوج میں سے
پاس میں ملی سے فوجیں تھیں
آٹ پیچھین کر نکلتے
دوسری کی پشت پر تھیں
کہ تھکے اور خوشی کی طوفان
کی کمال اور خوشی سے شرم
داخل کا نام بننے سے شرم
آتی ہے ہاں کی دوسرا
فریق جو اپنے ہی جنگی
فریب میں خوشی سے اور
ملا گئی اور خوشی سے
خندہ کی کمال خوشی سے
سے۔ دو فوجیں جو
سے کہیں کہندے ہوئے
ان شیراز کو بیٹے ہوئے
نوجوان کے کر دین اسلام
اعتراض کا جگہ پر
کیا نتیجہ نکلتے ہوئے
میں نے سننے کے بعد وہاں
کی شہر کی فوج کی شہر
نے دوسرے فوج کی شہر
کا ذکر کیا اور اس سے
کلام کیا کہ اس فوج
شہر کے اس فوج
سے باز آؤں اور دین
اسلام کی شہر کی شہر

قانون کی رعایت کریں اور انکو توہین و تحقیر مخاطب و اکابر مذہب مخاطب اور الزامات سبجا و مطاعن ارادہ سے (جنکی تشریح امر اقل و دوم میں ہوئی) محفوظ رکھیں تاکہ وہ اور انکے مذاہب اور اکابر مذہب طعن و توہین سے بچیں اور ملک میں امن قائم رہے۔

آخر میں گورنمنٹ کی خدمت میں مودبانہ یہ التماس ہے کہ گورنمنٹ ازراہ منصب ستیا و حمایت رعیت اس قسم کے مناظرات (غیر مہذبانہ مفسدانہ) سے (تقریری) منوں یا تحریری) سر مذہب ملت کے لوگوں کو قبل از وقوع روک دیا کرے اور اس بات میں ایک ریزولوشن یا قانون پاس کرے جسکا منشا یہ ہو کہ اس قسم کے مناظرات جو شر و فساد و بے تہذیبی و نا انصافی پر مبنی ہوں کوئی نہ کرے پاوے اور کوئی عام مجالس میں یا تحریرات و رسائل میں کسی سے مناظرہ یا مجادلہ کرنا چاہی تو وہ ان شروط کا جو اس مضمون میں مذکور ہیں یا انکے ہم وزن و ہم معنی وہم تاثیر اور شروط کا پابند رہے۔

ہماری اس التماس پر اگر کوئی یہ نکتہ چینی کرے کہ جو گورنمنٹ نے تعزیرات ہند میں دفعہ ۲۹۸ قائم کر رکھی ہے اس فساد کی الزام کے لئے وہی کافی ہے اسباب میں اور قانون یا رزلوشن پاس کر نیکی ضرورت نہیں ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس دفعہ میں اجمال ہے اور یہ تشریح نہیں ہے کہ جو مناظرات متضمن شر و فساد آجکل ہو رہے ہیں یہ اس دفعہ کے مورد ہیں۔

ہم گورنمنٹ کو اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ اس اجمال کی تفصیل کر دے اور لوگوں کو یہ بتا دے کہ اس قسم کے مناظرات اس دفعہ کے مورد ہیں۔

اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ مذہبی مناظرات سے روکنے میں مذہب میں سبوتاژ تصور ہے جو گورنمنٹ کے منصب و شان سے بعید ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً تو اس قسم کے مناظرات غیر مہذبانہ کسی مذہب ملت میں داخل نہیں ہیں چنانچہ اس مضمون میں سیکدر اسکا ثبوت دیا گیا ہے پھر انہیں دست اندازی و ستائشی

مذہبی کیونکر ہو سکتی ہے تاہم اگر بالفرض یہ دست اندازی مذہبی تو جس جماعت میں اس دست اندازی میں سیاست و انتظام و امن ملک متصور ہے تو یہ دست اندازی منصب گورنمنٹ سے مخالف نہیں ہے بہت ایسے مذہبی امور میں جن میں گورنمنٹ سیاست و انتظام و پولیٹیکل اصول کی نظر سے دست اندازی کرتی ہے۔ یہ ان مناظرات میں جو اس و انتظام میں خلل انداز میں دست اندازی گورنمنٹ کے منصب سے کیوں بعید ہے۔ دو رکھیں جاؤ ان ہی مناظرات و مذہبی منازعات کو دیکھ لو۔ گورنمنٹ ان میں بعد الوقوع جب اس کو ان کے نتائج سے مشکلات پیش آتی ہیں یہ الیٹ اور پبلک و لون طور پر دخل دیتی ہے اور ان مشکلات کو دو کر میں انواع تکالیف اٹھاتی ہے چنانچہ ملتان کا واقعہ تکرار ہنود و مسلمانان جو ابھی گزرا اور جو اس میں صاحبہ کی کشن و غیرہ کو مشکلات پیش آئیں ناظرین اخبارات پر مخفی نہیں ہے ایسا ہی مراد آباد کے منازعات اہل اسلام و ہنود کو بھی بہت عرصہ نہیں گزرا۔ آدھ ضلع شاہ آباد میں جو موحیدین اور خفیہ کے تکرار سے تلخہ ظاہر ہوا جس پر ملک کے حکمران نے طلبی فوج کی یعنی کمپ و اناپور میں تار دیا جس کا ذکر ہم نے صفحہ اشاعت السنہ بمذہب میں کیا ہے۔ وہ بھی واقعی ملکی حالات پر مخفی نہیں ہے۔ تو اس سے یہ ستر ہے کہ گورنمنٹ ان مفاسد کو قبل از وقوع روکے اور اپنی ایکو اور ملک کو ان مشکلات سے بچاوی۔ اور اگر چہ کو چوری کے وسائل ہم نہ پیدا ہوئے۔ اور دو شخصوں کو باہم لڑائی کا سامان کرتے ہوئے نہ پکڑنا چوری اور لڑائی کے واقع ہو جائیکے بعد سی مواخذہ کرنا اصول سلطنت میں داخل ہے تو گورنمنٹ کو ان مناظرات میں دخل دینے کا اختیار ہے۔ ہم نے جو اپنے خیال میں ملک و مذہب و قوم کے حقیقی بہتر سمجھا بنظر خیر خواہی عرض کر دیا اہل مذہب و مفاسد ملک و سلطنت کو گورنمنٹ بہتر جانتی ہے۔ امور مملکت و ملک خسروان دانند۔

تسکین۔ (جس میں اہل نیکر کا جواب بلا خصوصیت خطاب ہے) عقرب بکنے والا ہے ناظرین کی رکھیں۔ اور دعا کریں کہ ہمت و کارندے پر بیمار نہ ہو جاویں۔

صفحہ سے تا آخر لائق توجہ گورنمنٹ . اعیان ملک و مذہب

اشاعہ کستہ النبویہ

علیٰ جمالہ الصلوات

نمبر ہفتم

جلد ہفتم

معہ

مختصر مسائل مذہبی و علمی اہل السنہ

بابت شعبان ۱۲۷۵ مطابق جولائی ۱۲۷۵

شرح قیمت و غیرہ امور متعلقہ رسالہ

درجہ	قیمت	تفصیل و بیان بیش تر	قیمت سالانہ
۱	انصاف	اسلامی ریاستوں کے نواب اور رئیس -	۱۰۰
۲	خاصیت	گورنمنٹ انگریزی و معزز عہدہ داران گورنمنٹ و اعلیٰ و اعلیٰ سوانحی	۵۰
۳	عامیت	متوسط اہل وسعت	۲۵
۴	رعایتی	کم وسعت جو دوسرے پڑھنے والے کی زیادہ آمدنی نہ کہیں رسالہ پیشگی داخل کریں	۱۰
۵	لاہوتی	میسرے جو دوسرے پڑھنے والے کی آمدنی نہ کہیں مگر علمیت کہیں و اشاعت کریں	۵

یہ سیمہ سالہ علیحدہ فروخت نہ ہوگا مان رسالہ بدون ضمیمہ ملے گا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ضمیمہ کی بہت باتوں کی تفصیل و ویل رسالہ میں مندرج ہو لہذا بدون رسالہ ضمیمہ کی مطلب برائی ناظرین ممکن نہیں و رسالہ کی کوئی بات متعلق ضمیمہ نہیں ہو اسلئے رسالہ کی بد و ضمیمہ کا برابری ممکن ہے۔ جبکہ نام اصل رسالہ یا اسکا ضمیمہ بلا درخواست پہنچے وہ حسب حیثیت خود اسی مہینے سے قیمت واجب و تصدق فرما دیں جس مہینے کا پہلے وصول پاویں اور جبکہ خریداری منظور نہ ہو وہ اصل رسالہ یا ضمیمہ کی قیمت ۵۰ خط و کتابت متعلق پہلے رقم کے نام پورے عنوان و نشان مندرجہ ذیل سے ہونا ضروری ہے اور رسالہ زر بندریہ منی آرڈر ڈاک خانہ مناسب ہی ہے

راحم ابو سعید محمد حسین - لاہور - محلہ سید پٹہ

مطبع ریاض منہد امرتسر من طبع ہوا

روزہ

صیام رمضان من الاسلام

رمضان کے روزے اسلام کی جڑ میں

زمانہ نبوت سے لیکر اس صدی تک جس میں ہم ہیں تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ روزہ ماہ رمضان اسلام کا جز ہے جیسی نماز و زکوٰۃ و حج وغیرہ اور اچھا بھلا قوی توانا آدمی جو مرض و سفر میں مبتلا نہ ہو روزہ رکھنے نہ کہنے میں خود مختار نہیں ہے۔ اور ابتداء سے آج تک مختلف فرقہ ہائے اہل اسلام (سنی بدعتی شیعہ - خارجی - معتزلی وغیرہ وغیرہ) سے کیسے کہیں اختلاف نہیں کیا مگر عرصہ تقریباً ایک سال سے سو خیال کے لوگوں نے (جو احکام دین اسلام کی ترمیم و جہانگیر کر رہے ہیں جس کا نام تہذیب رکھتے ہیں) اس روزہ میں یہ ترمیم کی ہے کہ اس کو واجب نہیں (یعنی اختیاری فرض) بنا دیا اور نماز فرما دیا ہے کہ صحیح و تندرست آدمی بوجہ مرض ہو نہ مسافر اگر روزہ رکھنے میں تکلیف پادے گو وہ تکلیف حد مرض تک نہ پہنچے اور کوئی بیماری پیدا کرے تو اس کو جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور اس کو بدلے ایک مسکین کو روٹی کھلا دیا کرے اور اس ترمیم و تصرف پر انہوں نے ایک دلیل نقلی (آیت مجمل و محتمل الوجوہ و علی الذین یطیعونہ فی ذلک) طحلم مسکین سے استدلال کیا ہے جس کو کئی معنی ہو سکتے ہیں اور کسی ایک معنی پر کوئی دلیل قطعی قائم نہیں ہے اور نہ اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے اور ایک دلیل عقلی سے استشہاد کیا ہے جس کی بناء ان کے خیال میں انسانی نیچر پر ہے۔

ہم اس مضمون میں مسلمانوں کے قریبی و متوارث اعتقاد کی درست و مضبوطی

بیان کرنا چاہتے ہیں اور ان اہل تہذیب کی عقلی بناتے ہیں۔ بدون اسکے کہ کبھی ہر شخص کو مخاطب کریں یا کسی کتاب و تالیف کو نشانہ بنائیں چنانچہ اس باب کا ہم

واضح ہو کہ ہمارے مدعا کی تائید و قول مخالف کی تغلیظ تین اصول پر موقوف ہے جن کو قبل بیان مدعا بیان کیا جاتا ہے۔ پس جو صاحب ہمارے مدعا اور قول مخالف میں محاکمہ یا کسی جانب کی تائید یا تنزیف کرنا چاہیں وہ پہلے ان اصول میں نظر کر لیں اصل اول یقین ثابت شک عارض سے زایل نہیں ہوتا۔

تشریح

جو امر یقین سے ثابت ہو چکا ہو۔ وہ سچے کر شک آجانے سے باطل نہیں ہوتا

تمثیلات

(۱) زید اپنے بیٹے یا بیوی کو جانتا ہے کہ وہ اُسکا بیٹا یا بیوی ہے۔ پس تھوڑی دیر تک غائب ہونیکے بعد اُسکا یہ شک و احتمال کہ شاید وہ نہوں اُسکے اصلی بیٹے یا بیوی کی ہم شکل و مشابہ کسی اور کا بیٹا یا بیوی ہو اُسکے یقین سابق کو باطل نہیں کر سکتا۔

(۲) زید نے نماز ظہر کے لئے وضو کیا تھا۔ پھر عصر کے وقت اُسکو شک ہوا کہ شاید وہ وضو نہیں رہا اس شک سے وہ وضو فاسد نہیں ہوتا۔

اصل دوم دلیل محتمل الوجہ والمعانی مفی یقین نہیں ہوتی اور کسی خاص معنی منجملہ ان معانی کے بدون شہادت اور دلیل مستقل کے اس سے استدلال صحیح نہیں۔

تشریح

جس آیت یا حدیث یا کسی اور کلام بشر کے کئی معنی ہو سکیں۔ اس سے کسی خاص معنی کی مراد ہونیکا یقین محال نہیں ہو سکتا۔ اور اس معنی کی مراد ہونے پر بدون شہاد و دوسری کلام یا قریبہ کے صرف اسی مشتبہ و محتمل کلام سے تمسک نہیں کیا جاسکتا۔

تمثیلات

(۱) زید کے چار بیٹے ہیں۔ اس نے کہا کہ ایک بیٹی کو بیٹے ایک نہرار روپہ دیا۔ اس کلام سے کوئی خاص بیٹا اپن مراد ہونے پر استدلال نہیں کر سکتا۔

(۴) آیت والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثہ قروء میں لفظ قرء سے حیض یا طہر کے مراد ہونے پر صرف یہی لفظ قرء جو طہر و حیض دونوں کے لئے عرب میں متعل ہے دلیل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حنفیہ اس سے حیض مراد ہونے پر صیغہ کے جمع پر ہی استدلال کرتے ہیں چنانچہ اصول فقہ میں اسکی تفصیل ہے۔ اور شافعیہ والہ محدث اس سے طہر مراد ہونے پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں طہر میں طلاق دینے کا حکم دیا ہے اس طہر کو عدت کہا جس میں طلاق دینے کا حکم آیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے۔

اصل سووم مسلمانوں کا صدر اول سے اتفاقی تعامل و توارث دلیل قطعی مفید

یقین ہے

تشریح

جس امر کو اہل اسلام زمانہ نبوت سے لیکر آج تک بالاتفاق عمل میں لاتے ہیں اور اسکو پھر زمانہ کے لوگ بتوارث و تواتر نقل کرتے چلے آتے ہیں وہ امر یقیناً ثابت ہے اور یہ اتفاقی تعامل و توارث اہل اسلام اسکے ثبوت پر قطعی دلیل ہے۔

تمثیلات

(۱) کعبہ جو ملک عرب و شہر مکہ میں موجود ہے۔ اسکا وہ کعبہ ہونا جسکے حج کا قرآن میں حکم آیا ہے اور اسکو بیت العتیق و قبلہ فرمایا گیا ہو، مسلمانوں کی اتفاقی تعامل

+ ان قیود کو ناظرین و مناظرین غور سے ملاحظہ فرماوین۔ ان میں نہ کسی خاص زمانہ متاخر کا

اصطلاحی اجماع داخل ہو سکتا ہے جسکی حقیقت ہونے میں ظاہر یہ وغیرہ کو کلام سے نہ درم

ور و اج ازمنہ متاخرہ جنکی سند صاحب شریعت تک نہیں پہنچتی اور وہ بالاتفاق لائق حجت ہیں

ہیں۔ انہیں صرف وہی امور شامل و داخل ہو سکتے ہیں جو آنحضرت کو قول و فعل سے ثابت ہیں

اور مسلمانوں میں بتوارث یکو بعد دیگر کو قرآن بعد قرآن متداول و معمل چلے آتے ہیں جنکی

حجت و سند ہونے میں آج تک کسی مسلمان کا اختلاف مسمع نہیں ہوا۔

وتوارث سے ثابت ہو۔ اور یہ اتفاق اسکے ثبوت پر قطعی دلیل ہے۔

(۲) نماز کے اتفاقی ارکان رکوع و سجود و قیام وغیرہ اور انکی صورتیں اور اعداد و گنت فرايض و مہیت ارکان و شعائر حج اسی تعامل و توارث اہل اسلام سے ثابت ہیں اور یہی تعامل و توارث انکی ثبوت پر دلیل قطعی ہے۔

یہ اصول ششہ بابت عقل و شریعت سے ثابت ہیں و اہل اسلام میں مسلم۔ اسلئے ہم نے انکی دلیل بیان نہیں کی۔ صرف تمثیل پر قناعت کی ہے۔ اگر کوئی انکی حجت و ثبوت میں کلام کریگا تو عقل و نقل سے انکا ثبوت دیا جاوے گا اور بارالہ خفاد ان اصول کی بابت ہر اسکو متنبہ کیا جاوے گا۔

جب یہ اصول بیان ہو چکے تو اب اصل مدعا کو بیان کیا جاتا ہے و باسد التوفیق۔ فرضیت صیام رمضان ہر مکلف صاحب طاقت پر جو بیمار و مسافر نہ ہو زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک باتفاق اہل اسلام ثابت ہو۔ اور اس فرض پر نصوص قرآن اور دعوت مدت العمری حضرت رسالت و تعامل و توارث کا فہ اہل اسلام ہر عصر و لیل میں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمُ أَيُّهَا

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُكَّ لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ بقہ ۲۲۶

قرآن مجید میں ارشاد ہو۔ اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کئے گئے ہیں جس پر تم سے پہلے نہیں ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہو جو لوگوں کے لئے ہدایت ہو اور کھلی نشانیاں راہ کی اور چکوتے احکام۔ پس جو بیمار و مسافر نہ ہو وہ اسکا روزہ رکھو اور جو مریض یا سفر میں ہو وہ دوسرے دنوں کو شہد کہ جو یعنی اتار دینا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو اسلام دار کا ان اسلام کی دعوت و تعلیم فرماتے تو اس میں صیام رمضان کو ذکر کرتے ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کا سوال کیا تو آپ نے اس کے جواب میں پانچ وقت نماز و صیام رمضان و زکوٰۃ کو ذکر فرمایا

عن طلحة بن عبد الله قال جاء رجل الى رسول الله من اهل نجد ثابداً الى الله سمع دوي صوتاً ولا نفقه ما يقول حتى دنا فاذا هو يسأل عن الاسلام فقال رسول الله خمس صلوة في اليوم والليلة فقال هل علي غيرها قال لا الا ان تطوع قال رسول الله وصية

رمضان الحديث ربحي ما سلم من غنائس جاء رجل من اهل البادية في رواية البخاري اسمه ضمام فقال يا ابا عبد الله اتانا رسولك فزعم لنا ان علينا صوم شهر رمضان في سنتنا قال صدق قال فبالذي ارسلك الله امرك بهذا

قال نعم - صحيح مسلم ۳ ص ۱۵ عن ابن عباس ان وفد عبد القيس لما اتوا النبي صلى الله عليه وسلم بالايام بالله وحيث قال اندرون ما الايمان بالله وحيث قالوا الله ورسوله اعلموا ان شهادة ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله واقام الصلوة وابتاء الزكاة وصيام رمضان

ضمام بن ثعلبة نے آنحضرت کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کے فرستادہ نے بیان کیا ہے کہ ہم پر رمضان کے روزے فرض ہیں آنحضرت نے فرمایا وہ سچ کہتا ہے پھر اس نے عرض کیا کہ یہ

خدا کا حکم ہے؟ آنحضرت نے فرمایا ہاں۔ قبیلہ عبد القیس کے وکیل آنحضرت کے پاس آئے اور آپ نے ان کو ایمان تلقین کیا تو اس میں نماز و روزہ وغیرہ ارکان اسلام کو ذکر فرمایا اخیر میں یہ ارشاد کیا ان باتوں کو یاد رکھو اور اپنی سچیلوں کو ان کی خبر دو۔

عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذاً بانذ اللہ الناس فانما یحل فقال یا رسول اللہ ما الاسلام قال الام ان تعبد اللہ ولا تشربک به شیئاً وتقیم الصلوۃ المکتوبۃ وتؤدی الزکوۃ وتصوموا رمضان۔ قال رسول اللہ هذا جبریل جاء لیعلم الناس دینہم۔ مسلم من بخاری ص ۱

حضرت جبریل علیہ السلام نے تعلیمت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال کیا تو انکے جواب میں یہی آنحضرت نے صیام رمضان کو منجملہ اسلام شمار کیا آخر میں یہ فرمایا کہ یہ رسائل جبریل تھا لوگوں کو دین سکھانے آیا تھا یہ ہمیں چند احادیث کا خلاصہ مطلب نقل کیا ہے اور اس قسم کی اور بہت احادیث ہیں جسکا احصا و شمار دشوار ہے

اور تعامل و توارث مسلمین محتاج نقل و بیان نہیں ہے۔ سب کو فی جان ہے کہ اسلام کے ہر مذہب طریقی میں رمضان کے روزہ فرض ہیں۔ اور کسی مذہب شیعہ۔ سنی۔ معتزلی خارجی وغیرہ میں اپنے اپنے اصول اور اسکے بدلے فدیہ (ایک مسکین کا کھانا) دیدینا جائز و معمول و مروج نہیں ہے۔

یہ دلائل (ایات کتاب اللہ۔ و احادیث رسول اللہ۔ و تعامل امت محمدیہ قطعی و یقینی

+ اگرچہ مخصوص قرآن جو در باب صیام دارد میں عمومات ہیں اور عام قطعی الدلالہ نہیں تھا اور احادیث نبویہ جو اس باب میں منقول ہوئی ہیں وہ اخبار احاد ہیں اور اخبار احاد فی ظنی ہوتی ہیں لیکن تعامل و توارث امت نے (جسکا قطعی ہونا اصل سوم میں بیان ہوا) ان عمومات کو قطعی بنا دیا اور یقیناً بتا دیا ہے کہ ان عمومات سے استثنائے مریض وغیرہ کے جبکا مستثنی ہونا صحیح کتاب سنت و ثوابت ہے سبھی افراد و مرد و عورت اور احادیث مذکورہ اگرچہ بالخاصہ خصوص طرق و الفاظ اخصب احاد میں مگر بطریق معنی و قدر مشترک متواتر ہیں۔ یہی تعامل و توارث امت النسخ و تواتر معنوی پر دلیل ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ اول قطعی ہیں اور فرضیت صیام پر قطعی و یقینی طور پر دلالت کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ دین اسلام میں

طور پر صیام رمضان کا فرض ہونا ثابت کر رہے ہیں اب اس فرض قطعی سے ان
جوان و تندرست لوگوں کو (جو روزہ رکھنے میں مرض کی کوئی تکلیف پاتے ہیں) مخصوص
و مستثنیٰ کرنا اور ان کو یہ فرض قطعی معاف کر کے یہ اختیار دینا کہ وہ چاہیں روزہ رکھیں
چاہیں اس کے فدیہ (بدلہ) میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں اس پر موقوف ہو کہ اس
حکم قطعی سے ان لوگوں کے مخصوص و مستثنیٰ ہونے پر ویسے ہی دلائل قایم ہوں
جیسے اس حکم کے ثبوت پر قطعی دلائل قایم و موجود ہیں۔ اور جہاں تک کتاب اسد سنت
و تعامل و توارث امت میں تفحص و غور کی جاتی ہے ایسی کوئی دلیل جو ان لوگوں سے
اس حکم کو معاف و رفع و منسوخ کر دے پائی نہیں جاتی۔ اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ
ان لوگوں کو اس حکم سے مخصوص و مستثنیٰ کرنا اور روزہ رکھنے و فدیہ دینے میں خود مختار
بنانا جائز نہیں ہے و ہوا لہذا۔

اس دلیل کا پہلا مقدمہ (کہ ان لوگوں کے مستثنیٰ ہونے کے لئے دلیل قطعی
کا موجود ہونا ضروری ہے تو) ان میں ثابت ہو چکا اور بخوبی بیان ہو گیا ہے کہ
امر قطعی کے مقابلہ و انال کے لئے امر قطعی بکار ہے اور یقیناً ثابت شک سے زایل
نہیں ہو سکتا۔

دوسرا مقدمہ (کہ ان لوگوں کے مستثنیٰ ہونے پر دلیل قطعی موجود نہیں ہے)
یہ ثبوت رکھتا ہے کہ سنت و تعامل امت میں تو ایسی دلیل کا نام و نشان پایا نہیں جاتا
اور نہ کسی موافق یا مخالف کو اس کا دعویٰ ہے۔ کوئی نہیں کہتا اور نہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت
نے جو ان تندرست لوگوں کو روزہ نہ رکھنے اور اس کے بدلے ایک مسکین آدمی کو روٹی
کھلا دینے کا حکم دیا اور اس پر آنحضرت کے زمانہ سے زمانہ صحابہ یا تابعین یا ائمہ جلیلین
کا

نماز روزہ وغیرہ احکام کو قطعی مانا جاتا ہے اور اس کے منکر کو کافر کہا جاتا ہے اور جو دیکھ لے مخصوص

قرآنہ جو ان احکام میں دار و بین عموماً ہیں اور احادیث نبویہ لفظاً و معنیاً

کسی فرقہ یا کسی سلسلہ کا عمل رہا۔ اب رہی کتاب اسد السنین ہی کوئی ایسی بات قطعی الدلہ واضح المراد پائی نہیں جاتی جس سے صاف و صریح طور پر ان لوگوں کے لئے روزہ ترکیبے اور اسکے بدلے فدیہ دینے کی اجازت نکلتی ہو۔

اہل تہجد جو اس حکم صیام کی ترمیم کے درپے ہیں وہ اس حکم سے جوان و مذہبیت لوگوں کے مخصوص و مستثنی ہونے پر ایک دلیل قطعی آیت (و علی الذین یطیقون خایة) پیش کرتے ہیں دوسری دلیل عقلی و تجربی۔

عقلی دلیل کہ وہ یہ تقریر کرتے ہیں کہ اس آیت میں جو لفظ یطیقون وارد ہے اسکے معنی (چنانچہ بعض علماء سے تفسیر کبیر میں منقول ہیں) مشقت و تکلیف سے کام کرنے کے ہیں کیونکہ لفظ وسع و طاقت دو لفظ جدا گانہ ہیں۔ وسع اس شخص کی نسبت بولا جاتا ہے جو کسی کام کے کرنے پر سہولت و آسانی قادر ہو۔ طاقت اس شخص کی نسبت بولا جاتا ہے جو کسی کام کے کرنے پر تکلیف اٹھا کر اور مشکل قادر ہو۔ پس لفظ یطیقون آیت کے معنی یہ ہوئے کہ جو لوگ سختی و تکلیف اٹھا کر روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں انکو اجازت ہو کہ روزہ کے بدلے فدیہ دیدیں اور قورات شافہ لیطوقونہ وغیرہ جنکے معنی یکافونہ کے ہیں نیز اسی معنی کے موید ہیں۔

عقلی دلیل ان حضرات کا نفاصہ یہ ہے کہ تمام انسان بڑے ہوں خواہ جوان بچے عتبات خلقت اور موسم اور ملک کے مختلف ہوتے ہیں بہت جوان روزہ رکھنے میں تکلیف پاتے ہیں۔ بعض بڑے روزہ کی تکلیف کو کچھ ہی نہیں سمجھتے۔ پہر وہی لوگ جو ایک موسم میں روزہ رکھنے میں تکلیف نہیں پاتے دوسرے موسم میں نہایت تکلیف اٹھاتے ہیں ایک ملک کے لوگ جبکہ دن معتدل مقدار ہوتا ہے آسانی سے روزہ رکھ سکتے ہیں اور جب دن بڑا ہوتا ہے روزہ میں نہایت تکلیف اٹھاتے ہیں بلکہ بعض ملکوں میں کہیں اتنا بڑا دن ہوتا ہے کہ اُس میں روزہ رکھنا طاقت

انسانی سے خارج ہے جیسو عرض تسعین جسمین چہ مہینے کا دن ہوتا ہی اور عرض
ستین جہان بعض ایام میں دن ڈوبتے ہی آفتاب نکل آتا ہے۔ پس بلحاظ احوال
و اختلافات کے ہر شخص کو ہر ملک و ہر موسم میں روزہ رکھنے کا حکم دینا نامناسب و غیر
انسانی کے مخالف ہے اسلئے ضرور ہوا کہ آیت کے وہ معنی کئے جاویں جو نیچر انسانی
کے مطابق ہیں کہ جو لوگ روزہ رکھیں تو میں تکلیف اٹھادیں وہ روزہ کے بدلے ایک
مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔

مگر ہمارے خیال میں یہ دونوں دلیلین انکی ناتمام و ناقابل استدلال ہیں قطعی ہونا
تو کھانا۔

نقلی دلیل اسلئے ناتمام و ناقابل استدلال ہے کہ وہ کئی معنوں اور وجوہات کا احما
ر کہتی ہے اور اصل دوم میں بیان ہو چکا ہے کہ جو دلیل کئی معنی کا احتمال رکھ کر وہ لائق
استدلال نہیں ہوتی۔

وہ احتمالات معانی و وجوہات تفصیل فرمیں۔

(۱) لفظ یطیقونہ کے لفظی معنی و طرح کے ہو سکتے ہیں ایک وہ جو اپنی بیان
کئے ہیں کہ جو لوگ بتکلیف و سختی روزہ رکھیں جو طاقت کو مغایہ و سخت قرار دینے
پر موقوف ہیں۔

دوسرے یہ کہ جو لوگ بلا تکلیف روزہ رکھ سکیں جو طاقت کو بمعنی و سخت قرار
دیکر کئے جاتے ہیں اور جمہور علماء حضرت سلمہ بن الاکوع و حضرت ابن عمر وغیرہ آیت کے
یہی معنی سمجھ کر اس آیت کو نسخہ بتاتے ہیں صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سلمہ

بن الاکوع سے مروی ہے کہ جب آیت و علی
الذین یطیقونہ نازل ہوئی تو جو کوئی چاہتا
انفا کرتا اور فدیہ دیتا یہاں تک کہ وہ آیت

عن سلمة بن الأكوع قال لما نزلت
وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين
كان من المردان يفطرون يفتدي حتى

نزلت الآية التي بعد ها فسختها
وعن ابن عبيد الله قرأية فداية
طعام مسكين قال هي منسوخة
(صحيح بخاری ص ۶۴)

اختلف العلماء في تاويل هذه الآية
وحكمها فذهبوا اكثرهم الى ان هذه
الآية منسوخة وهو قول ابن عمر
وسلمة بن الأكوع وغيرهما - ذلك
أنهم كانوا في ابتداء الاسلام يخافون
بين ان يصوموا وبين ان يفطروا
وفقدوا لخيرهم الله لئلا يشق
عليهم لانهم كانوا لم يتعودوا الصوم
ثم نسخ التخيير ونزلت العزيمة بقوله
فمن شهد منكم الشهر فليصمه -
(معالم - ص ۷)

القول الثاني وهو قول اكثر المفسرين
ان المراد من قوله وعلى الذين
يطيقونه المقدم الصحيح فخير
للله اولى بين هذين ثم نسخ
ذلك واوجب الصوم مضيقا
معينا - (تفسير كبير ص ۷۷ جلد ۱)

جو اس کے بعد ہی نازل ہوئی اور اس میں
کو منسوخ کیا۔ اور حضرت ابن عمر سے
روایت ہو کہ انہوں نے آیت فدیہ پڑھی
تو فرمایا کہ یہ منسوخ ہے۔

اور تفسیر معالم میں ہے کہ اس آیت کے معنی میں علماء کا
اختلاف ہے اکثر اسکے قائل ہیں کہ یہ منسوخ ہے
یہی قول ہے ابن عمر و سلمہ بن اکوع وغیرہ کا۔
اسکا بیان یہ ہے کہ وہ لوگ ابتداء اسلام میں
اختیار دے گئے تھے کہ روزہ رکھیں خواہ افطاکر
کریں اور روزہ کو بدلے فدیہ دینا خواہ انکو واپس
اختیار دیا تھا کہ حکم روزہ رکھنے کا انکو ناگوار معلوم
نہ ہو مگر یہ کہ وہ روزہ کے عادی تھے یہ اختیار
منسوخ ہوا اور حکم روزہ پختہ طور پر نازل ہوا اس
قول سے جو اس کو بعد ہی من شہد منکم الشهر فلیصمه
یعنی جو ماہ رمضان میں حاضر ہو وہ روزہ ہی رکھے
اور تفسیر کبیر میں ہے کہ اکثر مفسرین کا یہی قول
ہے کہ علی الذین یطیقونه سہی اچھا بہا یا مقیم
آدمی مراد ہے خدا نے پہلا اسکو ان دو امروں
میں اختیار دیا تھا پہلا اسکو منسوخ کیا اور باقی
روزہ کو واجب کر دیا ایسا ہی تفسیر فیحاشی
بعضاوی جلد ۱۱۱ وغیرہ روئے زمین کی

تفسیر میں قول حضرت عمرؓ و حضرت سلمہؓ و جمہور علماء منقول ہے جس میں صاف ادعا ہے کہ اس آیت میں ہر کسی کو بلا قید مشقت و تکلیف روزہ نہ کہنے کا اختیار دیا گیا تھا جو چھپے کہ حکم آیت فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ منسوخ ہوا۔ پس جب تک اہل نیچر اور حضرت ابن عمرؓ وغیرہ میں کسی اور دلیل کے شہادت سے یہ فیصلہ نہ ہو کہ آیت کے معنی وہی مراد ہیں جو اہل نیچر بیان کرتے ہیں نہ وہ معنی جو حضرت ابن عمرؓ وغیرہ کہتے ہیں اہل نیچر کا استدلال اس سے صحیح نہیں ہے۔

اہل نیچر نے جواب دینے سے تجویزی معنی کی نائید میں قول بعض علماء، بجاوہ التفسیر کبیر پیش کیا ہے وہ اس فیصلہ کے لئے دلیل ہونے کی لائق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ صرف بعض علماء کا قول ہے اور عامہ اہل لغت و محاورات عرب کے مخالف ہیں۔ اسی تفسیر میں (جس پر اہل نیچر کا اعتماد ہے) کہا ہے کہ وسع میں دو قول ہیں ایک کہ وہ عین طہت ہے دوسرا یہ کہ وہ طاقت سے مشقت میں (کم ہے اور یہی قول معتزلہ وغیرہ کا ہے۔ ایسا ہی تفسیر فتح البیان میں کہا ہے اور اس میں یہ بھی کہا ہے کہ قول اول اہل لغت کی تفسیر ہے۔

وفي الوسع قولان أحدهما انه الطاق والطاق
انه ذو الطاق وهو قول المعتزلة
والضعاف (تفسیر کبیر ص ۷ جلد ۱)
وفي فتح البیان الاول انه الطاق
كما فسره اهل اللغة

قاموس میں لفظ وسع کے بیان میں کہا ہے کہ یہ کہنا ہمو و وسعت نہیں ہے

یہی کہنا ہے کہ ہمو طاقت نہیں ہے اور لفظ طوق کے بیان میں کہا ہے کہ طوق عین طاقت ہے مجمع البحار میں ماوہ وسع میں وسع کو بمعنی طاقت قرار دیا ہے اور بذیل ماوہ طوق طاقت کو بمعنی وسعت بلا ضرر و مشقت تفسیر کیا ہے۔

وما اسع ذلك اي ما اطاقه
والطوق الوسع والطاقه (قاموس)
والوسع والسعة الجدة والطاق خياهم
من الاموال اطاقه اي جنته والطاق
عليه مشقته (مجمع البحار ص ۳ ج ۲)
والمشقة جلد ۲

اور قرآن و حدیث میں جو محاورہ عرب و عجم کا مخزن ہے بہت جگہ وسعت بمعنی طاقت ہے اور طاقت بمعنی وسعت بولنے میں آئے ہیں سورہ بقرہ و اعراف و مومنین میں جو آیت دیکھو بیضاوی مسئلہ الم ص ۱۸ وغیرہ

لا یكلف الله نفسا الا و سعه ما بین لفظ و سعه واقع ہوا ہے اسکی تفسیر میں نے وسعت سے کی ہے اور کہیں لفظ طاقت کے ساتھ لفظ وسعت بھی ملا دیا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ الفاظ ایک دوسرے کے معنی میں بولنے جاتے ہیں۔

ایسا ہی جو سورہ بقرہ کے اخیر میں لفظ طاقت آ رہا ہے اس کی تفسیر میں استطاعت سے دیکھو تفسیر فتح البیان ص ۱۳۱ و تفسیر کبیر ج ۵ جلد ۵ تفسیر کی ہے جو وسعت کے معنی میں ہے

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے تم وہ عمل لازم پکڑو جسکی طاقت رکھو

عن عائشہ قال قال رسول الله ﷺ تطيقون ما عمل فان الله لي يحبل حتى تملأ رجباً

اسلئے کہ خدا تعالیٰ ثواب دینے سے ہمیں رکتا یا مانگ کہ تم تھک کر عمل کرو یعنی تھک کر عمل کرو گے تو ثواب پاؤ گے

اس حدیث میں طاقت سے وسعت مراد ہے نہ طاقت بہ تکلیف و مشقت اسی سے تو اس حدیث میں منع کیا اور صاف فرمایا ہے کہ تھک کر عمل کرو گے تو ثواب نہ پاؤ گے ایسا ہی اس حدیث و امر ہم من الاعمال بالبطیقونہ یعنی آنحضرت کو کون کو اون اعمال کا حکم دیتے جنکی وہ طاقت رکھتے ہیں طاقت سے وسعت مراد ہے جسکی نقل و تفسیر عبارت مجمع البحار میں کی ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت نے عبد اللہ بن عمر و عتبہ کو جو ہمیشہ روزہ رکھتے

تھے فرمایا۔ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھو انہوں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں پہر اپنے دو دن افطار اور ایک دن روزہ رکھنے کا حکم دیا اس کے جواب میں ہی انہوں نے یہی عرض کیا اسی قسم کے اور سوال

عن عبد بن عمر قال قال رسول الله ﷺ من لم يشهر ثلثة ايام قلت اني اطيعي اكثر فقلت قال فصم ثي و افطر بيني قلت اني اطيعي افضل فقلت قال فصم ثي و افطر بيني ما و قال اني اطيعي افضل من ذلك فقال للتبى صلتم

لا افضل من ذلک (بخاری ص ۲۵)

جواب ہوئے اس حدیث میں بنی طاقت

وسعت مراد ہے اگر اونکی مراد یہ ہوتی کہ میں تکلیف سے روزہ رکہ سکتا ہوں تو آپ اوکو پہلے ہی سوال پر روک دیتے اور وہ دوسری اور تیسری دفعہ عرض نہ کرنے پاتے چنانچہ اگر لوگ آنحضرتؐ دیکھتے تو حضرت زینب بخاریؓ میں ص ۱۵۸ کے وقت میں تکلیف سے عبادت کرتے تھے اس رو کی گئی۔

یہ قرآن و حدیث کے محاورات اور اہل لغت کی تفسیرات صاف ناطق ہیں کہ طاقت بمعنی وسعت و سہولت زبان عرب میں مستعمل ہے۔ پھر اس آیت میں صرف شہادت قول بعض علماء بطریقہ کے معنی تکلیف و مشقت سے طاقت رکھنے کے کیونکہ متعین ہو سکتے ہیں۔

اور جواہل نیچر نے اپنی تجویزی معنی کی تائید میں قرأت شاذہ بطوقونہ وغیرہ سے استشہاد کیا وہ بھی انکی تائید سے قاصر ہے کیونکہ بطوقونہ وغیرہ شاذہ قرأتیں ہی بطریقہ (قرأت مشہورہ) کی طرح و معنی کا احتمال رکھتی ہیں ایک ہ معنی جواہل نیچر نے (کتابت و سنت کر کے) اختیار کر لیں دوسرے یہ معنی کہ جو لوگ روزہ کا حکم دے گئے ہیں اور حکم روزہ بطور قلاوہ اونکے گلے میں ڈالا گیا ہے۔ اس تقدیر پر لفظ بطوقونہ طوق بمعنی قلاوہ سے مشتق ہوتا ہے چنانچہ تفسیر بیضاوی اور اسکے حواشی میں تفصیل بیان کیا ہے۔ پس جب تک یہ لوگ قرأت شاذہ کو معنی کا ہی فیصلہ نہ کر لیں اور کسی دوسری دلیل سے ثابت نہ کر دیں کہ جو معنی ان قراتوں کے انہوں نے اختیار کئے ہیں وہی معنی متعین و مراد ہیں تب تک ان قرات سے اونکا استشہاد کب جائز ہے۔

حاصل وجہ یہ ہے کہ اہل نیچر (مشہور قرات بطریقہ لیکن شاذہ قرات بطوقونہ وغیرہ اختیار کریں) اپنے لفظی معنی کی رو سے دو احتمال کی محتمل ہے اسلئے حکم دوم اسے انکار استدلال نام

۴ و قولہ بطوقونہ و بطوقونہ من الطوق بمعنی اللطافۃ او اللعلاۃ و علی زبدہ القرات یحتمل معنی ثانیاً و ہوا الرخصۃ لمن تعبد بالصوم و یجوزہ و ہا الشیخ الثانی و العیاض فی الاطباء القدرۃ (بیضاوی) فی حاشیۃ للعصام قولہ و یقلدوہ و یحتمل الصوم کا نقلادۃ فی اعتناہم و یقال لہم صوم و انما لا لاؤدۃ الہو جب لازم ہم کا نقلادۃ

(۲) اگر ہم فرض کر لیں اور یہ مان لیں کہ اس آیت میں ایک ہی معنی (تجویری اہل نحر تکلیف کا) کر نیکیے) مراد میں تو پہر ہی یہ آیت محل اور کسی وجہ کی محتمل ہے کیونکہ تکلیف جو اس آیت کی لفظ یطیقونہ کے معنی میں اخذ کی گئی ہے وہ محدود و متعین نہیں کہ وہ کس درجہ تک مراد ہے آیا ایسی تکلیف جو شیخ فانسے (نہایت بڑے آدمی) یا ناامید مریض کو ہوا کرتی ہے کہ سخت ضعف و غشی ہو جاوے اور دم نکلنے لگے یا مرض بڑھ جاوے یا ایسی تکلیف جو اکثر نوجوان ناز پروردہ لوگوں کو ہوتی ہے کہ کس قدر خلاف عادت پیاس لگ جائے یا جبین نازنین پر پسینہ آئے یا یا ان دونوں وجہ کے مابین کسی اور وجہ کی (جو شمار نکل سکتے ہیں) تکلیف مراد ہے لہذا احتمال ہے کہ اس آیت میں درجہ اول کی تکلیف مراد ہو چنانچہ حضرت ابن عباس و حضرت انس و سعید بن جبیر وغیرہ اکابر نے کہا ہے و بناء علیہ آیه کو حکم غیر نسخ بتایا ہے چنانچہ تفسیر معالم و کبر وقع البیان وغیرہ میں موجود ہے اور اصل عبارات معالم وقع البیان حاشیہ میں نقل کر دی گئی ہیں اور احتمال ہے کہ درجہ اخیر کی تکلیف مراد ہو چنانچہ اہل نحر کا عمل و اعتقاد ادبہ گواہی دیتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان دونوں وجہ کے مابین کسی اور وجہ کی تکلیف مراد ہو۔ پس جب تک اس تکلیف کی کوئی حد مقرر نہ کی جاوے اور اہل نحر اور حضرت ابن عباس وغیرہ میں کسی دوسری دلیل سے تصفیہ و فیصلہ نہ ہو سکے کہ اس سے مراد اس درجہ کی تکلیف ہے جو اہل نحر سمجھتے ہیں نہ اس درجہ کی تکلیف جو حضرت ابن عباس وغیرہ محدود و مقرر کر گئے ہیں

+ وقع ابن عباس و علی الذین یطوقونہ بضم الیا و فتح الطاء و تخفیفها و فتح الواو و تشدید الی یکلون الصور تا وید علی الشیخ الکبیر و المرأة الکبیرة لا یستطیعان الصوم و المریض الذی لا یجی ذوال مرض کم کلین ولا یطیقونہ فلم ان یفطروا و یطعموا مکان کل یوم مسکینا و هو قول سعید بن جبیر و جعل الایة محکم ق روی عن بعض اهل العلم انها لم تنسخ و انها دخلت للشیوخ و العجائن - (معالم فک) و روی ان انس بن مالک ضعف عن الصوم مع ما قبل موته فضعف عن شرب و دعا ستین مسکینا فاطعمهم - و عن ابن عباس ر ف یسند صحیح انه قال لا یؤمر بالیة و لا یؤمر صفتانیت بمنزل الذین یطیقون الصوم علیک الطعام لا قضاء علیک - و عن ابن عمر ان احدی بناتہ ارسلت تسال عن صوم و فطروا و فی حامل قال لفظ یطعم کل یوم مسکینا و قد روی هذا عن جماعة من التابعین (وقع البیان ص ۱۰۸)

تب تک ہل نیچر کا استدلال اس آیہ مجمل و محتمل سے جائز نہیں ہے

حضرت ابن عباسؓ کی مقررہ حد پر تو تعامل و توارث امت دلیل ہو سکتا ہے جس سے اس آیہ کا اجمال و تعدد احتمال رفع ہو سکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس تکلیف سے وہی تکلیف مراد ہے جو امثال شیخ فانی و مریض نا امید کو ہوا کرتی ہو کیونکہ اگر اس درجہ سے اس ترکہ کسی اوسط درجہ کی تکلیف یا اخیر درجہ کی تکلیف جو اکثر نوجوان ناز پروردہ لوگوں کو ہوا کرتی ہو مراد ہوتی تو زمانہ رسالت سے لیکر اس آخری زمانہ (تیرہویں صدی) تک کیکے خیال میں آتی اور اسکے موافق امت محمدیہ میں تعمیل جاری رہتی۔ زمانہ رحلت حضرت رسالتؐ آج تک کسی فرقہ اسلامی کے کسی نوجوان تندرست کے لئے ادنیٰ تکلف کے سبب سے روزہ کی معافی ہو جاتی۔

اور اہل نیچر کی خیالی حد نامحدود پر اس وقت تک کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی جب یہ کوئی ایسی دلیل جو قوت و دلالت میں دلیل تحدید حضرت ابن عباسؓ سے بڑھ کر ہو اپنی خیالی تحدید پر قائم کرینگے اس وقت اس آیہ سے استدلال کر نیکے مستحق و مجاز ہونگے بالفعل تو اس آیہ سے انکا استدلال محض خیال و سودائے محال ہے۔

(۴۴) ہم یہ بھی مانا اور فرض کیا کہ تکلیف کی وہی حد نامحدود ہے جو اہل نیچر نے سمجھی ہے اور معنی و حقیقت لفظ یطیقونہ میں اجمال و تعدد و احتمال نہیں ہے مگر ہر ہی اس آیہ سے اجمال و تعدد و احتمال رفع نہیں ہو سکتا یہ اجمال و تعدد و احتمال لفظ و معنی یطیقونہ میں نہ ہوں اسکی مفعول ضمیر منصوب میں موجود و قائم ہے جسکے سبب یہ آیہ باوجود تسلیم تعیین معنی یطیقونہ بخیر ہی

اسمین ایک احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر مفعول فدیہ کی طرف پرتی ہو اور آیہ کے معنی یہ ہوں کہ جب کو فدیہ دینی کی طاقت ہو ان پر عید کے دن صدقہ

اختلف السلف في ذلك تعالى وعلى الذين يطيقونه على لبن
احدها انه كان خصني ول الاسلام من شاء
ومشاه افطر تصدقتم نسخ وتانيها ان المعنى وعلى الذين
لا يطيقونه او على الذين يطيقونه في حال قوتهم ثم عجزوا

غنی البصیر قال: وهو الشيخ الفاني مهتدي وجبات
هلون المعنى ^و يطعم مسكين على الدين يطيق
يوم الفطر والخمير قبل الذكر لأنه مقدم رتبة كمان
دراة زبد وضرب غلام عجم و ذكر الضمير ميلا
الى المعنى لان الفدية انما هي الطعام موكما
قال الله تعالى وان لكم في الانعام موعظ
نسقيكم مما في بطونه مصنف

وجوب الفطر مذهب جميع اهل العلم
واشتد تنبیط من كلام القاسم و
سعید بن جبیر علی ما سياتي و جها
رابعاً وهو ان المعنى وعلى الذين
يطيقون القضاء في ايام اخر لا يقضون
فدية طعام مسكين والا يام الاخر
المراد بها ما بعد رمضان الفات
الى رمضان اخر لانه ان ارید بها
عدم القضاء مطلقاً لم يثبت ذلك
الا بعد موته وبعد الموت لا يكون

وینا واجب ہے۔ اس پر اگر کوئی اعتراض
کرے کہ فدیہ مونث ہے اور یہ ضمیر مذکر
ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ فدیہ حقیقت
اور اصل میں طعام ہے اور وہ مذکر ہے
نہ مونث پس یہ تذکیر ضمیر بلحاظ معنی ہے
نہ بلحاظ لفظ جیسے آیہ وان لكم في
الانعام لعبرة نسقيكم مما في بطني
بین ضمیر بطونہ کو جو سورہ نحل میں تذکیر وارد
ہے سورہ مومنین میں بلحاظ معنی مونث
کر دیا ہے اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے
کہ اس ضمیر سے پہلے یہاں فدیہ کا ذکر
مہینہ ہے اور قبل ذکر مرجع ضمیر کا لانا منع
ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ فدیہ لفظاً
ضمیر سے پہلے مقدم و مذکور نہیں ہے مگر
رتبہ مقدم و مذکور ہے جیسے ضرب غلام
عمومین عمرو رتبہ مقدم و مذکور ہے۔
وومر احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر قضا کی طرف

هو ما روى مالك (في باب اذا لم يقض حتى دخل رمضان اثم وقضى من موطأ) عن عبد الله بن القاسم عن ابيه انه كان يقول من كان عليه قضاء رمضان يقضه وهو حي على ما شاء حتى جاءه رمضان فانه يطعم كل يوم مسكيناً من حنطة وعليه ذاك القضاء قال الاثران مبلغاً
طما ذكر الضمير وحدها ههنا راى في الغلظ للفظ وان في سورة التين للمعنى فان الانعام جمع ولذلك
على سبب في المفردات المبنية على فعال (مفيداً) ملائداً

محلًا لوجوب شیء فلا یکون
للایات معنی واستنبطت من چند
من مات وعلیه صیام فلیطعم
عنه مکان کل یوم مسکیناً وجهاً
خامساً وهوان المعنی وعلی الذین
یطیقون القضاء ولا یقضون حق
یموتوا طعام مسکین بکل صوم
مد ومعنی علی الذین انه یجب علی
الولی ان ینخرج من ثلثة الملیت
بسبب شغل ذمة الملیت بالصوم
وهذه وجوبه صحیحہ۔

وقد ذهب الی مدلول کل واحد
منها السلف۔ والظاهر انهم
اخذوا من محتملات الآیة
(مسوے)

راجع ہے جسکا آیہ فقہ میں ایام اخر میں
حکم ہے اور اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ
دوسرے دنوں میں مرض و سفر کے روزے
قضا کر سکتے ہیں پھر وہ رمضان آئندہ تک قضا
نکریں تو اون پر قضا کے ساتھ فدیہ بھی واجب ہے
تیسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر اسی قضا کی طرف
راجع ہو اور معنی آگے یہ ہواں کہ جو لوگ قضا
روزہ سفر و مرض کی طاقت رکھتے ہوں
پھر وہ قضا نکریں اور فوت ہو جاویں تو ان کے
مال سے ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کا
کھانا کالنا واجب ہے۔ یہ احتمالات
ثلثہ احتمال مفید مطلب اہل خیر اصوم کی طرف
ضمیر راجع ہونے کے مقابلہ میں قائم ہیں
اور یہ آیہ ان سارے احتمالات کی محتمل ہے
اور ہر ایک احتمال کا کوئی نہ کوئی سلف ذکر

قابل ہے چنانچہ حضرت شاہ ولی الدقدس سرہ نے احتمالات ثلثہ کو منع دو احتمال اول معنی
یطیقون کے شروع موطا مسومی و مصنفی میں تفصیل بیان کیا ہے پس جیتک اہل خیر
ان احتمالات ثلثہ کو نہ اٹھالیں اور کسی دوسری دلیل سے ثابت نہ کر دیں کہ اس ضمیر مفعول
کا صوم کی طرف راجع ہونا متعین و متحتم ہے تب تک اونکا استدلال اس آیہ کثیرۃ الاحتمال
سے کب جائز ہے۔

خلاصہ جواب دلیل نقلی اہل خیر کا یہ ہے کہ اس آیہ میں معنی تجویزی اہل خیر کے

مخالف پانچ احتمال ہیں دو احتمال معنی و تحقیق لفظ یطیقون میں اور تین احتمال اس کے مفعول ضمیر مضمون میں۔ پس جب تک اہل بیچران پانچوں احتمالات کو نہ اوتھالیں اور اپنے خیالی معنی کا متعین نہ ہو تو اس آیت کے سوا اور دلائل سے ثابت نہ کریں انکا استدلال اس آیت کی کثرت الاحتمال و پرزراہیام و اجمال سے بحکم اصل دوم جائز نہیں ہے۔

اور اوٹکی دلیل عقلی سراسر مغالطہ و دھوکہ پر مبنی ہے۔ خدا تعالیٰ نے جو مختلف پیار و امصار و مواسم کے تدبیرت و مقیم لوگوں کو علی الاطلاق روزہ رکھنے کا قرآن میں حکم دیا اور اس کے برخلاف روزہ نہ رکھنے اور غدیہ دیدینے کا صریح و صاف طور پر اختیار نہیں دیا اسمین پیچہ انسانی کا کچھ خلاف نہیں کیا اور نہ لحاظ ایام و مواسم کو فردگزاشت کیا ہے بلکہ اس حکم میں مختلف طبایع مکلفین مختلف ازمنہ و انکبہ کا لحاظ کر لیا ہے جسکا اظہار و بیان ان دو آیتوں میں کر دیا ہے ایک یہ ہے آیت جہین عموماً اعمال مکلفین کا استطاعت پر موقوف ہونا بتلایا اور صاف فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی فرد بشر کو لڑنا نہ خواہ جوان عرب کے ریگستان کا ہو خواہ شملہ و کابل یا کسی اور کوستان کا عرض ستین میں خواہ بغرض محال عرض تعین میں کسی لا یطاعت اللہ نفساً الا وسعہا سورۃ بقرہ ۲۰۸ عمل و حکم کے بجالاتیکے تکلیف نہیں دیتا

مگر اس قدر کہ ہر طاقت رکھے جہین عام طور پر فرمادیا ہے کہ اگر کسی جوان ناتوان کو کسی خاص زمان مکان میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو اس پر اسی زمان مکان میں روزہ رکھنا واجب نہیں۔ پر اسمین یہ بیان نہ تھا کہ طاقت نہ ہونے کی کیا حد ہے اور روزہ نہ رکھنے کے بدلے کیا کرے ان باتوں کو دوسری کایتیں کہو لکرتا دیا اور یہ فرمادیا کہ طاقت نہ ہونے کی حد یہ ہے کہ مریض ہو جاوے اور روزہ کے بدلے میں صحت و اعتدال کی زمان مکان میں روزہ رکھ لے۔ وہ دوسری آیت یہ ہے کہ جو تم میں سے مریض یا مسافر ہو تو وہ فوت شدہ روزوں کے بدلے دوسری دنوں میں

روزے رکھ لے۔ خدا تعالیٰ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں

فمن کان منکم من ضیا و علی سفر فعدت من ایام احس۔ میں یہ اللہ بکھالیں

کہیں دیکھو العسرہ بقعہ ۲۳۔

چاہتا جمین خاص طور پر روزہ کا حکم فرمایا

کہ جو شخص جوان ہو یا بڑا گرم ملک میں ہو یا سرد میں عرض ستین میں ہو خواہ بمرض محال مرض تسعین میں روزہ رکھنے میں کسی مرض میں مبتلا ہو وہ اس حکم معافی روزہ میں مشمول نہیں ہو سکتا اور جو روزہ رکھنے سے مرض ہو جاوے وہ روزہ رکھنے سے معافی سمجھے۔
پہراو سکے بدلے دوسرے وقت مکان میں جب روزہ کی طاقت پاوے روزہ رکھ لے۔
اور جو کوئی وقت مکان صحت و توانائی کا پناوے ہمیشہ عرض تسعین یا آشتین پہاڑوں میں اُسپر رمضان آوے وہ حکم آیہ اولی اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے حکم صیام سے مرفوعا نظم سمجھے۔
اب اہل نجر غور کریں اور انصاف سے کہیں کہ اس تشریح کے ہوتے روزہ کو علی الاطلاق واجب کرنے اور اچھے پہلے مقیم نوجوان و توانا آدمی کو روزہ نہ رکھنے اور اس کے بدلے فدیہ دینے کا اختیار نہ دینے میں نیر انسانی کا خلاف کہاں لازم آتا ہے۔ جو لوگ آپ لوگوں کی زعم میں عرض تسعین میں رہتے ہیں یا نہایت نازک مزاج ہو کر کلکتہ کی گرمی میں آباد ہیں اگر وہ روزہ رکھنے سے کسی مرض میں مبتلا نہیں ہوتے تو انکو روزہ رکھنے میں کیا عذر ہے اور اگر وہ لوگ روزہ کی سختی سے کسی مرض میں مبتلا ہو جاتے یا نہایت بگاڑ دیتے ہیں انہیں خدا تعالیٰ روزہ رکھنے کو کب واجب فرماتا ہے پس اس حکم صیام میں مخالف یہ تجویز کرنا و بنا علیہ اچھے پہلے جو انون کے لئے حکم فدیہ تراش دینا کب مناسب ہے۔
یہ ہمیں ان لوگوں کی کل تقریر بغالطہ آمیز کو تسلیم کر کے اسکا جواب دے دو۔ اور اگر ہم اس تقریر پر بعض اجزا کو تسلیم نہ کریں تو بھی گنجائش ہے مثلاً انکا عرض تسعین میں وجہ تکلفین روزہ داروں کی تجویز کرنا۔ یہ لایق تسلیم نہیں عرض تسعین میں نہایت درجہ حرقہ کے سبب زیست انسان بلکہ کسی حیوان کی عادت کب ممکن ہے۔ پروان فرض مسئلہ روزہ کیا معنی رکھتا ہے۔
اسمیں کسیکو کچھ عذر ہو تو بتاؤ کہ عرض تسعین میں کونسی آبادی سے اور کون سے جغرافیہ
اوسکے قائل ہیں۔

عرض شین شمالی میں بیشک آبادی ہے بلکہ عرض ست و ستین میں عہد بطلمیوس آبادی چلی آتی ہے۔ ایسا ہی عرض شان و ستین میں جہان روس کا ایک قلعہ ہے جسکا قولہ نام ہے اور وہ ان سال میں باسٹھ روز آفتاب کا غروب اور انیس روز طلوع نہیں ہوتا اور بعض اوقات عسا کر اسلام کا بھی اس میں گزر ہوا ہے کماذکرہ الفاضل ہارون فی باطلو الخ الخ فی فضیۃ العشاء وانلہم یغالب الشفق مگر ان لوگوں کے حقیقین روزہ کا حکم موافق طبیعت انسانیکہ قرآن نے بیان کر دیا جو اوپر مذکور ہوا

اہل نیچر نے ان لوگوں کے حقیقین روزہ کی دشواری دیکھ کر سبھی لوگوں کے لئے روزہ کے بدلے فدیہ تجویز کر دیا مگر تعجب ہے کہ نماز کے لئے اب تک کوئی فدیہ یا کفارہ تجویز نہیں کیا۔ روزہ تو سال میں ایک مہینہ ہوتا ہے نماز ہر روز پانچ دفعہ مناسب تھا کہ ساکنین عرض تین کے خیال سے حکم نماز میں ہی ترمیم کرتے اور ان کے طفیل سے کلکتہ وغیرہ گرم شہروں کے رہنے والوں کے لئے نماز وین (جسوصاً نماز ظہر) کے بدلے کوئی آنہ پائی فدیہ کفارہ تجویز کر دیتے تو ان کو اتباع جو قدیمی عادت کے سبب ہنوز نماز کے پابند ہیں اس پر مصیبت سے رہائی پاتے جسی مصیبت روزہ سے خلاصی پائے ہیں اور شہار و اس مسئلہ کے موجد کے لئے دعا یں کرتے ہیں شاید آئندہ اسی تجویز میں ہون اللہم احفظنا منہ۔

حاصل کلام و خلاصہ مرام یہ کہ حکم فرضیت صیام علی الاطلاق دلائل (قطعیہ کتاب و سنت و تعامل امت) سے ثابت ہے اور اچھے پہلے آدمی کے لئے روزہ نہ رکھنے اور اس کو بدلے فدیہ دینے کی اجازت ایک آئینہ شتبہ و مجمل و احتمالات کثیرہ کی محمل سے نکالی جاتی ہے اور اس کی تائید میں اپنے وہی خیالات کو پیش کیا جاتا ہے۔ مومن متبع شریعت کو چاہئے کہ قطعیات و ضروریات دین کو اشتباہی امور سے پہچوڑے اور اہل نیچر کے وہی مغالطات سے بچتا رہے اور اپنے قدیمی متوارث اسلام و شعائر پر ثابت قدم رہے۔ وما علینا الا البلاغ لکلبین والحمد للہ رب العالمین

پنجاب یونیورسٹی

اور اوسکی تعلیم و امتحانات کے دینی و دنیاوی فوائد
لائق توجہ گورنمنٹ ولیمیان ملک مذہب

{ اس مضمون میں سوا امو متعلقہ نقل کے کسی مضمون بق کے (جو لوگوں کے اسباب میں ہیں) نقل اعادہ نہیں اسلئے اسکا ملاحظہ ہر ایک کے لئے موجب فائدہ جدید ہوگا ضرور ملاحظہ ہو }

پنجاب یونیورسٹی کی تعلیم و امتحان کے فوائد پر ایک مدت سے بذریعہ اخبارات و تحریرات و لکچرز و تقریرات بحث ہو رہی ہے۔ اسباب میں جو کچھ کیسے فکر میں آتا ہے وہ بذریعہ تحریر و تقریر ظاہر کرتا ہے اور اس اظہار میں بر طبق رع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ اپنی ہمت و جہت کی وقعت دکھاتا ہے۔

۱۔ سلسلہ و سیاق میں ہم ہی اپنے پلنگ فکر کو دوڑاتے ہیں اور جو اس شکار گاہ آرامی سے اسکے شکار میں آوے وہ یہ ناظرین قدر شناس کرتے ہیں۔

اسپیریکو و وامر باعث ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ سرشتہ پنجاب یونیورسٹی کالج سے ہمارے نام شمول عام اڈیشن اخبارات رپورٹ سالانہ سیمینار پہنچی ہے جسپر ریویو لکھنا بحیثیت اڈیٹری ہمارا فرض ہے دوسرا یہ کہ جلسہ تقسیم انعام منعقد ۲۰۲۶۔ اپریل ۱۹۸۸ء میں ہمسکوتہ مل ہونے کا اتفاق ہوا۔ اور اس جلسہ عالیہ ان میں ہم نے اسلامی علوم عربیہ کا ایسا اعزاز و اکرام مشاہدہ کیا جسکی نظر سے وہ دربار نصیحت گورنری گویا ایک خلیفہ عباسی کا دیار دکھائی دیتا تھا اسلئے ہمارے دل نے بے اختیار ہو کر اس ذکر خیر سے اظہار حق و بائیان و حامیان اہل بیت العلوم کا شکر نعمت ادا کرنا چاہا اور اپنے مادی اور رہبر مغیر اسلام (علیہ الواف) التحیات والسلام کے ارشاد واجب الانقاذ من لم يشكر الناس لم يشكر الله لم يشكر الله اپنے بومسمن لوگوں کا شکر گزار ہو گا وہ خدا ہی تعالیٰ کا بھی شکر نکرے گا (کشمکش) کا ارادہ کیا۔ اس بیت العلوم کی کارروائی (تعلیمات و امتحانات) جو آجکل ہو رہی ہے اور جو آئندہ کو

تجزیہ ہوئی ہے اس ملک ہند کے ساکنان ہنود و مسلمانان کے دین و دنیاوی سود بہو پر مشتمل ہے۔
چونکہ ہمارے ہمارے سالہ کا اصل اصول دینی امور سے بحث ہے اسلئے ہم اسکے دینی فائدہ
کے بیان کو مقدم کرتے ہیں۔

دینی فائدہ اس بیت العلوم سے یہ ہے کہ اس میں اولاً عام عربی ادبیہ کی تعلیم پوری ہے
جو اہل اسلام کے دینی علوم (خصوصاً قرآن و حدیث) کے لئے عمدہ وسیلہ اور موقوف علیہ
ہے۔ دینی علوم (قرآن و حدیث و فقہ وغیرہ) کوئی شخص اصل کی زبان میں حاصل نہیں کر سکتا
جب تک کہ اسکے وسائل مبادی علم صرف و نحو و معانی و بیان و ادب وغیرہ کو (جو اس بیت العلوم
میں پڑائے جاتے ہیں) حاصل نہیں کر لیتا۔

اور تالیف اس میں بعض ایسے علوم (فقہ و فرائض) کی تعلیم ہوتی ہے جو علوم مقاصد دینی ہوتے
ہیں۔ علی الخصوص ان کتب فقہ کی تعلیم جنکے پڑھنے سے عہدہ قضاء (جو دینی مناصب سے
ایک، عالی منصب ہے) ملنا متوقع ہے پس اس بیت العلوم کو بطور تعلیم (و نہ علوم مبادی) مقاصد دین
کے عموماً مدارس اسلامیہ زمانہ سابقہ و حال کے نظیر کہا جاسکتا ہے۔ اور بطور
اعزاز علم و اکرام و انعام طلباء کے ان مدارس خلفائے سیدہ وغیرہ کے (جو مضر و بنیاد و مشق
و اسپین میں ہو گذرے ہیں) انہیں کہنا بے جا نہیں ہے۔ جو وقت و ربا تقسیم انعام میں
نواب لٹنٹ گورنریا و دیگر کو اپنے ماتھے سے علماء و فضلاء اسلام کو تمنے اور سنجیدہ اور انعام دینے
ہوئے ہم دیکھتے۔ اس وقت ہم کو خلیفہ مامون وغیرہ کا زمانہ اعزاز علم و علماء یاد آتا اور اسناد
کا وہ کروفر ہمارے دلیں جوش مارتا۔

ایسا ہی فائدہ تعلیم مذہبی اس بیت العلوم سے ہنود کے لئے حاصل ہے جسکی تفصیل اس
رسالہ کفیل امور مذہب اسلام میں اجنبی ہے۔

دنیوی فائدہ اس بیت العلوم سے مختلف اقوام و اشخاص و یار ہند کو یہ ہے کہ اوسنے
مختلف اقسام علوم معاش مختلف زبانوں میں مختلف طبائع و خیالات و لیاقت کے لوگوں کے

مناسب حال کی تعلیم و اشاعت کی بنا قائم کر دی ہے۔

مشرقی زبانوں (عربی فارسی اردو پنجابی سنسکرت وغیرہ) میں علوم و فنون کی تعلیم ہی کا بوجھ اپنے ذمہ لے لیا ہے اور اپنے ماتحت اور نیشنل کالج مقرر کر دیا ہے جس میں علوم و فنون کا آمدنی معاش پر تفصیل ذیل پڑائے تے ہیں۔

(۱) علوم ریاضی طبعی۔ فلسفہ۔ تاریخ۔ وغیرہ جو اس وقت دنیاوی کمال کے اصل اصولی سمجھے جاتے ہیں اور سرکاری مدارس ان ہی علوم کی اشاعت کے لئے مقرر ہیں۔
(۲) علم زبانذاتی و انشا پر داری عربی و فارسی و اردو و سنسکرت وغیرہ جس سے سرکاری اور دیسی ملازمت مدرسہ وغیرہ تعلقات معیشت حاصل ہو سکتے ہیں۔

(۳) علم کارگزاری سرکاری متعلق زمینہائی مال و دیوانی و فوجداری۔ جس سے فارسی و انگریزی سرکاری نوکری کے لئے لیاقت و سند حاصل ہوتی ہے۔

(۴) علم حساب مدل کورس۔ جس سے مولوی و منشی کا امتحان دیکر مدل کے امتحان تیراٹ حاصل ہو سکتی ہے جو کئی مغز عہد و نئے حصول کے لئے شرط و سہ سکندری ہے۔

(۵) علم طب یونانی و ڈاکٹری اور ویک جسے حسب وخواہ معاش کا پیدا ہونا ممکن ہے خواہ کوئی سرکاری ملازمت کرے خواہ اپنے مکان میں مطب یا پشیل یا اسپنسری کہول بیٹے۔
(۶) علم انجینیری متعلق عمارات نقشہ نویسی پیمائش وغیرہ جس سے عام طور پر تو ہر جگہ نوکری مل سکتی ہے اور خاص طور پر روڑ کی کالج کی مانند استحقاق حصول ملازمت سرکاری عنقریب متوقع ہے۔

(۷) علم قضا و پیرا دومی و اک جسے معاہدینی سے علاوہ فائدہ معیشت حصول ملازمت ہی متوقع ہے۔
(۸) علم قانون عدالت جس سے محاکمہ کاری و وکالت و پلیڈری مل رہی ہے۔ اور اس ہم کی تعلیم میں مشرقی زبانوں کے ساتھ انگریزی زبان میں شامل ہے۔

اور مغربی زبان (انگریزی) میں آرٹس یعنی علوم و فنون عین امتحان لینے کا ذمہ

لیا ہے چنانچہ ہر ایک یونیورسٹی کا یہی منصب و فرض ہے اور اس سے زیادہ کسی یونیورسٹی
ہے ان علوم کو دہن پہنچتی۔

درجات و مراتب آرٹس جیسٹریج یونیورسٹی امتحان

(۱) آنرز ان آرٹس۔ یعنی اعلیٰ درجہ علوم و فنون کا جسکو اوریونیورسٹیوں میں ایم اے
سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۲) مائی فنشس ان آرٹس۔ یعنی درجہ اوسط علوم و فنون جسکو بی اے کہا جاتا ہے۔

(۳) پرنسپل ان آرٹس۔ یعنی درجہ ابتدائی علوم و فنون جسکو فرسٹ آرٹس کہا جاتا ہے

(۴) انٹرنس یعنی امتحان داخلہ جو اوریونیورسٹیوں میں ہی اسی نام سے مشہور ہے۔

یہ وہ مراتب امتحان معمولہ پنجاب یونیورسٹی میں کہ کلکتہ یونیورسٹی (جو اس وقت مشاغل
اور مستند اور ترقی خواہ ملک سمجھے جاتی ہے) میں ہی اس سے زیادہ مراتب امتحان عام
مقرر نہیں ہیں۔ ان ہی مراتب چہارگانہ میں اوسکی عام کارروائی اشاعت و معاونت علوم
وفنون محصور و محدود ہے۔ مگر ان دو فرقوں کے ساتھ جنہیں پنجاب یونیورسٹی کی ہی
ترجیح ثابت ہوتی ہے ایک بہہ فرق ہے کہ کلکتہ یونیورسٹی میں انگریزی زبان میں امتحان
دینا شرط کیا گیا ہے اور اگر کوئی ایسا شخص (جو اضطراری و ناچار ہی اسباب سے انگریزی

پڑھ سکا اور ان علوم و فنون کو مشرقی زبانوں میں ایک حصہ عمر کا خرچ کر کے کامل طور پر
حاصل کر چکا ہو اور اس تحصیل تکمیل سے اپنے ملک میں ان علوم و فنون کو رواج دینا اسکو
بد نظر ہو) کلکتہ یونیورسٹی میں امتحان دینا چاہے تو اسکو رد کیا جاتا ہے اور اس کے حق محنت و
مشقت و قصدا شاعت عام کو خیال نہیں کیا جاتا اور پنجاب یونیورسٹی میں جو کوئی آوے اور
جس زبان میں (انگریزی ہو خواہ فارسی ہو خواہ ہندی) امتحان دینا چاہے اسکو قبول کر لیا
جاتا ہے۔ اور ان علوم و فنون کو ہر زبان اور ہر ایک ملک میں عشرہ عام کرنا پسند کیا گیا ہے۔

۱۰۔ اور جو امتحان انرز سے اوپر دیکر بریم پندر اسٹینڈ کے نام سے ہوتا ہے وہ عام لوگوں کے لئے نہیں بلکہ اسکے طالبین ایک
امتحان انرز کے ادیان یونیورسٹی میں ہی تحریر ہوا ہے۔

اور اہل عقل و انصاف پر پنجابی روشن ہے کہ اس امر فارق میں پنجاب یونیورسٹی کو ہی ترجیح ہے۔ اسکی تائید شہادت میں بعض فقرات پیچ نواب لفظت گورنر پنجاب جو دربار تقبلم انعام میں انہوں نے دی تھی نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں آپ فرماتے ہیں میں میں خیال کرتا ہوں کہ اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ جس آدمی نے ویسی زبان کے ذریعہ سے تعلیم پائی ہے وہ زیادہ لائق ہے کہ اپنے ہم صحبتوں کو تعلیم دے سکے بہ نسبت اس آدمی کے جس نے انگریزی کے ذریعہ سے تعلیم پائی ہے۔ باوجود اس بات کے کہ وہ اردو دان انشالائق و عالیق نہیں جتنا کہ انگریزی خوان فی نفسہ انگریزی دان میں زیادہ علم رکھتا ہے مگر اسکا علم اسکے اپنے ہی دلیں محدود یا اگر دوسروں کو کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے تو صرف اونکو جو اسکی طرح انگریزی سمجھ سکتے ہیں۔ یہ محسوس اسکے اردو دان اپنے ہم جنسوں کو پنجابی تعلیم دے سکتا ہے۔ اور غالباً اس کے خیالات زیادہ صاف اور زیادہ نفیس ہوتے ہیں بہ نسبت اس شخص کے جس نے اجنبی زبان کے ذریعہ سے سیکھا ہو اس امر کا ثبوت تاریخ انشا پر داری اور خیالات مروجہ یورپ ہو سکتا ہو۔ ان فقرات کی متابعت میں بغرض تشریح و توضیح آنریبل سید احمد خان بہادر سی ایس آئی کا سابق قول جو انہوں نے عرضی انڈین ایسوسی ایشن جمالیٹ مغربی و شمالی میں کہا ہے پیش کرنا بھی نامناسب و خالی از فائدہ نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ فرض کرو کہ کلکتہ یا کسی دیگر انگریزی یونیورسٹی سے کوئی صاحب ایم اے یا ایل ایل ڈی کے خطاب کی کلاہ رکھ کر اپنے گھر واپس آئے۔ جب یہاں جواب اور ارباب سے گفتگو کرینگے تو ممکن نہیں کہ ان لوگوں کو اپنی تحصیل کی بابت کچھ خیال دلا سکیں صرف انگریزی اصطلاحی الفاظ اور جملوں کے دل ہی میں رہینگے۔ اور شوق و ربط نہونیکے باعث صاحب مصوف ویسی زبان سے اسکا مطلب نہ بیان کر سکیں گے انکے علم سے اجاب اور آشنائوں کو کچھ فائدہ نہیں کیونکہ یہ تو انکی لیاقت کو بالکل سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اگر انکو ویسی زبان کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہوتا اور وہ فوراً اپنے تحصیل کردہ علم اور تجربہ کو سمجھا سکتے تو انکی تعلیم کا دوسروں پر

مسجد زینا دہا شرموتا۔ جاہلانہ تنفر کی عوض خیالات ہمسری پیدا ہوتے۔ اعلیٰ درجہ کی تعلیم
 انکی دویدو شہادت لوگوں کے دل کو انکی تقلید کرنیکے لئے متحرک کرتے۔ اور زمانہ حال کے
 معلوم و فنون کا اشتیاق عام لوگوں کے دلیں پیدا ہوتا۔ دلائل مسبوق الذکر کو پیش کر کے
 گورنمنٹ ہند سے ہمارے دلی و عاجزانہ یہ التجا ہے کہ وہ اعلیٰ ترین درجہ کی پبلک تعلیم کو
 اسکو رقرار دے کہ جسین فنون و علوم طبعی اور زبان دانی کی اور شاخین دسی زبان کی
 وساطت سے سکھائی جاوین۔ اور دسی زبان میں سالانہ امتحان ان ہی مضامین کا منعقد
 ہوا کرے کہ جنین طلباء فی الحال انگریزی زبان کے ذریعہ سے کلکتہ میں امتحان دیتے ہیں
 اور جس طور سے اب انگریزی طلباء کو علم کی مختلف مضامین میں لیاقت پیدا کرنے سے درجو
 عطا کئے جاتے ہیں۔ اسی طور سے جو طلباء اسی ہی مضامین کو دسی زبان میں سیکھ کر
 امتحان میں کامیاب ہوں انہیں ہی درجہ عطا کئے جاوین۔ آخری التجا یہ ہے کہ ہاتھ ملکتہ
 یونیورسٹی کے ساتھ ایک ورنیکولر ڈیپارٹمنٹ لگائی جاوے یا ممالک مغربی و شمالی
 کے لئے ایک علیحدہ ورنیکولر بیت العلوم بنایا جاوے۔

اس قول کو مقلدین سید احمد خان صاحب جو کلکتہ یونیورسٹی کو پنجاب یونیورسٹی پر ترجیح دیتے
 ہیں انصاف سے پڑھیں اور اس خیال بجا اور حجت ناروا سے باز آئیں۔ جو کچھ خانصاحب نے
 اس عرضی میں عاجزانہ التجا سے چاہا تھا وہ اس یونیورسٹی میں موجود ہے اور کلکتہ یونیورسٹی
 میں مفقود۔ پھر پنجاب یونیورسٹی کو کلکتہ یونیورسٹی پر مشرقی زبانوں میں ترجیح علوم و فنون کی نظر
 ترجیح کیوں تسلیم نہیں کی جاتی۔

اور جو اس وجہ ترجیح پنجاب یونیورسٹی کے مقابلہ میں اسکی وجہ حضرت بیان کی جاتی ہے اس میں
 پیچھے کر بحث و نظر کیجاوے گی وہ وجہ حضرت لائق تسلیم ہوئی تو مسلم ہوگی ورنہ رد کیجاوے گی۔
 بالافضل اسوجہ ترجیح کو تو ہان لین اور انصاف سے درگزر نہ کریں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ
 کلکتہ یونیورسٹی کا امتحان آرٹس آسان و سہل ہے اور پنجاب یونیورسٹی کا امتحان سخت و مشکل

پنجاب پورٹ سہل ٹکسٹ بک کمیٹی جو اسی امر کی تحقیق کے لئے گورنمنٹ کے حکم سے منعقد ہوئی تھی اسپر گواہ ہے۔ اسمین ہی پنجاب یونیورسٹی ہی کی ترجیح پائی جاتی ہے۔ جبکہ سوالات امتحان میں تشدد و سختی ہوگی اوسیقہ راون سوالات کے حل کرنیوالے طلباء کو زیادہ علمیت حاصل کرنی پڑیگی۔ یہہ فوائد دینی و دنیوی اس بیت العلوم کے ایسے میں جنہیں کسی اہل عقل و انصاف کو بحث و انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ ان فوائد کے مقابلہ میں بعض لوگ جو اس بیت العلوم کے اسوقت مخالف ہو رہے ہیں اس بیت العلوم میں ایک یہہ ضرر بتاتے ہیں کہ پنجاب یونیورسٹی کے امتحانوں میں انگریزی زبان کا جاننا اور اس زبان میں آٹس کا امتحان دینا مشروط و لازمی نہیں ٹھہرایا گیا اور اسمین انگریزی زبان اور اس علم کا جو بحر انگریزی کے اور زبانوں میں اب تک پائی نہیں گئی اس ملک سے اٹھ جانے اور اس ملک کے باشندوں کا ان عہدوں اور عالی منصبوں سے (جو انگریزی علوم کے جاننے پر موقوف ہے) محروم رہنے کا اندیشہ ہے جب طلباء بدون تعلیم اور علم انگریزی کے پنجاب یونیورسٹی کے امتحانوں میں کامیاب ہو کر اسٹائنڈ اور تنفس پانے لگیں تو وہ انگریزی زبان کیون سیکیں گے اور انگریزی زبان میں علوم و فنون کے امتحان کا اس لئے قصد کیا کہ بہرہ ان عہدوں اور عالی منصبوں کو کس طرح پاوینگے۔ اس نظر سے یہہ یونیورسٹی اس ملک کی ترقی و کمال دنیاوی کی ضرر رسان و خارج ہے نہ نہ اسر مفید۔

اسکے جواب میں جو کہہ حامیان یونیورسٹی پنجاب اب تک کہہ چکے ہیں اور جو اسمین اونکے مخالفین چون و چرا کر رہے ہیں ناظرین اخبارات کو معلوم ہے ہم اوسکا اعادہ نہیں کرتے بلکہ جو قول فیصل اسبات میں ہمارے خیال میں آیا ہے اسی کو بیان کرتے ہیں ناظرین تو یہ سے سنیں اور اسپر انصاف سے داودین۔

تقریباً ایک تہہ پر موقوف ہے جو قبل تقریر اس قول فیصل کے واجب العرض ہے وہ یہہ ہے کہ یہہ ترقی و لیاقت و استحقاق ملازمت کلکتہ یونیورسٹی یا کیرج یونیورسٹی وغیرہ سے

ملک کو حاصل ہے اس میں یہ غور و تعمق بکار ہے کہ آیا وہ ترقی و لیاقت اور یونیورن کی
برو اکراہ سے ہے یا لوگوں کے فعل و اختیار سے اور اسکے جواب میں ہر ایک عاقل سمجھتا
ہے کہ یہ امید ہے کہ یہ اور یونیورسٹیوں کے جبر و اکراہ سے نہیں ہے بلکہ وہ لوگوں کی
عقل تیز و قدر شناسی و استطاعت کا نتیجہ ہے۔

یہ جبر و اکراہ کی یہ صورت ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے کوئی ایسا قانون مجبر نافذ و معمول یہ
ہوتا جس کی رو سے ملک کے ہونہار لوگوں کو پکڑ کر یونیورسٹیوں میں اور ان کا امتحان لیا جاتا اور ان کو
باتہ باندھ کر ملکی مالی منصوبہ پر مامور کیا جاتا۔ جیسا کہ بعض اولڈ فیشن دیاستون میں قانون
نافذ معمول ہے۔ کہ جس گھر میں دس آدمی موجود ہوں اور اس گھر سے جبراً ایک آدمی فوج میں
ہر تہ کر نیے لئے پکڑ لیا جاتا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ کسی یونیورسٹی کے امتحانوں
برو اکراہ متحقق نہیں ہر ایک یونیورسٹی طالب ترقی و کمال کو فعل مختار سے اختیار
امتحان دینے کی رغبت اور اوپر مالی منصب ملنے کی امید دلاتی ہے۔ پس جس
ظل و تمیز اور ان علوم و مناصب کی قدر و طلب ہوتی ہے وہ مع ذلک ان کے حاد
جانی و مالی و خیالی طاقت ہوتی ہے وہ ان علوم کو حاصل کر کے اور یونیورسٹیوں
سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔ اس میں جبر و اکراہ کا دخل نہیں ہے

جب یہ تہید ہو چکی تو اب اس قول فیصل کی تقریر کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ مشرقی زبانوں
(اردو فارسی وغیرہ) میں امتحانات آئیں یونیورسٹی بھرتی و شوق و حال سے خالی نہیں۔
کیا تو وہ امتحان حصول اس لیاقت و استحقاق مدارج کے لئے (جو انگریزی میں امتحان سے
سے متوقع ہیں) کافی ہیں یا آئندہ کسی ہونگے اور کیا وہ کافی نہیں ہیں اور نہ آئندہ ہونگے پس
اگر شوق اول صحیح ہے (جیسا کہ میان یونیورسٹی کا خیال ہے) تو جہگڑا ہی ہے۔ جب مشرقی
زبانوں نے انگریزی کا کام دیا تو انگریزی کا لازمی نہ ہونا کس امر کا خارج ہوا؟ اور اگر شوق
ثانی صحیح ہے (جیسا کہ مخالفین پنجاب یونیورسٹی کا ادعا ہے) اور مشرقی زبانوں میں امتحان

ویکٹر آنرزان آرٹس اور ٹائیٹل فیلوشی وغیرہ خطاب حاصل کرنا زکوۃ خوار ملا یا گشتائین پنجاب سے زیادہ اثر و نتیجہ نہیں دیتا تو جن لوگوں کو عقل و تیز و قدر شناسی و استطاعت حاصل ہے وہ چیز سے اس لیاقت و ترقی کا لوگوں کے لئے باعث ہے اور تکوۃ عقل و تیز خود بخود انگریزی میں آرٹس کے حاصل کرنے اور اسی پنجاب یونیورسٹی میں انگریزی میں امتحان دینے پر باعث ہوگی۔

پنجاب یونیورسٹی نہ انگریزی کو مسدود و موقوف کرنا چاہتی ہے نہ لوگوں کی اس عقل و تیز و قدر شناسی و استطاعت کو چھینے لگی ہے۔ بلکہ انگریزی کی پڑائی کو وہ پہلے سے زیادہ رونق بخش رہی ہے چنانچہ اسکی کارگزار ہی موجودہ (جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے) اسپرگواہ ہے اور تیز و قدر شناسی لوگوں کی انگریزی کی نسبت خود یونیورسٹی پر ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ لوگ سرکاری مدارس میں (جن میں کسی مذہب کے برخلاف تعلیم نہیں) وظیفہ اور کئی وجہ سے مدد ایک ہی اخل ہوتے تھے اب زمانہ ہے کہ ہندو مسلمان مشن سکولوں میں (جہاں ہندو مسلمانوں

۴۔ نواب لغنت گوند بہادر پنجاب نے اسی پہنچ در باب تفسیر انعام میں لکھا تھا کہ اجتماع کثیر امیدواران جو زبان انگریزی میں انسان دیتے ہیں اور درجہ امتحان کے تحت ہو جائیے، واضح ہوتا ہے کہ کبھی جو متزلزل کرنے زبان انگریزی کے ہمارا طریق اس زبان کی پڑائی کو از حد ترقی بخشا ہو مگر پہلو بہ پہلو زبان انگریزی کے ہم نیز مشرقی زبانوں کی پڑائی کو بڑھاتے ہیں اور حتی الوسع ویسی انشا پر دازی کو رونق بخشتے ہیں اور ان غالب علموں کیواسیے جو باعث نہ جانتے انگریزی کے اپنی اعلیٰ درجہ کی پڑائی اس زبان میں نہیں کر سکتے ویسی زبان میں کتب تیار کرنے ہیں، (اڈیٹر لکھتا ہے) یہ ویسی زبان کی تعلیم اس انگریزی زبان کے لئے کسی وجہ سے مضر نہیں ہے چنانچہ مخالفین یونیورسٹی گریڈل سید احمد خان صاحب نے اس بات کو مان لیا ہوا ہے اور اسی عرضی انڈین ایسوسی ایشن میں کہا ہے ”یہ سمجھنا کہ ویسی زبان کی دستا سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم دینا انگریزی زبان کی ترقی کو مضر ہے محض لاطیل ہے۔ اس طرح کہ اگر کوئی کہے کہ شرک اور تہریر و دو کی تفسیر ضروریات سے بھی ہوتا ہے ہم ضرر رسائی سے سبتر نہیں یعنی ایک دوسری ترقی کو مانع ہوگی بالکل غلط ہے کیونکہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ کام ہیں ایک دوسرے سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ x ایسی ہی دلائل سے ظاہر ہے کہ انگریزی زبان کی تعلیم اور دینی زبان کے فوریہ عام تربیت اور شیوہ ہے۔ ایک دوسرے کو ضرر پہنچانا تو دور کرنا بلکہ ہر دو کی رجوعیت اصلاح اور نیک نیتی کی طرف ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ دونوں مختلف وسائل ہیں جن سے یکساں نتیجہ نکلے ہیں۔“

سے برخلاف اس کے تعلیم ہوتی ہے اور انکو عیسائی طور پر نماز و دعا پڑھانی جاتی ہے، مفسر دیکھو اہل
ہوئے ہیں اس سے یہ کہہ کر قدردانی انگریزی کا اور کون وقت آئیگا۔ اور جب یہاں سائل ترقی انگریز
یہ حال ہے تو پھر کیوں کہا جاتا کہ پنجاب یونیورسٹی میں انگریز کے لازمی نہیں ہیں ان علوم کے اسکا سہ
اٹھ جانے اور باشندگان اس ملک کے ان سب سے محروم رہنے کا خوف ہے اور پنجاب یونیورسٹی
اور ملک کی ترقی و کمال کی حارج و بنحوہ ہے *

یہ بات سمجھنے پر ایک غرض و دست کو جو پنجاب یونیورسٹی کے مخالفوں سے ہے یہاں کہی تو انہوں نے
اسکے جواب میں یہ فرمایا کہ بالفعل یہ کام کے لئے متغیانون میں عربی و سنسکرت
انتہائی بہ لازمی طور پر داخل ہے نتیجہ یہ کہ اگر
سنسکرت نہیں پڑھتے اور ہمیں پڑھنا چاہیے۔ حسان نہ جانکر اسکی
کہتے۔ انگریزی بھی ایسی اختیاری غیر لازمی ہو جائیگی تو عربی و سنسکرت کی قطع
ہوگی اسکے جواب میں کہ اس صورت میں کہ کون کا انگریزی کہ
بے تمیزی اور نہ پنجاب یونیورسٹی کی شرط امتحان

دست ہمت اور لازمی ہونا کچھ بھی نفع نہیں دیتا۔ اور یہ سب بھول
سکولوں میں آتے ہیں نیوں لگو اور اگر آئے ہیں تو اسکے پڑھنے اور امتحان میں میں مشقت کیوں آئیگی
انگریز کا لازمی ہونا انہیں اسباب جبر تو نہیں کہ تا جس سے انکو خواہ مخواہ علم و لیات حاصل ہو۔ یہ لازمی
ہونا بھی (انکی تحصیل مشقت میں فعل مختاری کے سبب) اختیاری ہونیکے معنی میں ہے
اور آخر مدار کار لوگوں کی عقل و تمیز و طلب استطاعت ہی ہے۔ اسکے جواب میں انہوں نے
کہا کہ لوگوں کو عقل و تمیز کہاں ہوتی ہے اسکا جواب دیا گیا کہ جس لڑکے میں تمیز نہ
ہوتی ہے اسکے ولی (باپ بہائی وغیرہ) میں ہوتی ہے تب ہی سکو تعلیم کی طرف راہ ملتی ہے اور
اس میں بھی عقل نہیں ہوتی انکو گو نمٹ کب گہری پکڑ کر مدرسہ میں داخل کر لیتی ہے۔ ایسا
دے تمیز تو کوئی دیکھ یا سنا نہیں گھیا جبکو گو نمٹ فرجہ و اگر اسے انگریزی میں کامیاب کر دیا ہو

اس سے علاوہ عربی و سنسکرت و انگریزی میں غایت درجہ کافرق ہو جسکی ذیاعلیٰ انگیزی کی غیر لازمی ہونیکا قیاس عربی و سنسکرت کے غیر لازمی ہونے سے ہی قیاس مخالف فرق عربی مسلمانوں کے لئے اور سنسکرت ہندوؤں کے لئے اگرچہ دین و مذہب میں کارآمدنی ہے مگر دنیا میں اس قدر کارآمدنی نہیں ہے جقدر کہ انگریزی کی کارآمدنی ہے اور چونکہ اکثر لوگ اس وقت دنیا کے طالب ہیں اسلئے اسے انگریزی کا باوجود غیر لازمی ہونیکو اس قدر اہمیت متوقع ہے کہ عربی و سنسکرت کا اہمیت دنیا اس سے سو درجہ اتر کر بھی متوقع نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مل کے امتحانوں میں عربی و سنسکرت کا وجود مذہبی مفاد کے نہیں اہمیت اور سبکی اسکے انگریزی پر ہونے کو فرض جانتے ہیں۔

انکی انگریزی میں یہ سرگرمی اور عربی و سنسکرت میں یہ بے پرواہی عین دلیل اس امر کی ہے کہ ان کو انگریزی اپنی دین و ایمان و مذہبی فرائض سے ہی پیاری ہے اور یہ انکا جوش و پیار انگریزی کے لازمی ہونیکو ضرورت کو اٹھا رہا ہے اور صاف بتا رہا ہے کہ انگریزی انکی رگ و پین ایسی ملائی گئی اور دلون میں ایسی ملائی گئی ہے کہ اب وہ اسے جبراً نکالنے سے بھی نہیں نکلتی۔ پس اگر بجائے لازمی نہ ہونے انگریزیکے انگریزی زبان کو اپنا بونہی سٹی کو امتحان سے بالکل خارج ہو کر دیا جائے اور ہمیں امتحان لینے کی صاف ممانعت ہو جائے تب بھی اس ملک سے انگریزی کے اہلہ چانیکا خوف نہیں ہے جیسا کہ مدارس میں انگریزی کی تعلیم باقی رہے اور کسی نہ کسی جگہ اسکے امتحان ہو کرین۔ اور جس حالت میں پنجاب یونیورسٹی خود انگریزی کی شاعت میں سرگرم ہے اور جو چاہے اسکا امتحان انگریز میں لینے کو اہلہ خوشی سے مستعد تو پھر کیونیکر تسلیم کیا جائے کہ انگریزی کا لازمی نہ ہونا انگریزی کو اس ملک سے اٹھاتا ہے اور پنجاب یونیورسٹی اس امر کی مجوز ملک کی بدخواہ ہے +

راقم ابو سعید محمد حسین لاہوری مہتمم اشاعت السنہ

